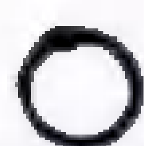
اَلَآ اِنَّ اَولیاءَ اللہِ لَاخَوفٌ عَلیھم وَلَاھُم یَحزَنُون

احوال و آثار



حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ

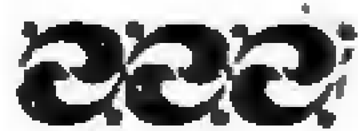
تالیف

الحاج مرزا ضیاء الدین بیگ

بی۔اے (عثمانیہ) بی۔ٹی (علیگ)
سابق مددگار ناظم تعلیمات حیدرآباد دکن

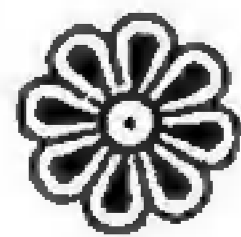
۶۷ فاران سوسائٹی۔ حیدر علی روڈ کراچی ۵

فہرست

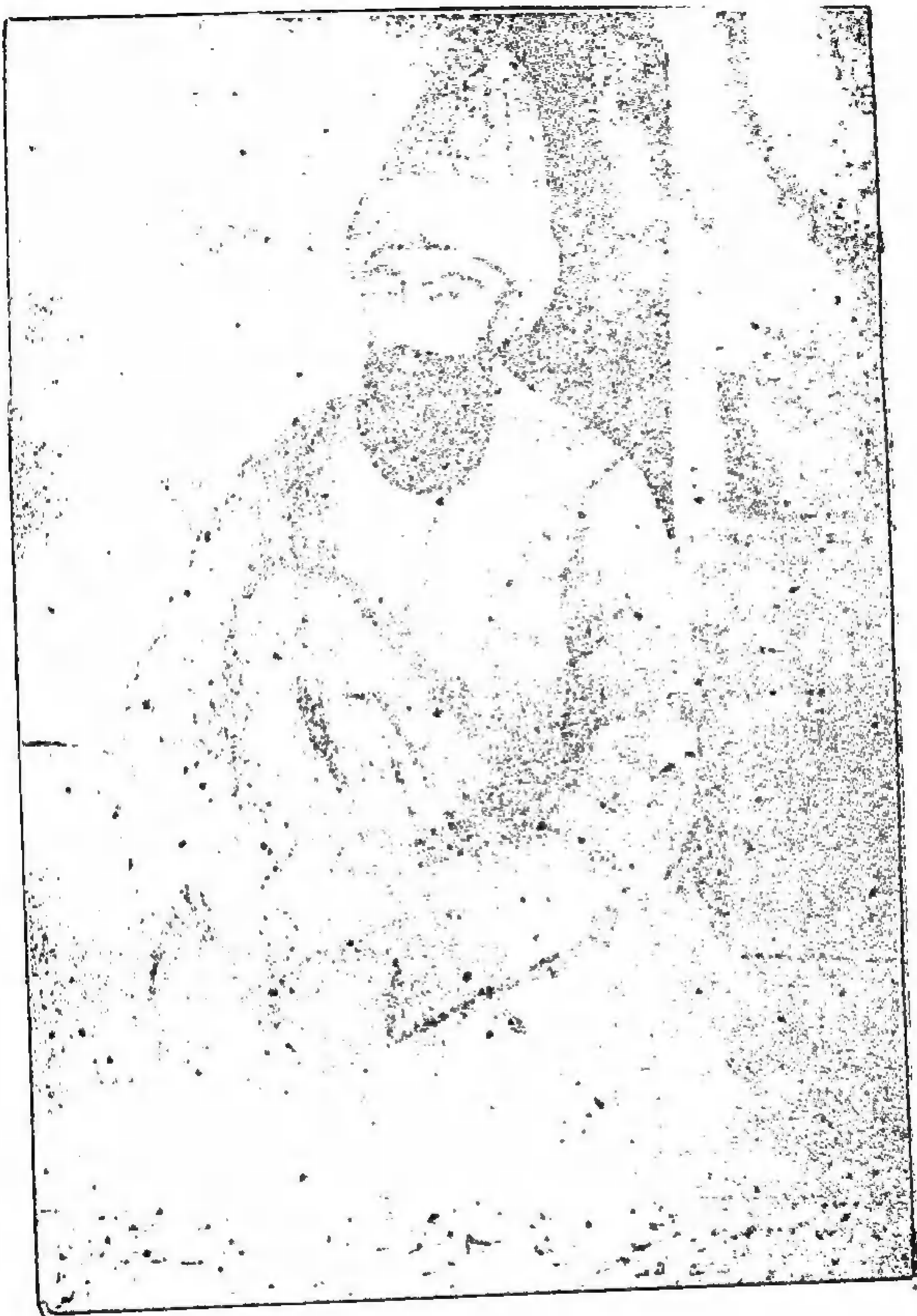


بیادگار

والدۂ محترمہ سیّدہ فاطمہ بیگم مرحومہ جو اپنے والد بزرگوار
حضرت سیّد شاہ محبّ اللہ حسینی نعمت اللّٰہی مرحوم کے پائیں
حضرت سیّد شاہ خلیل اللہ بت شکن رح کے گنبد مبارک موسومہ
چوکھنڈی (بیدر) کے سامنے چبوترہ پر ابدی نیند سو رہی ہیں۔



شبیہ مُبارک



حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلات بہ یک نظر

نام ـــ سیّد نورالدین یزدی شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی قدس سرہ

والد ـــ سیّد میر عبداللہ قدس سرہ

فرزند دلبند ـــ سیّد برہان الدین شاہ خلیل اللہ بت شکنؒ

شیخ خرقہ ـــ امام عبداللہ یافعی مکیؒ

اساتذہ ـــ شیخ رکن الدین شیرازیؒ۔ شیخ شمس الدین مکیؒ
شیخ جلال الدین خوارزمیؒ۔ شیخ قاضی عضدالدینؒ

تاریخ ولادت ـــ ۲۲ رجب المرجب سنہ ۷۳۰ھ

تاریخ وفات ـــ ۲۵ رجب المرجب سنہ ۸۳۴ھ

مقام ولادت ـــ حلب (شام)

مقبرہ ـــ قصبہ ماہان۔ علاقہ کرمان (ایران)

زمانہ ـــ امیر تیمور گورگانی صاحبقران و شاہرخ مرزا

تصانیف ـــ ۱۔ کلیات جو (۱۴۰۱۷۰) اشعار پر مشتمل ہے۔
۲۔ فارسی و عربی کے تقریباً (۵۰۰) رسالے

حضرت سیّد نورالدین شاہ نعمت اللہ ولی ماہانی کرمانیؒ کے معاصرین و معتقدین

(الف) سلاطین و امراء

وسط ایشیا | ۱۔ صاحبقران امیر تیمور گورگانی
۲۔ شاہرخ مرزا تیمور فرزند صاحبقران

دہلی [۳۔ غیاث الدین تغلق، محمد بن تغلق
فیروز شاہ تغلق، ظفر خاں تغلق

دکن فیروز شاہ بہمنی، سلطان احمد شاہ ولی بہمنی

(ب) مشائخین عظام و علمائے کرام

۱۔ سید جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت (اوچ شریف) المتوفی ۷۸۵ھ

۲۔ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز محمد الحسینی قدس سرہٗ (گلبرگہ شریف دکن) المتوفی ۸۲۵ھ

۳۔ حضرت خواجہ شمس الدین حافظ شیرازی المتوفی ۷۹۲ھ

۴۔ مولانا نور الدین عبدالرحمٰن جامی (شاہ نعمت اللہ ولیؒ کے وصال کے وقت ۱۷ سال کے تھے۔)

۵۔ حضرت بدیع الدین زندہ شاہ مدار۔ المتوفی ۸۴۲ھ

۶۔ حضرت خواجہ بہاء الدین محمد نقشبندی المتوفی ۷۹۱ھ

(ج) مخلصین شاہ نعمت اللہ ولیؒ

۱۔ خواجہ معین الدین علیؒ

۲۔ مولانا شرف الدین یزدیؒ

۳۔ سید حاجی نظام الدین احمد شیرازیؒ

۴۔ سید شریف جرجانیؒ (ارادتمند)

(د) ہمعصر شعراء و سخنوران

۱۔ ابو اسحٰق شیرازی مرید حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ

۲۔ سید نظام الدین محمود الواعظ الملقب داعی الی اللہ المتوفی ۷۹۱ھ

۳۔ قاسم الانوار تبریزی سید معین الدین علی المتوفی ۸۳۰ھ

۴۔ کمال الدین مسعود خجندی المتوفی ۷۹۳ھ

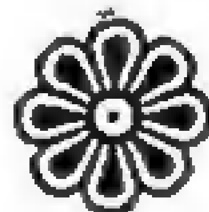
۵۔ ہاشمی دہلوی، میر عبداللہ خوشنویس۔ مدفون دہلی

(از مخطوطہ م۔ ع۔ علوی صاحب)

شعراء وسخنوران دربار شاہرخ مرزا تیموری:

۶۔ ہاتفی
۷۔ کاتبی
۸۔ حسین واعظ کاشفی
۹۔ حافظ آبرو
۱۰۔ عبدالرزاق سمرقندی
۱۱۔ میرخوند یا خوندمیر
۱۲۔ کمال الدین گازرگاہی

(رسالہ ہلال (فارسی) کراچی جلد دہم شمارہ (۴)
۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۳ء قمری ص ۵۶



مقدمہ

بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ جب سے ہندوستان میں تصوف کی بناء پڑی اس وقت سے مسلمانوں میں بدعات اور مذہب سے بدعقیدگی کی ابتداء ہوئی غالباً تصوّف سے ان کی مراد وہ تصوّف ہے جس کو مولٰنا پروفیسر عبدالباری ندوی صاحب نے اپنی کتاب[1] میں دو کا نذرانہ تصوّف کے نام سے موسوم فرمایا ہے صوفیائے کرام نے برصغیر پاک وہند میں تبلیغ[2] واشاعت اسلام کی نمایاں خدمات انجام دی ہیں، البتہ ان کے بعض جانشینوں نے ذاتی مفادات و دنیا داری کی خاطر اپنے اسلاف کے مسلک سے ہٹ کر تصوّف کو اپنے سانچے میں ڈھالا اور اس کو لوگوں کے سامنے اس طرح سے پیش کیا کہ اس سے بدعات کو فروغ ہوا۔

سلف صالح نے اس فن کے جو ابواب و مسائل منقح کر کے لکھے تھے وہ بالکل ہی فراموش ہو گئے تھے۔ اور خصوصیت کے ساتھ سلوک کی حقیقت اور غایت بالکل ہی چھپ گئی تھی، اور جہاں کسی قدر اس کا نام ونشان تھا وہاں علم میں وحدۃ الوجود یا وحدۃ الشہود کی ناقابل افہام وتفہیم بلکہ ناقص تعبیر پر، اور اعمال میں صرف ذکر وفکر ومراقبہ کے چند اصول پر پوری پوری قناعت تھی، بدعات نے دین کی اور رسوم نے سلوک وتصوّف کی جگہ حاصل کر لی تھی طریقت اور شریعت کو دو متقابل حریف ٹھہرا کر ان میں سے ایک کو گرانے کی کوشش کی جا رہی تھی، عام صوفیوں کی زبانوں پر چند جاہلانہ فقرے اور چند مبتدعانہ اصول و اعمال

---

[1] "تجدید تصوف وسلوک" از مولٰنا عبدالباری صاحب سابق استاد فلسفہ عثمانیہ یونیورسٹی میں[12] حیدرآباد

[2] تبلیغ کے علاوہ اپنے اعلیٰ و پاکیزہ کردار سے معاشرہ کی تشکیل میں عملی طور سے حصّہ لیا۔



مؤلف - مرزا ضیاء الدین بیگ

رہ گئے تھے جن کو طریقت کا نام بخشا گیا تھا۔"[۱]

حقیقی تصوف اور دوکاندار صوفیوں کے بارے میں مولانا نے لکھا ہے :۔

"حقیقی تصوف دراصل کمال اسلام اور کمال ایمان کے سوا کچھ نہیں۔ اور ایسے صافی بنے اسلام کی دینوی اور اخروی، انفرادی اور اجتماعی برکات و ثمرات کا حاصل ہونا عملاً ناممکن ہے۔" (سرورق کتاب تجدید تصوف وسلوک)

کتاب کے ص۱۲ پر تصوف کے بارے میں مولانا فرماتے ہیں :۔

(تصوف) دنیا میں کسمپرسی کی حالت میں اور ہندوستان میں بہ حالت غربت تھا جس کی حقیقت پر تو بر تو پردے پڑ گئے تھے، اور جس کی تابانی پر بدعات کی ظلمت غالب آگئی تھی، اور جو دوکاندار صوفیوں کے ہاتھوں دنیا داری اور کسب معاش کے فنون میں سے ایک فن کی حیثیت میں آگیا تھا اور جہاں اس کا وجود تھا وہ یا محض چند فلسفیانہ خیالات کا مجموعہ ہو کر رہ گیا تھا یا اوراد و وظائف کے ایک نصاب کا۔"

اس کے بعد بعض صوفی خانوادوں کے بارے میں آپ اس طرح رقمطراز ہیں :۔

"صوفیانہ خانوادوں کی جہالت اور موروثی گدی نشینوں کی متواتر رسم نے اللہ تعالیٰ کی بخشش اور اجتبا اور مقبولیت کو بھی ایک صنعت گری کا کارخانہ بنا رکھا تھا، خانقاہوں کا کام صرف اعراس اور فاتحہ کا اہتمام اور سماع و رقص و قوالی کا انصرام رہ گیا تھا کچھ لوگ جمع ہو کر فاتحہ خوانی کر لیں، مٹھائی کھا لیں اور ایک جگہ بیٹھ کر کسی سازندے کے ترانے پر ہو حق کر لیں اور زیادہ بڑھیں تو وحدۃ الوجود کی آڑ پکڑ کر شوخی و بے باکی و رندی کے اشعار و مضامین پڑھ لیں اور سر دھن لیں، چند سینہ بہ سینہ راز تھے جن کو بے سمجھے بوجھے بار بار دہرایا جا رہا تھا۔ تصحیح عقائد، تحسین، عبادات، اتباع سنت، اصلاح اعمال اور ادائی حقوق عباد جو اصل دین اور صحیح سلوک تھا وہ ہر جگہ سے مٹ چکا تھا۔ علمائے ظاہر چونکہ

---

[۱] تجدید تصوف و سلوک ص۱۳ ج

باطن سے منکر یا نا آشنا تھے وہ ان دوکاندارانہ صوفیوں کو دیکھ کر اصل فنِ سلوک کو ضلالت اور گمراہی قرار دینے لگے تھے اور اس اصول و وسائل کو خلاف شریعت اور مخالف کتاب و سنت سمجھتے تھے۔

یہ نہیں کہا جا تا کہ علمائے حق اور صوفیائے برحق کا مطلق وجود ہی نہ تھا جا بجا صحیح و صالح بزرگوں کے سلسلے قائم تھے (فیوض و برکات جاری لیکن خواص کے لئے نہ کہ عوام کے لئے) اصل سلوک کے مضامین کو کتاب و سنت کی اور سلف صالحین اور اولیائے کاملین کی تشریح و توضیح سے ملا کر دیکھنے کے کام کہیں نہیں ہو رہے تھے۔"[1]

مولانا عبد الباری ندوی نے مجدّدِ ملت و مرشد مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمۃ کی تبلیغ و اشاعت اسلام سے متعلق مساعی جمیلہ و علمی و عملی کارہائے نمایاں کا ذکر فرماتے ہوئے جو ہندوستان، حجاز، افریقہ وغیرہ کے مسلمانوں کے لئے کئے گئے تھے لکھا ہے:-

"راقم کو ہندوستان کے دور دراز علاقوں میں جانے کا اتفاق ہوا مگر جہاں گیا یہ معلوم ہوا کہ وہ روشنی وہاں پہلے سے پہنچی ہوتی ہے اور کوئی نہ کوئی اس روشنی سے بحمد اللہ ضرور منوّر ہے۔"

حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ شریعت اور طریقت کے سخت پابند تھے، معرفت اور حقیقت کو حاصل کر کے آپ نے اپنے اعمال اور اقوال کے ذریعے سے اس حقیقی تصوّف کو عملی شکل میں پیش فرمایا جو قربِ الٰہی کا ذریعہ، اولیاء کی شان کا مظہر اسلام کی روح اور عین مقصد زندگی ہے۔

شاہ صاحبؒ کے بعض اشعار میں رندی و مستی کے سبب سے طاعات سے معذرت خواہی ظاہر ہوتی ہے۔ ایسے اشعار بظاہر شریعت کے احکام کے

---

[1] "تجدید تصوف و سلوک" مولفہ مولانا پروفیسر عبد الباری ندوی ص۱۵ (مقدمہ)

منافی معلوم ہوتے ہیں لیکن دراصل کمال بندگی واطاعت اور محبت وعشق الہٰی وانکساری پر مبنی ہیں۔ استغراق ومحویت میں گم سم ہونے کی علامت ہیں، نہ کہ شوخی، بے باکی اور گمراہی کی دلیل۔ یہ عاشقوں کا راستہ ہے۔ زاہد اب تک وہاں نہیں پہنچے ہیں۔ ذیل کے اشعار ملاحظہ ہوں:۔

ما عاشق و رندیم ز طاعات مپرس — از ما بجز از حال خرابات مپرس
از زاہد ہشیار کرامات طلب — مستیم ز ما کشف و کرامات مپرس

(شاہ نعمت اللہ ولیؒ دیوان مرتبہ سعید نفیسی ص ۶۸۹)

حقیقت یہ ہے کہ مردان پارسا کے کلام کے راز ہائے پنہاں کو سمجھنا عوام کے لئے مشکل ہے۔ جیسا کہ شاہ صاحبؒ نے فرمایا ہے:۔

چو تو بما نرسیدی تو راز ما چہ خبر — ولی ندیدہ کسے راز اولیاء چہ خبر
ہزار چشمۂ آب حیات در نظر است — تو را کہ دیدہ بنا شد ز چشمہ ہا چہ خبر

(دیوان شاہ نعمت اللہ ولیؒ ص ۱۵)

اللہ تعالیٰ نے آدم پر بہت عنایات کیں۔ اولیاء اور اللہ کے خاص بندوں کو منجانب اللہ روحانی طاقت عطا ہوتی ہے۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں:۔

محبوب جمال خود بہ آدم بخشید — سر حرمش بہ یار محرم بخشید
ہر نقد کہ در خزانۂ عالم بود — سلطان بکرم بجود عالم بخشید

(دیوان شاہ نعمت اللہ ولیؒ ص ۶۸۶)

یہ ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ اولیاء کاملین، اسلاف صالحین، صوفیائے کرام و عارفان عالی مقام کا شعار تسلیم ورضائے حق رہا ہے یعنی خالق کائنات کے حکم پر سر تسلیم خم کرنا اور اپنی مرضی کو اس کی مرضی میں فنا کر دینا۔ بہ الفاظ دیگر "الہٰی برضا تو راضیم" اور "مرضی مولا از ہمہ اولیٰ" کا ورد رکھنا۔

رضائے حق کے بارے میں علامہ اقبال نے فرمایا ہے:۔

چوں فنا اندر رضائے حق شود — بندۂ مومن قضائے حق شود

یعنی "قرب سلطانی" کو اقبال نے "قضائے حق" سے تعبیر کیا ہے۔ دوسرے الفاظ میں بندۂ مومن خود "ارادہ الٰہی" بن جاتا ہے یعنی مومن اپنی زبان سے جو کہہ دیتا ہے وہی ہو جاتا ہے۔

رضائے حق کی تلاش اور اس کے حصول کی سعی میں کوئی دار (سولی) پر چڑھا، کسی نے صحرا نوردی اختیار کی، آفتاب کی تمازت و برف کی سردی کی پروا نہ کر کے پہاڑوں پر غاروں کو اپنا مسکن قرار دیا، درختوں کے پتّوں، جو کی سوکھی روٹی اور کھجوروں پر دن گزارے۔ غرض مالک حقیقی کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر ہر قسم کی مصیبت جھیلی، حافظ حقیقی کے فضل و کرم سے کوئی شئے اپنا مضر اثر ان پر نہ ڈال سکی جس کو اللہ بچانا چاہتا ہے اس کو کون نقصان پہنچا سکتا ہے

بِسمِ اللّٰہِ الَّذِی لَا یَضُرُّ مَعَ اسمِہٖ شَیءٌ فِی الاَرضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَھُوَ السَّمِیعُ العَلِیمُ

یہ تمام مصیبتیں (جو ان کے لئے راحت و سکون تھیں) برداشت کرنے کے باوجود ان برگزیدہ ہستیوں (عاشقانِ الٰہی) نے جن میں شاہ نعمت اللہ ولی رح اعلیٰ مقام رکھتے تھے، اپنے بلند کردار کی شاندار مثالیں اور اپنے کلام کا اعلیٰ نمونہ آنے والی نسلوں کے لئے ورثہ میں چھوڑا تاکہ وہ ان سے مستفید ہوں۔ انھوں نے خود کو فنا فی اللہ کر کے بقائے دوام حاصل کی۔ وہ زندہ جاوید ہیں۔

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

اللہ کے ان خاص بندوں نے قرب الٰہی حاصل کیا جن کے بارے میں کسی شاعر نے کہا ہے۔

خاصانِ خدا خدا نہ باشند — لیکن زِ خدا جُدا نہ باشند

یہ مومن کی شان ہے مستجاب الدعوات (دعاؤں کو قبول کرنے والا) ان کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔ ان کی زبان خالقِ حقیقی و قادر مطلق کی زبان بن جاتی

ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ اس مضمون کو اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

گفتہ ہائے نعمت اللہ قول اوست درنہ با گفتار بیام چہ کار

(دیوان شاہ نعمت اللہ صفحہ ۳۳۵)

ان باکمال بزرگواروں کے پاکیزہ حالاتِ زندگی کا مطالعہ کرنے اور ان کے اعمال صالح کی تقلید پند و نصائح و ارشادات عالی پر عمل کرنے سے ہمارے قلوب منوّر ہوتے اور اخلاق سنورتے ہیں عشق الہٰی کی لافانی دولت نے ان کو دوامی زندگی بخشی ہے۔

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد ز عشق

حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ اس دوامی زندگی کو جو عشق حقیقی کی شمع سے روشن ہوتی ہے اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

نہ میرد نعمت اللہ عاشق للہ

دلش زندہ بدرگاہِ خدا شد

ایک عرصہ سے میری یہ تمنّا تھی کہ میں آٹھویں و نویں صدی ہجری کے ولی کامل، عارف باللہ، صوفی صافی، فارسی کے بلند پایہ شاعر اور بحر عشق کے ماہر شناور حضرت شاہ نعمت اللہ ولی ماہانی کرمانیؒ (۷۳۰ھ تا ۸۳۴ھ) کے سوانح حیات، آپ کے کلام سراپا الہام کا انتخاب اور آپ کے پسماندگان کے حالات پر اپنی بساط کے موافق ایک کتاب لکھ کر اس کو شائع کروں۔ اپنی ہیچمدانی اور بے بضاعتی سے آگاہ تھا نیز یہ مقولہ بھی پیش نظر تھا کہ مَنْ صَنَّفَ فَقَدِ اسْتَهْدَفَ (جس نے تصنیف کا عمل کیا وہ تنقید کو دعوت دیتا یعنی تنقید کا ہدف و نشانہ بنتا ہے) بہرحال یہ سمجھ کر کہ ع ہرچہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم میں نے اس کام کا بیڑہ اُٹھایا مجھے تو کسی طرح یہ کام انجام دینا تھا، بحمد اللہ ارادہ پورا ہوا۔

شاہ نعمت اللہ ولیؒ کے حالات قلمبند کرنے کا سودا میرے سر میں کئی وجوہ سے سوار ہوا۔ ایک تو اس لئے کہ شاہ صاحبؒ میرے ماموں سید شاہ خلیل اللہ حسینی نعمت اللہی مرحوم ساکن محمدؐ آباد بیدر (دکن) کے جدّ امجد ہیں۔ نیز یہ کہ بعض کتب، رسائل و اخبارات میں شاہ صاحبؒ کے حالات اور آپ کے قصائد کو شائع کرنے میں بعض مصنفین و مولفین نے تحقیق و تجسّس سے کام نہیں لیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپ کے صحیح حالات پیش نہیں کئے گئے۔ نیز دوسرے نامعلوم شعراء کے غیر مصدقہ قصائد کو آپ کے نام سے منسوب کر کے شائع کر دیا گیا جو تاریخی اور اخلاقی اعتبار سے درست نہیں ہے۔

چونکہ آپ کے باعظمت و پُر وقار پسماندگان (جو سمر قند، ہرات، ایران اور برصغیر پاک و ہند وغیرہ میں پھیلے ہوئے ہیں) کے صحیح حالات و کارہائے نمایاں سے بہت کم لوگ واقف ہیں اس لئے میں نے ضروری سمجھا کہ حتی الامکان شاہ صاحبؒ اور آپ کے پسماندگان کے حالات جن سے متعدد مستند تواریخ بھری پڑی ہیں قلمبند کروں تاکہ ناظرین ان سے واقف اور مستفیض ہو سکیں۔

اپنی بساط، مبلغ علم و کم مائیگی سے پوری طرح واقف ہوتے ہوئے محض اعتقاداً و احتراماً اپنے جذبۂ دل کا سہارا لے کر بقول بہزاد لکھنوی

لے جذبۂ دل گر میں چاہوں ہر چیز مقابل آجائے
منزل کے لئے دو گام چلوں اور سامنے منزل آجائے

میں نے یہ کام شروع کیا۔ بالآخر یہی جذبہ کام آیا۔ فضل الٰہی شامل حال رہا شاہ صاحبؒ کی دعائیں ممد و معاون ہوئیں۔ اسباب فراہم ہوئے، ہر قدم پر مشکل آسان ہوئی، منزل سامنے دکھائی دینے لگی۔ بحمداللہ یہ کتاب زیور طباعت سے آراستہ ہوئی، اور میری دیرینہ آرزو و دلی تمنا پوری ہوئی۔

ناظرین سے میری ادباً یہ استدعا ہے کہ اگر اس کتاب میں کوئی ذکر خلاف واقعہ یا اصلاح طلب محسوس فرمائیں تو از راہِ کرم بحوالہ سند اس سے کمترین کو

ایما فرما کر ممنون فرمائیں نیز جو صاحبین شاہ صاحبؒ کے خاندان یا مریدین کے سلسلہ سے تعلق رکھتے ہوں وہ اپنے اسماء گرامی و سلسلہ نسب (شجرہ) سے ایماء فرمائیں تاکہ دوسرے ایڈیشن میں حسبِ اضافہ کیا جا سکے۔

یوں تو شاہ صاحبؒ کے مطبوعہ و مخطوطہ عارفانہ کلام سے مستفید ہونے کے مواقع حاصل ہیں لیکن کمترین کی رائے ہے اگر ہم کم از کم آپ کے ان دو اشعار پر ہی عمل پیرا ہوں تو بہت سے چھوٹے اور بڑے گناہوں سے بچ سکتے ہیں۔

نانِ خود خوردہ ام زکسبِ حلال[۱] مال غیرے نہ خوردہ ام بخدا

تا عزیز خدا و خلق شدم عزتِ کس نبردہ ام بخدا

پہلے شعر میں اپنی محنت کی کمائی کھانے کا ذکر ہے اور دوسرے میں کسی کی عزت ریزی سے احتراز کرنے کا ذکر ہے خدا کو گواہ رکھ کر ان دونوں باتوں پر خود عمل کرنے کا حال ظاہر فرمایا گیا ہے۔ کسبِ حلال کی تاکید حدیث میں بھی فرمائی گئی ہے۔

اِنَّ اَطْیَبَ مَا اَکَلْتُمْ مِنْ کَسْبِکُمْ وَاِنَّ اَوْلَادَکُمْ مِنْ کَسْبِکُمْ

(بخاری فی التاریخ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ عن عائشہؓ)

حقیقت میں عبادات کی مقبولیت اور حصولِ نجات کا ایک اہم ذریعہ اکلِ حلال یعنی اپنی محنت کی کمائی کھانا ہے۔ نیز کسی کی عزت و آبرو پر حملہ کرنا اس کی دل آزاری کا باعث ہوتا ہے جو گناہ ہے۔ کسی شاعر نے مردم آزاری سے بچنے کی اس طرح تاکید فرمائی ہے۔

مے خور و مصحف بسوز و آتش اندر کعبہ زن
ساکنِ بت خانہ باش و مردم آزاری مکن

شاعرِ مشرق علامہ اقبالؒ نے بھی اکلِ حلال کو بڑی اہمیت دی ہے۔ شرح بالِ جبریل میں پروفیسر سلیم چشتی نے اقبال کے فلسفۂ اسلام کی اس طرح سے

---

۱ دیوان شاہ نعمت اللہ ولی مطبوعہ طہران ص ۶۰۴

وضاحت فرمائی ہے۔

"اقبال کہتے ہیں جو شخص اپنی خودی کو مرتبہ کمال تک پہنچانا چاہتا ہے اس کے لئے پہلی شرط اکل حلال ہے یعنی ناجائز کمائی کا ایک لقمہ بھی اگر حلق کے نیچے اُتر گیا تو خودی پر موت طاری ہو جائے گی اور جب ایک چیز مردہ ہو گئی تو اس کی ترقی کا سوال ہی خارج از بحث ہو جاتا ہے۔ اقبال کہتے ہیں کہ جس طرح زہر کھانے سے آدمی مر جاتا ہے اسی طرح لقمۂ حرام کھانے سے خودی کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال کے فلسفے میں، اور اقبال کا فلسفہ اسلام سے علیحدہ کوئی چیز نہیں ہے، اکل حلال اور صدق مقال کی اہمیت کو بڑی شدت کے ساتھ واضح کیا گیا ہے۔ صرف ایک شعر لکھتا ہوں۔

سرِّ دیں، صدق مقال، اکل حلال
جلوت و خلوت تماشائے جمال

.... یہاں صرف اتنا لکھتا ہوں کہ صدق مقال اور اکل حلال یہ وہ خوبیاں ہیں جن میں دین اسلام کی حقیقت پوشیدہ ہے یعنی جب تک ایک انسان ان دو باتوں پر عامل نہ ہو۔ وہ مسلمان نہیں بن سکتا۔ وہ بو علی سینا بن سکتا ہے۔ لارڈ بیکن بن سکتا ہے، تیمور بن سکتا ہے، شیکسپیئر بن سکتا ہے لیکن مسلمان نہیں بن سکتا ہے۔

آج کل بفضل خدا سب کچھ موجود ہے لیکن مسلمانوں میں اسلام کی روح نظر نہیں آتی۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ صدقِ مقال اور اکلِ حلال یہ دونوں باتیں مفقود ہیں اور منطق کا یہ اُصول مسلّم ہے کہ اِذَا فَاتَ الشَّرطُ فَاتَ الْمَشْرُوط (اسلام مشروط ہے، اکل حلال شرط ہے) جب شرط فوت ہو گئی تو مشروط کیسے موجود ہو سکتا ہے۔"

حقیقت یہ ہے کہ اگر انسان اکل حلال کی اہمیت کو محسوس کر کے اس پر عمل

---

۱ شرح بال جبریل مترجمہ پروفیسر سلیم چشتی ص ۶۰۹

کرے تو وہ جھوٹ بولنا، چوری کرنا، دھوکا دینا، رشوت لینا، کسی دوسرے کے مال پر ناجائز قبضہ کرنا، کسی پر ظلم کرنا وغیرہ اس قسم کے متعدد افعال شنیعہ اور اعمال بد سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ اس سے معاشرے کی حالت درست ہوسکتی ہے۔ آپس کی کشیدگی قتل وغارت اور جنگ وجدال کا نہ صرف ازالہ ہوسکتا ہے بلکہ اس کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔ زندگی جنّت کا نمونہ اور دنیا امن کا گہوارہ بن سکتی ہے۔ یہ آخرت کا توشہ بھی ہے اس کے حصول کے لئے ناجائز ضروریات اور سامان عیش وعشرت سے احتراز کیا جا سکتا ہے۔ بزرگان سلف اکل حلال کے بہت پابند تھے ہم کو ان کی تقلید کرنی چاہیئے تاکہ دین و دنیا میں سرخروئی حاصل ہو۔

محبی جناب میر محمد مصطفےٰ علی علوی تھانوی ثم حیدرآبادی کی کرم فرمائی کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتا جنھوں نے محض اعتقاداً کافی عرصہ تک شاہ صاحبؒ کے حالاتِ زندگی اور کلام کا غائر مطالعہ کرنے کی محنت شاقہ برداشت کی، ایک جامع مسودہ تیار فرمایا، اور اپنی اس جدوجہد کاوش کے ثمرے سے حسب دلخواہ استفادہ کرنے کی مجھے اجازت مرحمت فرمائی۔ اپنی کتاب میں میں نے جہاں جہاں جناب علوی صاحب کے مخطوطہ سے استفادہ کیا ہے وہاں اس کا حوالہ دے دیا ہے۔

محترمی مولانا احسن مثنیٰ ندوی صاحب کا ممنون ہوں جنھوں نے خصوصاً پسماندگانِ شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ کے حالات کا مسودہ ملاحظہ فرما کر نظری اِصلاح فرمائی۔

میں اپنے مخلص دوست پروفیسر خواجہ حمید الدین شاہد صاحب کا تہہ دل سے شکرگزار ہوں جن کی توجہ، دلچسپی اور ہمت افزائی میرے شامل حال رہی محبّی بنیاد علی صاحب (علیگ) کا ممنون ہوں جنھوں نے ازراہِ کرم کتابت، پروف پڑھنے اور طباعت کے انتظامات اپنے ذمہ لے لئے۔

پروفیسر محمد ایوب قادری صاحب کی عنایات بے پایاں کا دِل سے ممنون

ہوں جنھوں نے میری تحریر کا شروع سے آخر تک بہ نظر غائر مطالعہ فرما کر اس کی اصلاح فرمائی۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے (آمین)

از دست گدائے بینوا نیاید ہیچ
جز آنکہ بہ صدق دل دعائے بکند

میں نے اپنی بساط کے موافق اس کتاب کے شائع کرنے میں جو حصّہ لیا ہے اس سے اپنے دِل میں فطرتاً ایک حد تک طمانیت اور مسرّت محسوس کرتا ہوں۔ لیکن مجھ ناچیز و ہیچداں کی اس سعی کو اگر ناظرین شرفِ قبولیت عطا فرمائیں تو میں فخر کے ساتھ یہہ کہہ سکوں گا کہ ع

شادم از زندگیٔ خویش کہ کارے کردم

آخر میں ہادیٔ برحق سے دست بہ دُعا ہوں کہ وہ اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو کتاب وسنت کی پیروی کرنے اور اسلاف صالحین واولیاء کاملین کے ارشادات عالیہ سے مستفیض ہوکر ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہم سب متحد ہوکر صمیم قلب سے اس عظیم مملکت اسلامیہ پاکستان کی ترقی وفلاح وبہبود کے لئے اپنے تن من دھن کی بازی لگا دیں اور ہمارا عزیز ملک دِن دونی، رات چوگنی ترقی کرے، آمین

ع این دُعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

ناچیز

مرزا ضیاء الدین بیگ

کراچی
۱۳۹۵ھ
۱۹۷۵ء

پہلا باب

نام و نسب

شاہ صاحبؒ کا اسم گرامی سید نورالدین یزدی[1] ہے۔ آپ شاہ نعمت اللہ ولیؒ کے لقب سے مشہور ہیں۔

آپ کا پدری سلسلہ نسب انیس واسطوں سے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے جیسا کہ آپ نے خود فرمایا ہے آپ کے مطبوعہ دیوان میں جو استاد سعید نفیسی کے مقدمہ کے ساتھ ایران میں طبع ہوا ہے اس طرح مذکور ہے۔

نسبت آں بزرگوار تا نوزدہ پشت بحضرت رسول اکرمؐ
میرسد و جناب شاہ در شعر زیر سلسلۂ نسب خویش را بیان کردہ است

نعمت اللّٰہم و ز آل رسول　　محرمِ عارفانِ ربانی

تا آنجا کہ میگوید:۔

نوزدہم جدِ من رسول خداست　　آشکارا ست نیست پنہانی[2]

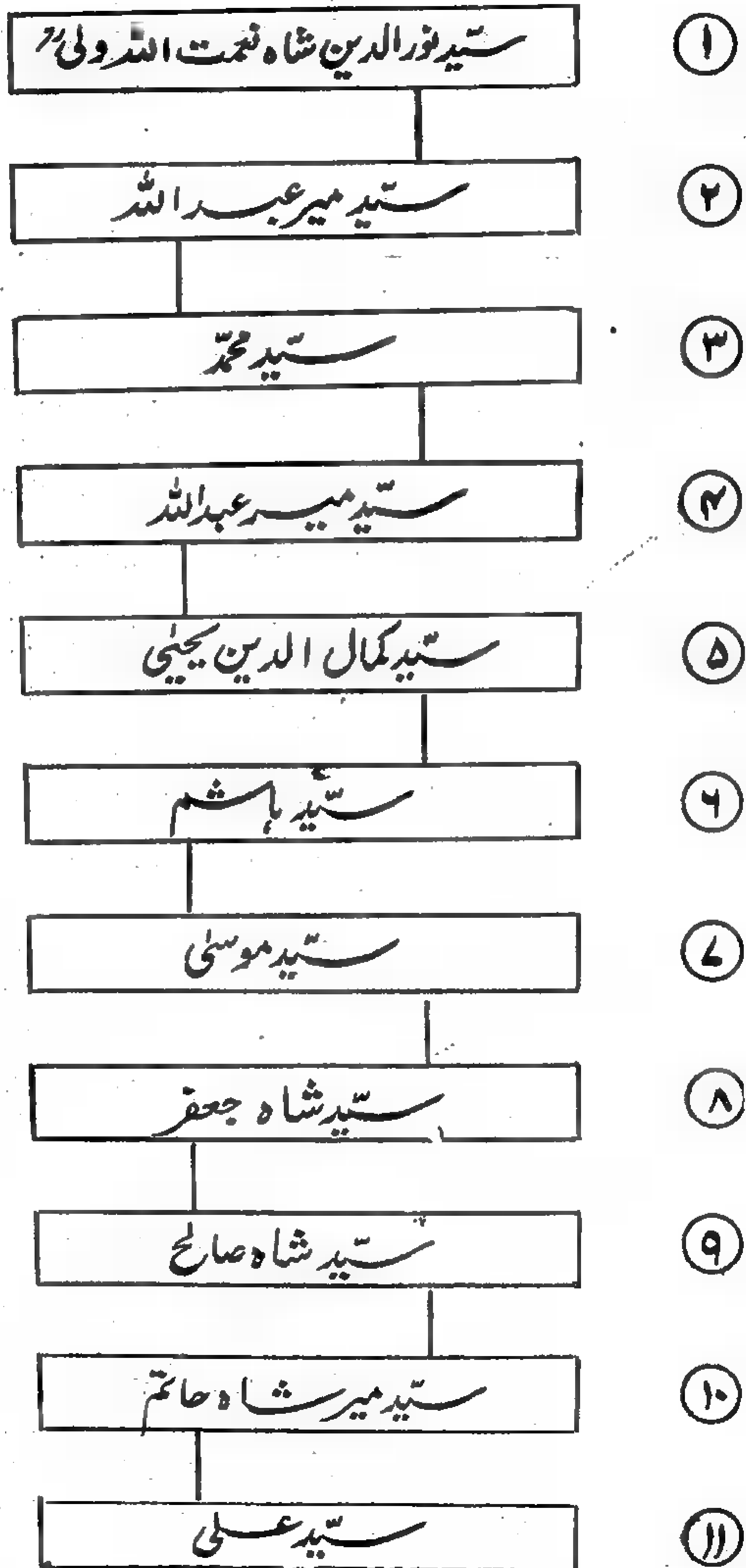
ترجمہ:۔ ان بزرگوار کی نسبت انیسویں پشت میں حضرت رسول اکرمؐ سے مل جاتی ہے اور شاہؒ نے مندرجہ ذیل شعر میں اپنے نسب کے متعلق بیان کیا ہے ہیں نعمت اللہ آلِ رسول سے ہوں محرم عارفانِ ربانی ہوں ایک اور شعر میں فرماتے ہیں کہ میرے انیسویں جد رسولؐ خدا ہیں۔ یہہ بات آشکار ہے۔

---

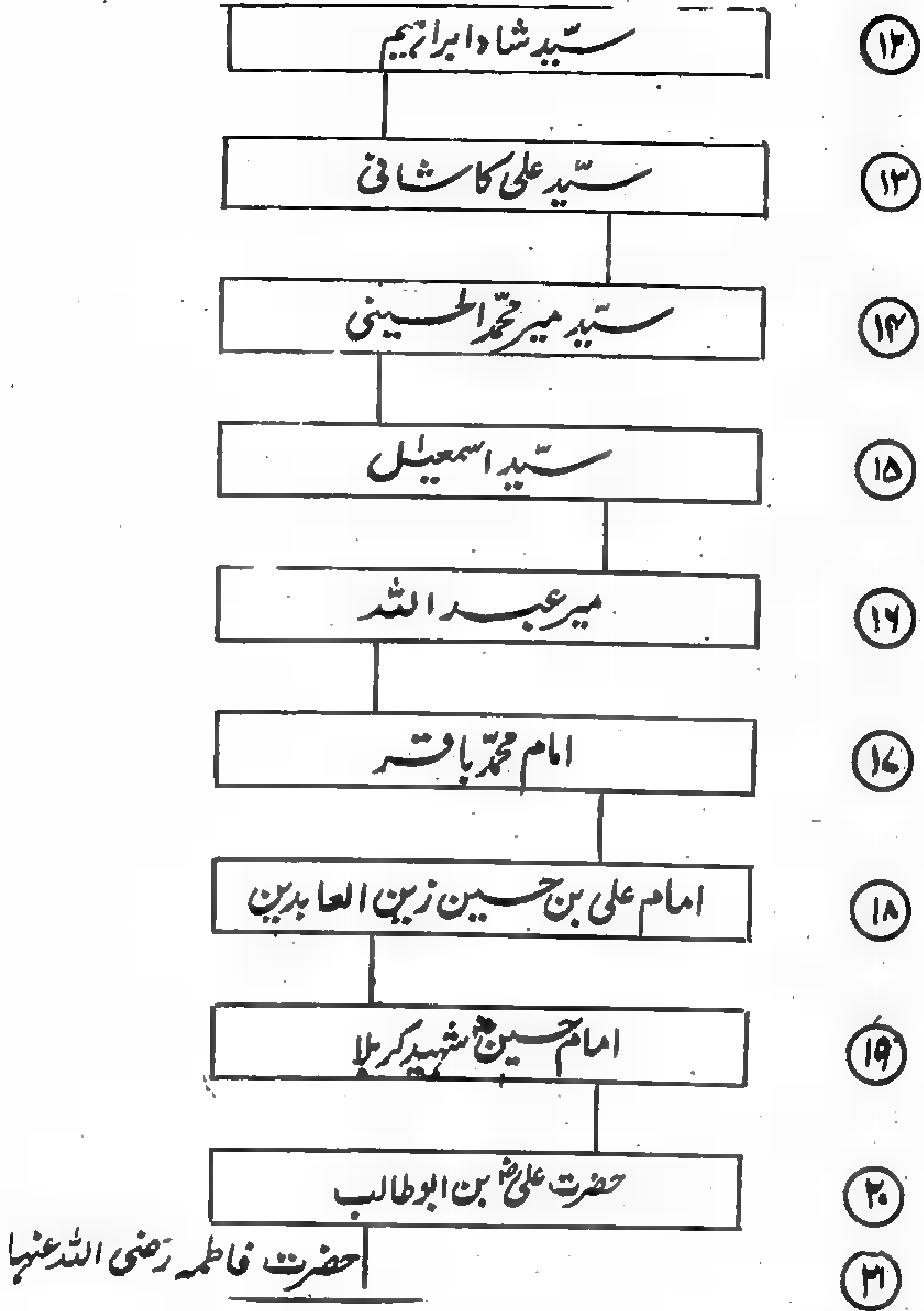
(۱) ایٹ ایرس ان ایران۔ سر سی۔ پی۔ یم۔ سائیکس ص۱۴۸ Eight years in Iran Sir C. P. H SYKES

۲۔ مقدمہ دیوان شاہ نعمت اللہ ولیؒ مطبوعہ طہران ص۱۲

شجرۂ نسب



(۱) سید نور الدین شاہ نعمت اللہ ولیؒ
(۲) سید میر عبد اللہ
(۳) سید محمدؒ
(۴) سید میر عبد اللہ
(۵) سید کمال الدین یحییٰ
(۶) سید ہاشم
(۷) سید موسیٰ
(۸) سید شاہ جعفر
(۹) سید شاہ صالح
(۱۰) سید میر شاہ حاتم
(۱۱) سید علی



سرور انبیاء رسول خدا حضرت محمد بن عبداللہ
بن عبدالمطلب صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

جناب میر مصطفےٰ علی علوی تھانوی ثم حیدرآبادی نے اس شجرۂ نسب کا ماخذ اپنے مخطوطے (۱۹۷۳ء) میں اس طرح بیان کیا ہے:۔

۱۔ مندرجہ بالا سلسلۂ نسب و شجرۂ پدری حضرت نعمت اللہ ولی۔ ماخوذ ہے مخطوطہ تذکرۃ القادری تالیفِ قادر خاں مستی برہانپوری و بیدری مرید سید حاجی برہان پوری بہ سلسلۂ شجرۂ حضرت خلیل اللہ فرزند میر نعمت اللہ مدفونِ بیدر صفحہ ۳۳

۲۔ "حضرت نعمت اللہ کا شجرہ نسب رضا علی خاں ایرانی نے مجمع الفصحاء حصہ دوم میں بحوالہ نفحات لکھا ہے ص ۴۲"

جناب تھانوی موصوف مزید لکھتے ہیں کہ:۔

"حضرت نعمت اللہ شاہ نے اپنا پدری سلسلۂ نسب خود بھی منظوم فرمایا ہے جو کلیاتِ نعمت اللہ شاہ مخطوطہ کتب خانۂ آصفیہ مشمولہ نمبر (۱۲۹۵) تصوف اور مطبوعہ دیوان نعمت اللہ شاہ ولی میں موجود ہے۔"

منظوم شجرہ حسب ذیل ہے:۔

نعمت اللہم و از آلِ رسولؐ	محرم عارفان ربانی	نعمت اللہ
قرۃ العین میر عبداللہ	مرشد وقت و پیر نورانی	عبداللہ
پدر او محمدؐ آں سید	کہ بنودش بہ ہیچ روثانی	محمد
باز سلطانِ اولیائے جہان	میر عبداللہ ہست تا دانی	عبداللہ
پیر کامل کمال دین یحیٰی	سید مسند سلیمانی	کمال الدین یحیٰی
پدرش ہاشمست و سید موسیٰ	مادرش شاہ زاد سامانی	سید ہاشم سید موسیٰ
دیگر آں جعفر خجستہ لقا	روح محضِ لطیف روحانی	سید جعفر
سید صالحاں کہ صالح بود	جمع می بود از پریشانی	سید صالح
میر حاتم کہ نزد ہمت اوست	مختصر بود عالم فانی	سید حاتم
باز سید علی عالی قدر	کان احسان زبحر عرفانی	سید علی

ابراہیم[۱۲] آں کہ روح می بخشد	نفسش در گہ سخن رانی	ابراہیم[۱۲]
بادشاہ ممالک دانش	بود سیّد علی[۱۳] کاشانی	سیّد علی کاشانی
میر محمد[۱۴] کہ بندگان درش	در جہاں یافتند سلطانی	میر محمد[۱۴]
شاہ سادات سیّد اسمٰعیل[۱۵]	آفتاب سپہر سبحانی	سیّد[۱۵] اسماعیل
میر عبداللہ[۱۶] آنکہ روح امین	گفت او را کہ جملہ راجانی	عبداللہ[۱۶]
باز امام محمد[۱۷] باقر	مخرب کفر و دین ما بانی	محمد[۱۷] باقر
پدر او علی ابن حسین	آنکہ زین العباد میخوانی	امام زین[۱۸] العابدین
باز امام بحق حسین[۱۹] شہید	نور چشم علی عمرانی	امام حسین[۱۹] رضہ
آں وصی رسول یار خدا	والی مملکت سلیمانی	حضرت[۲۰] علی کریم اللہ وجہ
آں کہ باشد در مدینہ علم	کوری خارجی و مروانی	
نوزدہم جدّ من[۲۱] رسول خدا ست	آشکار است نیست پنہانی	سرکار[۲۱] دو عالم
ہست فرزند من خلیل اللہ	بادیا رب بہ بندہ ارزانی	فرزند خلیل اللہ
اختلاف صور فراوان است	لیکن معنی یکے است تا دانی	
لشکر بادشاہ بسے باشد	شاہ جانی یکے است تا دانی[۱]	

کلیات نعمت اللہؒ ورق ۴۲۲-۴۲۷

دیوان نعمت اللہؒ ۵۱۲

کتاب "تذکرہ اولیاء ہند و پاکستان" مولفہ مرزا محمد اختر دہلوی کے ص۱۶۱ پر شاہ صاحبؒ کا سلسلۂ نسب اس طرح مذکور ہے:۔

"شاہ نعمت اللہ بن سیّد ابوبکر بن شاہ نور بن سیّد لعل ادہم بن سیّد جعفر بن سیّد محمد بہاء الدین بن سیّد داؤد بن سیّد ابوالعباس احمد بن سیّد موسیٰ بن سیّد علی بن سیّد محمد بن سیّد منتقی بن سیّد صالح بن ابی صالح بن سیّد عبدالرزاق بن حضرت غوث الثقلین قدس اللہ اسرارہما"

---

۱ طہران کے مطبوعہ دیوان ص۶۵۵ میں اس آخری شعر کی جگہ یہ شعر ہے:۔

ہر کسے را شکیے بود بجہدا — سیدم بے شکیست تا دانی

اس کے بعد مولف مذکور نے یہہ بھی لکھا ہے:۔

"شاہ نعمت اللہ جو اس وقت ہندوستان میں وارد تھے"۔ نہ جانے یہ شجرہ کہاں سے ماخوذ ہے کسی تذکرے میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ کہ شاہ صاحبؒ کا سلسلۂ نسب حضرت غوث الثقلین تک پہنچتا ہے۔ یہہ بھی صحیح نہیں ہے کہ شاہ صاحبؒ کبھی ہندوستان تشریف لائے تھے۔ اس پر تمام مورخوں اور تذکرہ نویسوں کا اجماع ہے۔

مقام و سنہ ولادت

مجمع الفصحاء میں ہے کہ:۔

"سید (نعمت اللہ ولی) در پنجشنبہ بست و دوم رجب ۷۳۰ھ ثلاثین وسبع مائتہ وقیل احدی وثلاثین وسبع مائتہ متولد گردیدہ است"

سید نعمت اللہ ولی پنجشنبہ کے دن ۲۲ رجب ۷۳۰ھ اور ۷۳۱ھ سے پہلے متولد ہوئے۔

اس کے بعد ہی یہہ بھی مذکور ہے کہ:۔

"پدرش سید عبد اللہ از عربستان وحلب بہ ایران آمدہ در کچ مکران اقامت نمودند"

آپ کے والد سید عبد اللہ عربستان اور حلب سے ایران آکر حوالی مکران میں مقیم ہو گئے تھے۔

صمصام الدولہ شاہ نواز خاں کی ماثر الامراء (۳ صہ ۲۸۳، اردو ترجمہ) میں میر خلیل اللہ یزدی کے بیان میں مذکور ہے کہ:۔

"قدسی نژاد، اسوۃ العرفا سید نور الدین شاہ نعمت اللہ ولی اولاد سے ہے کہ جو کشف و کرامات میں شہرۂ آفاق ہیں۔ ان کا نسب شریف امام المتقین امام موسیٰ کاظم تک پہنچتا ہے۔ اگرچہ سید کے "مولد و منشا" کی تحقیق نہ ہو سکی لیکن وہ صوری ومعنوی

کمالات سے متصف تھے، اپنے زمانے کے بہت سے اکابر سے انھوں نے استفاضہ کیا تھا اور کرمان میں سکونت اختیار کرلی تھی"۔

شاہ صاحبؒ کے دیوان مطبوعہ ایران کے ص۱۷ میں مذکور ہے کہ:۔

"بقول اسدالدین نصراللہ در روز پنجشنبہ بیست و دوم رجب ۷۳۰ھ در قصبہ کوہ بنان کرمان تولد یافتہ لیکن امیر خلیل اللہ نوۂ آنجناب تولد جد خود را در روز دوشنبہ چہار دہم ربیع الاول سنہ ۷۳۱ھ دانستہ است"

اسدالدین نصراللہ کے قول کے مطابق آپ پنجشنبہ کے دن، ۲۲ رجب سنہ ۷۳۰ھ میں قصبہ کوہ بنان کرمان میں پیدا ہوئے لیکن ان کے پوتے امیر خلیل اللہ اپنے دادا کی ولادت دوشنبہ ۱۴ ربیع الاول سنہ ۷۳۱ھ سمجھتے ہیں۔

رسالہ تلاش (فارسی) مطبوعہ ایران، شمارہ ۲۷، بابتہ فروردین. اردیبہشت سنہ ۱۳۵۱ھ ص۱۵ میں مذکور ہے کہ:۔

"مجمع الفصحاء بہ نقل از تذکرہ ہا و رسالات قدیم مینویسد جد شاہ نعمت اللہ در شہر حلب سکونت داشتہ و تولد اورا در روز پنجشنبہ بیست و دوم رجب" سال ۷۳۰ھ" و برخی سنہ ۷۳۱ھ نوشتہ اند. قول اکثر منابع براینست کہ شاہ نعمت اللہ در حلب تولد یافتہ، سکونت اجداد و سایر قراین نیز ایں مطلب را تائید میکند، اما روایتی نیز ہست کہ در کوہ بنان کرمان

صاحب "مجمع الفصحاء" نے مختلف تذکروں اور قدیم رسالوں سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ شاہ نعمت اللہ کے دادا شہر حلب میں سکونت رکھتے تھے اور ان کی ولادت پنجشنبہ کے دن، ۲۲ رجب سنہ ۷۳۰ھ اور بقول بعض سنہ ۷۳۱ھ تحریر کیا ہے، اکثر مسانید کا اس پر اجماع ہے کہ شاہ نعمت اللہ حلب میں پیدا ہوئے ہیں آپ کے اجداد کی سکونت اور تمام قراین بھی اسی کی تائید کرتے ہیں لیکن ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ کوہ بنان کرمان میں پیدا ہوئے تھے، بہرحال کوہ بنان ہی

متولد شده، بہرحال سکونت او در کوہ
بنان بلامعارض است، خود او میگوید
(بیت) ظاہرم از کھینان و باطنم از
کوہ صاف صوفیانِ صاف را صد
مرحبا باید زدن پدرِ شاہ نعمت اللہؒ
موسوم بہ سید عبداللہ، از عربستان
وحلب بایران کوچ کردہ و بقول مجمع
الفصحا در ناحیہ مکران و کیچ
گردش داشتہ و درھماں نواحی
رحلت نمودہ است مادر سید
را ز اہالی شبانکارہ فارس
دانستہ اند۔

آپ کی سکونت متفقہ ہے۔ آپ خود
فرماتے ہیں میرا ظاہر کوہ بنان اور
میرا باطن کوہ صاف ہے۔ صوفیانِ
صاف کو صد مرحبا کہنا چاہیئے۔
شاہ نعمت اللہ کے والد سید عبداللہ
عربستان اور حلب سے ایران کوچ
کر گئے تھے اور بقول مجمع الفصحا نواحِ
مکران اور کیچ میں منتقل ہوتے رہتے
تھے اور اسی نواح میں وفات پائی،
سید کی والدہ کے متعلق سمجھا جاتا ہے
کہ وہ شبانکارۂ فارس کی رہنے
والی تھیں۔

"میر محمد مصطفےٰ علی علوی، تھانوی ثم حیدر آبادی کی تالیف امیر نورالدین نعمت اللہ" (جس کا قلمی نسخہ میرے پاس موجود ہے) کے صفحہ (۱) پر درج ہے کہ:-

"قطب العارفین، قدوۃ السالکین سلطان الفقراء حضرت سید امیر نورالدین نعمت اللہ ۷۳۰-۷۳۱ھ میں بمقام حلب (عراق) تولد ہوئے۔ آپ کے بزرگوار والد کا اسم گرامی امیر عبداللہؒ تھا، سادات کا یہ گھرانا امام باقرؒ کی اولاد سے تھا، سلسلہ نعمت اللہی کا آغاز آپ کی ذات سے ہوا۔ زندگی کے ابتدائی ایام آپ نے عراق میں بسر فرمائے، پھر وہاں سے بعمر ۲۴ سال مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور مشہور شیخ حضرت امام عبداللہ یافعیؒ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ بعد تکمیل سلوک و ذکر و شغل شیخ نے مرید صادق کو خلافت سے سرفراز فرمایا۔ اپنے شیخ طریقت کی وفات پر مکہ معظمہ سے

سمرقند، ہرات پھر یزد ہوتے ہوتے آخر بمقام ماہان، جو کرمان سے ۸ فرسخ فاصلہ پر ہے اقامت گزیں ہو کر بقیہ عمر کے تمام ۲۵ سال یہاں ہی گزارے اور ۲۰ رجب ۸۳۴ھ مطابق ۵ اپریل ۱۴۳۱ء میں کرمان کے اسی خطۂ خوش ہی میں جان، جان آفریں کے حوالہ کی اور کرمانی مشہور ہوتے۔ حضرت کا مزار مبارک زیارت گاہ خاص و عام ہے۔"

یہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (۳۔ ص۹۲۲) کی مندرجہ تحریر کا ترجمہ ہے، علوی صاحب نے اوپر ۱۳۱۵ پر ف لکھ کر اس کے تحت صراحت کی ہے :۔

"محمود ابن اسلام جس نے ایران سے حضرت کا دیوان چھاپا ہے تاریخ پیدائش ۲۲ رجب ۷۳۰ھ روز پنجشنبہ بتلاتی ہے"

ملاگستاشپ ایرانی نے جو مقدمہ مطبوعہ دیوان از ایران میں تحریر کیا ہے اس میں حضرت نعمت اللہ کی تاریخ وفات "عارف اسرار وجود" بتلاتی ہے جس کے اعداد بحساب ابجد ۸۳۲ ہوتے ہیں۔ حضرت نعمت اللہ شاہ جب تولد ہوتے تو امیر گورگانی کا دور حکومت تھا۔"

سنِ ولادت ۷۳۰ھ اجماعی ہے، تمام معتبر تاریخوں اور تذکروں میں یہی سنہ مذکور ہے، انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (ص۹۲۲) اور سرسائیکس کی مشہور و معروف کتاب ایٹ ایرس ان ایران (ص۱۴۹) میں بھی یہی بیان ہوا ہے، لیکن ایرانی رسالہ تلاش طبع طہران ابتہ فروردین۔ اُردی بہشت ۱۳۵۱ھ ص۱۵ میں دو سنہ یعنی (۷۳۰ھ۔ و برخی ۷۳۱ھ ہجری) دیئے گئے ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ :۔

اما روایتی نیز ہست کہ در کوہ بنان کرمان متولد شدہ بہر حال سکونت او در کوہ بنان بلا معارض است	لیکن ایک روایت یہ بھی ہے کہ کوہ بنان کرمان میں متولد ہوتے بہر حال کوہ بنان میں آپ کی سکونت متفقہ ہے۔

"رسالہ تلاش" کے مذکورالصدر بیان کا ماخذ غالباً شاہ صاحبؒ کا دیوان مطبوعہ طہران (ص۱) ہے کیوں کہ اس کے مولف نے آپ کا مقام پیدائش کوہ بنان ہی بیان کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کےؒ پوتے امیر خلیل اللہ نے آپ کی تاریخ پیدائش ۱۴ ربیع الاول ۷۳۱ھ روز دوشنبہ بتاتی ہے۔

آبا و اجداد

شاہ صاحبؒ کے آبا و اجداد کے مختصر حالات اور اس زمانے کے سیاسی و تعلیمی ماحول کے بارے میں جناب ایم۔ اے حفیظ اپنی کتاب "شاہ نعمت اللہ ولیؒ" مطبوعہ مسلم یونیورسٹی پریس علیگڈھ ۱۳۵۸ھ میں لکھتے ہیں کہ:-

"شاہ صاحب کے جد امجد سید محمد شہر حلب میں پیوند خاک ہوتے ان کا وہ زمانہ ہوگا کہ ملک شام سلطان رکن الدین بیبرس کے زیر حکومت تھا۔ ساتویں صدی کے نصف آخر میں بلاد اسلامیہ پر دو سخت بلائیں نازل تھیں، مغرب سے صلیبیوں کا سیل ابھی تک امنڈتا چلا آرہا تھا، لوئی نہم شاہ فرانس مخاطب بہ لوئی مقدس کو سلطان بیبرس نے ایک ایسی شکست دی کہ یہ سیل آئندہ کے لیئے تقریباً بالکل فرو ہوگیا، سیل تاتار خلافت عباسیہ کو ہمیشہ کے لیئے نیست و نابود کرتا ہوا شام تک پہنچا تھا کہ سلطان موصوف نے ان کو مغلوب کرکے ان کے عروج کو زوال سے بدل دیا، مغلوں میں دین برحق کی اشاعت بھی زیادہ تر اسی کی کوششوں سے ہوئی (آرنلڈ پریچنگس آف اسلام۔ طبع اول ص۱۹۲ بحوالہ مقریزی) ہلاکو خاں نے اسماعیلیوں کو جبل الموت سے جو شمالی ایران میں واقع

۱۔ شاہ خلیل اللہ آپ (شاہ نعمت اللہ ولیؒ) کے صاحبزادے تھے نہ کہ پوتے۔

ہے نکال دیا تھا، ان میں سے بہتیرے تہ تیغ ہوئے۔ جو بچ گئے وہ بھاگ کر شام میں اپنی دوسری شاخ کے ساتھ پناہ گزین ہوئے، شہر حلب کے آس پاس انھوں نے متعدد قلعے بنا رکھے تھے، جہاں سے وہ بلا امتیازِ مذہب مسلمان اور مسیحی سرداروں کو قتل کیا کرتے تھے۔ یہ گروہ حسن بن صباح کا پیرو تھا اور کتب تواریخ میں نزاری یا حشیشین کے نام سے موسوم ہے، بظاہر ان کا مقصد سادات کی حمایت تھی، اس لئے کچھ سادات بھی ان کے دامِ تزویر میں آگئے تھے، سلطان بیبرس نے ۶۷۲ھ تک ان کے کل قلعے چھین لئے اور اس جماعت کو منتشر کر دیا۔ ان میں سے بعض حلب میں روپوش ہوئے۔ سلطان صلاح الدین کے جانشینوں کے عہد میں حلب میں بہ کثرت مدرسے قائم ہوئے جن کے باعث یہ شہر بھی دمشق کے مانند مدینۃ العلوم ہو گیا تھا، یہاں فضلاء عصر درس دیا کرتے تھے اور علم کے پیاسے دور دراز ملکوں سے تکمیلِ فن کے لئے آیا کرتے تھے، ان میں سے ایک جلال الدین بلخی تھے جو بعد کو بہ لقب مولانا روم یقیناً اس گروہ میں شامل ہوئے، جن کی نسبت خود ان کا ارشاد ہے:

بیت۔ بہ زیر کنگرۂ کبریاش مردانند
فرشتہ صید پیمبر شکار یزداں گیر

غرض حلب میں اس وقت علم کا چرچا تھا اور اسماعیلیوں سے خالی نہ تھا۔ شاہ صاحبؒ کے والد سید عبداللہ نے بھی یہیں تعلیم و تربیت پائی۔ انھوں نے عربستان چھوڑ کر ایران میں سکونت اختیار کی اور شبانکارہ فارس کی ایک عورت سے شادی کر لی، شبانکارہ کردوں کے ایک جرگہ کا نام ہے، جو عہد سلاجقہ سے نواحِ داراب گردِ ملکِ فارس میں آباد تھا۔ انہی کے نام پر یہ

خطہ زمینِ شبان کارہ کہلایا (جرنل رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن بابتہ ۱۹۰۲ء ص ۵۲۸ مضمون بر نزہتہ القلوب، حمد اللہ مستوفی) اس کا ایک بڑا قصبہ "ایگ" (ع) ہے۔ قاضی عضد شافعی مذہب اشعری بالعقاید جن کی تصنیف مواقف مع شرحِ میر شریف آج تک مستند اوّل ہے، یہیں کے رہنے والے اور شاہ کے اساتذہ میں سے تھے، خواجہ حافظ ایک قطعے میں کہتے ہیں کہ چند سال پیشتر ملکِ فارس پانچ غیر معمولی ہستیوں سے آباد تھا "من جملہ ان کے

دگر شہنشہ دانش عضد کہ در تصنیف
بنائے کار مواقف بنامِ شاہ نہاد
(شاہ سے شاہ شیخ ابواسحاق انجو مراد ہے)

سید عبد اللہ کا صرف اس قدر پتہ چلتا ہے کہ پیری مریدی کیا کرتے تھے اور مکران کی راہ سے ہندوستان کے صوبہ "کچھ" تک پہنچے۔ کہا جاتا ہے کہ شاہ شہر حلب میں بروز پنجشنبہ ۲۲ رجب ۷۳۰ھ یا ۷۳۱ھ میں پیدا ہوئے، ان کی ولادت حلب میں اسی صورت میں یقین کی جاسکتی ہے کہ ان کے والد نے فارس میں شادی کی۔ وہاں سے "کچھ" آئے، پھر حلب کو لوٹے جہاں شاہ پیدا ہوئے اور یہاں سے شیراز واپس آئے جہاں شاہ کی طالب علمی کا زمانہ گزرا۔ ولادت کے روز و مہینہ بھی شبہ سے خالی نہیں، کیونکہ یہی روز و ماہ ان کی وفات کے بھی بتاتے جاتے ہیں۔ حالانکہ ایسا ہونا غیر ممکن نہیں، شاہ کی طالب علمی کے زمانے میں علاقہ فارس کا حکمراں وہاں ہی کا رہنے والا شاہ شیخ ابواسحاق انجو[2] تھا۔

---

[1] شاہ شیخ ابواسحٰق انجو۔ قدیم دستور کے مطابق مصنف نے حمد و نعت کے بعد بادشاہ وقت کا نام لکھا ہے [2] انجو شیراز کے ایک مشہور محلہ کا نام ہے۔

یہ ایک نہایت خدا ترس اور پاک باز شخص تھا، اس کے بڑھاپے کا زمانہ تھا کہ خراسان سے مبارز الدین مظفری شیراز پر حملہ آور ہوا اور شہر کو آسانی سے فتح کر کے شاہ ابو اسحاق کا خاتمہ کر دیا اور خاندانِ مظفری کی حکومت کی بنیاد ڈالی، اس خاندان میں شاہ شجاع سب سے نامور گزرا ہے، خواجہ حافظ نے اس کی اور شاہ ابو اسحاق کی مدح سرائی کی ہے، ایک قطعہ میں آخر الذکر کی تاریخِ قتل ذال و نون یعنی ۷۵۰ھ لکھی ہے، واضح رہے کہ اس وقت اور اس کے تقریباً ڈیڑھ سو برس بعد یعنی آغازِ عہدِ صفویہ تک اہلِ ایران سنّی مذہب رکھتے تھے، بڑے بڑے فقہاء و متکلمین اس سرزمین سے اُٹھے جو حنفی یا شافعی تھے اور عقاید میں ماتریدی یا اشعری، خاص شہر شیراز میں قاضی عضد قاضیِ شہر تھے، ان کے بعد علامہ تفتازانی و سیّد شریف نے شہرت پائی جن کی تصنیفیں عقاید پر آج تک متداول ہیں مزید برآں اس وقت ایران میں تصوّف کا بڑا چرچا تھا خواجہ بہاء الدین نقشبندی ان ہی کے ہمعصر تھے اور معتقدین کا جمِ غفیر ساتھ رکھتے تھے۔ شیعہ قہستان وغیرہ میں جا بجا پائے جاتے تھے۔ مگر قلیل مقدار میں یہ بھی دو فرقوں میں بٹے ہوئے ایک اثنا عشری دوسرے اسماعیلی "۔

مشہور کتاب "ایٹ ایرس ان ایران" میں میجر پی۔ ام۔ سائیکس نے ۴۸ پر شاہ صاحب کے جو حالات لکھے ہیں ان کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

"ہناکی کاروان سرائے جہاں ہم ٹھہرے تھے ۷۵۰۰ فٹ بلندی پر واقع تھی یہ ایسا مقام ہے جہاں وادی کچھ بند ہوتی ہے۔ پورے طور پر تنگ نہ صحیح۔ چونکہ ماہان کا فاصلہ یہاں سے مختصر تھا۔ اس لئے ہم دیر سے نکلے تھے ٹیلوں کے نظروں سے اوجھل ہونے کے بعد ہم نے نیلے رنگ کے مینار دیکھے۔ یہ مینار

ایک مشہور مقبرہ کے تھے تھوڑی ہی دیر میں ریگستان عبور کرنے کے بعد ہم ایک خوبصورت باغ "فرمن فرما" میں آرام سے پہنچ گئے۔ یہاں بہتے ہوئے پانی، دلکش چشمے اور سایہ دار درخت دلچسپ منظر پیش کر رہے تھے اور دھیمی آواز کے سبب سے ہم بمشکل سو سکے۔

ہم کو جلد ہی مقبرہ دکھایا گیا جو سید نورالدین یزدی المعروف بہ شاہ نعمت اللہؒ کے لئے تعمیر کرایا گیا تھا۔ آپ حضرت امام باقرؓ کے سلسلہ سے ہیں آپ ۷۳۰ھ (۱۳۳۰ء) میں بمقام حلب پیدا ہوئے۔ کافی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے اسفار کا سلسلہ اختیار فرمایا۔ ۸۰ دن تک کوہ دماوند کی چوٹی پر آپ نے مراقبہ میں گزارے اور اتنا ہی عرصہ کوہ ابوند کی چوٹی پر جو یونانی سیاحوں کا مقام تھا آپ نے گزارے یہاں سے آپ کربلا تشریف لے گئے۔ جہاں آپ نے ۴۰ دن خاک پر بسر کئے۔ یہاں سے نجف اشرف ہوتے ہوئے مکہ معظمہ پہنچے۔ جہاں آپ نے سات سال تک سکونت اختیار کی۔ یہاں آپ کی ملاقات شیخ عبداللہ یافعیؒ سے ہوئی جن کے ساتھ آپ نے چند سال سفر کیا۔ اس دوران غالباً آپ ہندوستان بھی تشریف لے گئے۔

سمرقند میں آپ کی ملاقات امیر تیمور سے ہوئی جس نے آپ کی بہت عزت و توقیر کی۔ آپ کے معتقدین کی تعداد بہت بڑھنے کی وجہ سے بادشاہ (تیمور) نے آپ کی اطمینان بخش سکونت کے لئے فاصلہ پر ماہان میں ایک مکان بنوایا اور آپ کو وہاں بھجوا دیا۔ آپ چونکہ پیدائشی سیاح تھے۔ وہاں سے شیراز پہنچے جہاں لوگوں نے آپ کی بہت تعظیم و توقیر کی۔ احمد شاہ بہمنی بادشاہ دکن نے آپ کے لئے بہت قیمتی تحفے بھیجے جن کا محصول آج کل کے ستر ہزار پونڈ کے لگ بھگ ہوتا ہے یہ محصول سلطان شاہرخ نے ادا کیا کیونکہ اس کی بیوی نے کہا کہ اگر یہ محصول عائد کیا جائے گا تو آئندہ تاریخ میں یہ بات اچھی نظروں سے نہیں دیکھی جائیگی۔

آخر کار شاہ نعمت اللہ ولی کا وصال ۸۳۴ھ (۱۴۳۰ء) میں ایک سو سال کی عمر میں ہوا۔ شاہ کی پیشین گوئیاں آج تک مشہور ہیں۔ سب سے زیادہ مشہور

وہ ہے جس کا ترجمہ مسز اسٹیل نے کیا ہے :۔

آتش پرستی ایک سو سال تک، مسیح ایک صدی[1] تک پھر آنسو۔ (یعنی عیسائیوں کی ایک حکومت ہندوستان میں ایک سو سال تک رہے گی) پھر سچا خدا آئے گا دوبارہ، اور پھر ایک جھوٹا قتل ہو گا۔

یہہ پیشنگوئی ایک نسل تک ہر ایک کی زبان پر جاری رہی اور غدر ۱۸۵۷ء کے اسباب میں سے ایک سبب ثابت ہوئی گو اصل سبب نہیں۔

دوسری پیشنگوئی یہہ تھی کہ پرشیا کا آخری بادشاہ نصیر الدین کہلائے گا۔ اس کو بلوچی بہت دُہراتے تھے اور یہہ صحیح[2] ثابت نہیں ہوئی۔

ماہان اور کرمان کے درمیان ریتیلی پہاڑیوں کا سلسلہ ہے ان ریتیلی پہاڑیوں پر قنات اچھی طرح لگائے جا سکے معلوم ہوا کہ زمین سخت ہے۔ یہاں سے قریب "پایاب" کے نام سے ایک مقام ہے جہاں چند گھنٹے ٹھہرے تاکہ اُونٹوں کو بھی آرام ملے۔ مغرب کے قریب سر آساب پہاڑی کا سلسلہ اور قلعہ پار کر کے ہم کرمان پہنچے۔ یہہ دوسری مرتبہ تھا ایک سال کے بعد۔"

تعلیم و تربیت

شاہ صاحبؒ کے والد سید عبد اللہ عربستان و حلب سے ایران تشریف لائے تھے، کنج مکران میں قیام کیا۔ بالآخر اسی نواح میں آپ کا وصال ہوا۔

---

[1] انگریزوں کی حکومت ایک سو سال تک ہندوستان میں باقی رہنے کا شعر بھی شاہ نعمت اللہ ولی کا نہیں ہے بلکہ کسی اور کا شعر یہہ ہے۔ (مولف)

بعد ازاں گیرد نصاریٰ ملک ہندوستان تمام ۔۔۔ حکم شاں صد سال در ہندوستاں پیدا شود

(حضرت نعمت اللہ ولی مولفہ قمر اسلام پوری ص ۳۵) [2] "پرشیا کا آخری بادشاہ نصیر الدین کہلائیگا" دراصل یہہ پیشنگوئی بھی شاہ نعمت اللہ ولی کی نہیں ہے معلوم ہوتا ہے کہ سر سائیکس کو صحیح مواد دستیاب نہیں ہوا تھا (مولف)

شاہ صاحبؒ اپنے والدین کے زیر پرورش رہے۔ آپ کی طالب علمی کا زمانہ شیراز میں گزرا جہاں آپ نے عمدہ تعلیم و تربیت حاصل کی۔ پانچ سال کی عمر سے ہی آپ کے چہرے سے بزرگی و رشد کے علامات ظاہر ہوتے تھے۔ آپ نے اپنے وقت کے مستند علماء سے تعلیم حاصل فرمائی۔ "مجمع الفصحا" کی عبارت کا ترجمہ درج ذیل ہے :۔

"مقدمات علوم شیخ رکن الدین شیرازی سے علم کلام بلاغت شیخ شمس الدین مکیؔ سے، حکمت و تفسیر سیّد جلال الدین خوارزمی سے، اصول فقہ قاضی عضدالدین سے"

آپ کے یہہ تمام اساتذہ اپنے زمانہ کے جیّد عالم اور اپنے اپنے فن میں کمال رکھتے تھے، ایران کا علمی ماحول بھی نہایت سازگار اور پُر سکون تھا۔

مشہور مشائخین و علماء جن کی تفصیل ہم عصر علماء کے ضمن میں علیحدہ بیان کی گئی ہے، موجود تھے اس اعتبار سے بلاشبہ یہہ کہا جاسکتا ہے کہ شاہ صاحبؒ کی پرورش تعلیم و تربیت عالمانہ و نہایت عمدہ اور اچھے ماحول میں ہوئی تھی۔

دوسرا باب

خصوصی علوم وفنون

جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا گیا ہے شاہ صاحبؒ نے اپنے زمانے کے جیّد علماء سے مقدمات علم بلاغت، حکمت، علم کلام و اصول فقہ کی تحصیل فرمائی تھی لیکن جس فن میں آپ نے بدرجۂ اتم کمال حاصل کیا وہ تصوف ہے۔ آپ کا عربی خصوصاً فارسی صوفیانہ کلام نہایت بُلند پایہ ہے۔ آپ کے مطبوعہ کلام اور نادر مخطوطہ کلیات (فارسی) کے مطالعے سے آپ کی بلندیٔ فکر، وسعتِ نظر، روحانی ارتقاء اور تصوف کے نازک ترین مسائل کو بیان کرنے میں آپ کی کامل مہارت کا پتہ چلتا ہے۔ آپ کے کلام کا نمونہ اس کتاب میں بمصداق "مشتے نمونہ از خروارہ" شائع کیا گیا ہے۔

سلسلہ قادریہ، چشتیہ، نقش بندیہ، سہروردیہ وغیرہ کی طرح شاہ صاحبؒ نے ایک سلسلہ "نعمت اللّٰہی" رائج فرمایا تھا۔ آپ کے مرید خلفاء متقدمین اور پسماندگان اپنے نام کے ساتھ "نعمت اللّٰہی" لکھتے ہیں۔

جناب میر مصطفٰے علی تھانوی نے شاہ صاحبؒ کے فضل و کمال کے بارے میں لکھا ہے کہ:۔

"بحر العلوم حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ علم و فضل میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ آپ ایک شارحِ رموزِ عرفانی، مفسّرِ اسرارِ روحانی، فاضل اجل اور شاعر بے بدل تھے۔

آپ علم کلام، حکمت، بلاغت، فصاحت، ادب، فقہ و تفسیر کے ایک عالم متبحر تھے۔ حضرت کی تصانیف عالیہ کی تعداد تین سو تا پانچ سو بیان کی

جاتی ہے جب کہ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام جلد سوم ص۹۲۲ میں آپ کے تصنیف کردہ رسالہ جات کی تعداد (۵۰۰) بتلائی گئی ہے۔ ایک سو رسالہ جات انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مرتب نے حاصل کئے تھے۔ مجمع الفصحا میں حضرت کی تصانیف (۳۰۰) سے زائد بتلائی گئی ہیں۔ بہر حال آپ ایک کثیر التصانیف صاحب حال بزرگ اور باکمال اہل قلم تھے۔ آپ کی تصانیف کا خاص موضوع درویشی یا تصوف ہے اور بنیادی موضوع وحدۃ الوجود ہے۔ ان رسالہ جات میں آپ نے رموز و اسرار تصوف کی تشریح فرمائی ہے۔

آپ نے ابن عربیؒ کی تصنیف کا فارسی میں ترجمہ فرمایا تھا۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے کلمات[۱] کی شرح کا (جو خواجہ کمیل بن زیاد نے عربی میں ترتیب دی ہے) آپ نے فارسی میں ترجمہ فرمایا جس میں حقائق و معانی بطرز رموز و اسرار بیان کئے گئے ہیں۔

تصانیف و تالیفات

حضرت کی نثری تصانیف کا ایک بہت ہی نایاب مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ (اسٹیٹ لائبریری) حیدر آباد دکن میں موجود ہے۔ اس کا عنوان "مجمع اشعار" دیا گیا ہے۔ یہہ کتاب مجمع الاشعار نہیں ہے بلکہ "مجمع الرسائل" تصوف پر مشتمل ہے۔ راقم الحروف نے اس مخطوطہ کا مطالعہ کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہہ مجموعہ حضرت نعمت اللہ شاہ قدس سرہٗ کی تصنیف موجودہ (۱۲۵) رسالہ جات پر مشتمل ہے جس کا موضوع تصوف ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ ایسا بڑا خزینہ تصانیف نعمت اللہی کہیں اور میسر ہو سکے گا اس مجموعہ رسائل نعمت اللہی کی تفصیل شامل کتاب ہذا ہے۔

---

[۱] ایک رسالہ مختصر در شرح کلمات امیر المومنین حضرت علی بن ابو طالب کرم اللہ وجہٗ کہ خواجہ کمیل بن زیاد تصنیف کردہ است بطرز اسرار و حقایق و معارف واضح بیان نمودہ است کہ آنرا نظیرے نیست، باوجود شیخ عبد الرزاق کاشی و دیگر بزرگان دین شرح نوشتہ اند، اما شرح میر نعمت اللہ ولی بر ہمہ ممتاز است (مشکوٰۃ النبوۃ ورق ۴ م ۲۹ و مرأۃ الاسرار ص۱۳۴ بحوالہ مخطوطہ جناب علوی صاحب ص۲۵)

شاہ صاحبؒ کے کلام کے مطالعے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ آپ نے اپنے کلام میں تسلیم و رضا، فنا فی اللہ، اور وحدۃ الوجود کے ادق سے ادق اور نازک ترین نکات و رموز کو نہایت سلیس، شستہ اور بامحاورہ فارسی میں بیان فرمایا ہے:۔

مہدی حسن ناصری نے آپ کے کلام کی یہ خصوصیت بیان کی ہے:۔
"شاہ نعمت اللہ کی غزلیں وحدۃ الوجود کے رنگ میں ہیں یا حقائق تصوف کی شرح میں"۔

(ضا دید عجم مولفہ مہدی حسن ناصری صفحہ ۲۲۷)

استاد سعید نفیسی نے لکھا ہے:۔
"شاہ نعمت اللہ علاوہ بر سرودن شعر کہ دراں گاہے (سید) وزمانے (نعمت اللہ) تخلص میکردہ رسائل مختلفے در عرفان و تصوف از خویش بیادگار گذاشتہ است

(دیوان شاہ نعمت اللہ ولی صفحہ ۱۸ دیباچہ)

مؤلف تاریخ برگزیدگان[1] مشاہیر ایران و عرب نے شاہ صاحبؒ کی تصانیف میں "امانت"، "صرف خیرات"، "شرح اخلاص و شرح گلشن راز بتایا ہے۔

صاحب مجمع الفصحا نے شاہ صاحبؒ کے رسالجات حقایق و معارف کی تعداد تین سو (۳۰۰) سے زیادہ بتائی ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ ایک عرصہ قبل 'ذوالریاستین شیرازی مرحوم نے چند رسالے چھپوائے تھے۔ لکھا ہے کہ رو عدد رسالات

سید زیادہ از سی صد است مولف ہشتاد و دو رسالہ
عربی و فارسی اورا دیدہ است والآن حاضر است
دیوانش را جمع کردہ اند سید داعی اللہ شیرازی

---

[1] تاریخ برگزیدگان مشاہیر ایران و عرب: از امیر مسعود ص۵۸۶

برآں دیباچہ نوشتہ است | اینک دہ، دوازدہ ہزار بیت موجود است
شروع دیوانش این است

بحر
خوش بگو اے یار بسم اللہ بگو | ہر چہ می جوئی ز بسم اللہ بگو
اسم جامع جامع اسماء بود | صورت این اسم عین ما بود

دو نسخہ قلمی آں و مطبوعہ طہران دریں کتب خانہ آصفیہ موجود است

"و نسخہ قلمیہ در فن تصوف بر نمبر ۱۲۹۵ بنام کلیات مخزون است بخط نستعلیق صاف مکتوبہ بقلم عبد العلی نعمت اللٰہی۔
(از فہرست مشروح بعض کتب نفیسہ قلمیہ جلد اوّل ص ۵۸۵)"[1]

میں نے جنوری ۱۹۷۵ء میں کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن (اسٹیٹ لائبریری) میں شاہ صاحب کی حسب ذیل تصانیف دیکھیں۔

۱۔ دو مطبوعہ دیوان (طہران)
۲۔ ۱۲۱۷۰ اشعار پر مشتمل ایک نادر مخطوطہ کلیات جو نہایت عمدہ خط میں ہے۔
۳۔ مختلف عنوانات تصوف پر مشتمل (۱۲۵) قلمی رسالوں کا مجموعہ

یہ دونوں مخطوطات نادر ہیں جن کی طباعت ہو جاتے تو یہ نادر و نایاب خزینہ محفوظ رہے گا ورنہ تلف و کرم خوردہ ہونے کا اندیشہ ہے۔

خصوصیات کلام

شاہ صاحبؒ ولی کامل، صوفی بے مثال، جیّد عالم، عارف باللہ اور شہرۂ آفاق بزرگ تھے، آپ نے اپنے زمانے کے مستند اور بلند پایہ علماء سے علوم دینی کی تحصیل کے بعد بلاد اسلامیہ کے سفر کے دوران باکمال اہل اللہ سے ملاقات کر کے ان سے روحانی فیض حاصل فرمایا۔

---

[1] نیشنل لیاقت لائبریری کراچی میں کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن (اسٹیٹ لائبریری) کا مطبوعہ کیٹلاگ موجود ہے جس میں یہ عبارت درج ہے۔

آپ کا کلام جس کی تفصیل آپ کی تصانیف کے ضمن میں بیان کی گئی ہے، تصوف وعشق الٰہی کے رنگ میں ڈوبا ہوا ہے۔ اس میں عرفان، تسلیم ورضا، فنا فی اللہ، وحدۃ الوجود کے رموز اور ادق سے ادق نکات نہایت سلیس، بامحاورہ اور شستہ زبان میں موجود ہیں۔ حقیقت میں آپ کا کلام (نظم ونثر) معرفت کا بحر بیکراں ہے۔

جناب م۔ع۔ علوی صاحب نے شاہ صاحبؒ کے مطبوعہ دیوانوں، ضخیم مخطوطۂ کلیات ومخطوطہ مجموعہ ۱۲۵ رسالہ جات فارسی کا کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن (اسٹیٹ لائبریری) میں تفصیل سے مطالعہ فرماکر محنت شاقہ اور عقیدتمندی سے آپ کے سوانح حیات اور کلام کا نمونہ مرتب فرمایا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ:۔

"قدوۃ السالکین حضرت نعمت اللہ شاہ کرمانیؒ ایک جلیل القدر عارف ربانیؒ، عظیم المرتبت صاحب حال صوفی، فاضل اجل وعالم بے مثل اور ممتاز مصنف تھے۔ اتقا اور پرہیزگاری کا یہ عالم تھا کہ ساری عمر نان جویں یا جنگل کے درختوں کی پتیوں پر بسر کی۔ اور دن رات ذکر وشغل، مجاہدۂ نفس اور تعلیم وتعلم میں مصروف رہتے[۱]۔ آپ تمام علوم متداولہ کے ایک عالم متبحر تھے آپ نے مقدمات علوم، شیخ شیرازی سے، علم کلام وبلاغت شیخ شمس الدین مکیؒ سے، حکمت وتفسیر سید جلال الدین خوارزمی سے، اصول فقہ قاضی عضد الدین سے تحصیل فرماتے۔ جب یہ چشمہ علم بھرپور ہو گیا تو انہار علم بصورت تصانیف ظاہر ہوئیں۔ آپ کی ۵۰۰ تصانیف بیان کی جاتی ہیں۔ آپ نہ صرف ایک فاضل اجل بلکہ ایک باکمال اور عدیم المثال سخن گو اور فارسی کے ایک مسلم الثبوت اور پرگو شاعر تھے۔ آپ کے قلمی کلیات میں جو (۱۴۱۷۰) اشعار پر مشتمل ہے مختلف النوع اصناف

---

[۱] "بسیار مرتبے صاحب کمال وصاحب حال بودند وخرق عادات ازایشان لاتتناہی شدہ کہ در بیان نمی آید، تمام عمر بجز نان جو وبرگ درخت صحرا دگر، ہیچ چیز نمی خوردہ اند وریاضت مقتدائی وقت بودند ودر زمانہ خود ثانی نداشتند" (منبع الانساب ص۱۸۷)

شاعری میں آپ کا عارفانہ کلام ملتا ہے۔ آپ کے کلام سراپا الہام میں سعدیؒ کی حکمت و بے ساختگی، خسروؒ کی شیریں بیانی، اور فنائیت تبریزیؒ کا کیف و سرورؒ، جامیؒ کا ذوقِ عرفان، حافظؒ کا فیضِ وجدان مغربیؒ کی وارفتگی ملتی ہے۔"

(مخطوطہ جناب م۔ع۔ علوی صاحب۔ ۱۲)

جناب قمر اسلام پوری صاحب نے اپنی کتاب "حضرت شاہ نعمت اللہ ولیؒ" کے ص۴۳ پر روزنامہ امروز ۱۹ جولائی ۱۹۷۸ء کا ایک زبردست تنقیدی نوٹ درج فرمایا ہے جو حسب ذیل ہے:۔

"شاہ نعمت اللہؒ اپنی نیکی اور پرہیزگاری کی وجہ ہی سے نہیں بلکہ اپنے شاعرانہ کمالات کی وجہ سے بھی بہت مشہور ہیں۔ تمام ارباب تذکرہ ان کا نام بڑی عزت سے لیتے ہیں اور ان کے کلام کی بڑی تعریف کرتے ہیں۔ شاہ صاحب کا شمار صوفی شعراء کے اس گروہ سے ہوتا ہے جن میں سنائی۔ عطار۔ مولوی۔ عراقی، اوحدی۔ سلطان ابوسعید۔ ابوالخیر وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے اشعار میں بڑی حلاوت اور لوچ ہے زبان بڑی منجھی ہوئی ستھری، اور یہہ چیز ان کے اکثر معاصر اور قریب العہد شعراء میں موجود ہے۔"

سفر

شاہ صاحبؒ کو اہل اللہ سے مل کر خوشی ہوتی تھی۔ صرف حصول تعلیم ہی آپ کی زندگی کا مقصد نہ تھا بلکہ روحانی مدارج کے حصول اور محبت و قرب الٰہی کی اعلیٰ منازل طے کرنا بھی آپ کے پیشِ نظر تھا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے آپ نے مختلف ممالک اسلامی کے سفر کا سلسلہ اختیار فرمایا۔ اس دوران ریاضت و عبادات میں مصروف رہے اور بہت صعوبتیں برداشت کیں اہل اللہ سے ملاقاتیں کیں کسی سے استفاضہ کیا اور کسی کو مستفیض فرمایا۔ حقیقت یہہ ہے کہ عبادات کے علاوہ اہل نظر ہستیوں کی رفاقت اور صحبت اولیاء کو بھی بڑی اہمیت حاصل ہے جس سے قلوب منور ہوتے

ہیں۔ مولانا روم نے خوب کہا ہے۔

یک زمانے صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

شاہ صاحبؒ خود اس سلسلے میں فرماتے ہیں:۔

ما تا نظر از اہلِ نظر یافتہ ایم
از سّرِ وجود خود خبر یافتہ ایم
ما دُرِّ یتیم را بدست آوردیم
دریائے محیط پُر گہر یافتہ ایم

(دیوان شاہ نعمت اللہ ولیؒ ص ۲۹۲)

ہم اکثر لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنتے ہیں کہ "ولی را ولی می شناسد" یعنی ولی کو ولی پہچانتا ہے۔ دراصل اولیاء کا درجہ بہت بلند ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی ہے اولیائی تحت قبائی لایعرفہم سِوائِی

میرے اولیاء میری قبا کے نیچے ہیں۔ سوائے میرے انھیں کوئی نہیں پہچانتا

مؤلف مجمع[1] الفصحا کا بیان ہے کہ سفر کے دوران سردی کے موسم میں جب آپ سمرقند کے پہاڑ پر غار میں عبادت میں مصروف تھے تو برف سے غار ڈھک گیا جب برف پگھلی تو لوگوں نے آپ کو بخیر و عافیت پایا۔ متحیر ہوئے اور بہت سے لوگ آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے محبوب و مقبول بندہ کو بچانا چاہتا ہے۔ تو اس کو موسمی یا دوسرے مضر اثرات سے محفوظ رکھتا ہے۔

---

(۱) "در سفر ما وراء النہر چندے بہ شہر سبز توقف کرد و در کوہستان سمرقند العین با داشت و در سردی زمستان فرداً و حیداً در آں مغارہا بہ ریاضت بسر برد، و از کثرت برف راہ ہا مسدود شد، چوں در بہار صحاوری بداں کوہسار شد و برف بگداخت۔ سیّد را در غارے دیدند و متحیر ماندند۔ با امیر گورگانی معاصر بود۔ در حدود کوہستان او رنج بعضے کرامات..... نود ہزار کس با مید اظہار ارادت کردند"

(مجمع الفصحاء)

اگر گیتی سراسر باد گیرد
چراغ مقبلاں ہرگز نمیرد

اگرچہ سفر و سیاحت کے دوران میں آپ کو سخت مصیبتیں جھیلنی پڑیں، لیکن آپ ثابت قدم رہے۔ چنانچہ آپ نے موسم سرما میں کوہ دماوند (DEMAVAND) کی چوٹی پر جو طہران کے شمال مشرق میں واقع ہے ۸۰ دن مراقبے اور یادِ الٰہی میں گزارے اور تقریباً اتنے ہی عرصے تک کوہ الوند (MOUNT ALVAND) پر (جو یونانی جغرافیہ دانوں کا تحقیقاتی اور تجرباتی مرکز تھا) آپ عبادت الٰہی و ریاضت میں مشغول اور مستغرق رہے۔ اس واقعے کو سرسائیکس نے اپنی مستند کتاب میں بھی بیان کیا ہے۔

یہہ وہی کوہ الوند ہے جس کا ذکر علامہ اقبال نے اس طرح فرمایا ہے:۔

جوش کردار سے جمشید و سکندر کا طلوع
کوہ الوند ہوا جس کی حرارت سے گداز

شاہ صاحبؒ نے بھی کوہ الوند کے متعلق یہہ شعر لکھا ہے کیونکہ اس پہاڑ کی یاد آپ کے دِل سے محو نہیں ہوئی تھی۔

دِل مادر ہوا ے الوند است — در سرِ زلف یار در بند است

آپ نے مکّہ معظمہ و مدینہ منوّرہ کے قیام کے زمانے میں قطب الدین رازیؒ سے ملاقات فرمائی۔ یہاں سے مصر تشریف لے جاکر سلطان حسین اخلاطی سے ملاقات کی۔ اس کے بعد ایران واپس تشریف لائے۔ تبریز کے سراب میں سیّد قاسم انوار سے جو صوفیہ و اقطاب کے پیشوا تھے۔ ملاقات فرمائی۔ آپ کے ارادت مندوں میں قاسم انوار شامل ہوتے۔

ؔ۱ "ایٹ ایرس ان ایران" صفحہ ۱۴۸ از سرسائیکس EIGHT YEARS IN ERAN

"شاہ ولی پس از تحصیلات دست بسیر و سفر باتے زد منجملہ مکہ و مدینہ وپس ہم مصر رفت و در آنجا بود کہ حسین اخلاطی را ملاقات نمود. پس با یران بازگشت و چندے در سراب تبریز بود و ہم در آنجا قاسم انوار کہ از پیشوایان تصوف و اقطاب بود بحضور او رسید و سلسلہ ارادت در جنبانید"

(رسالہ تلاش فارسی طہران ص ۱۵)

محولہ رسالہ میں لکھا ہے کہ اس کے بعد آپ نے ماورالنہر کا سفر اختیار فرمایا۔ اس سفر میں ایک بڑے عالم و فاضل بزرگ میر حسینؒ سادات سے آپ کی ملاقات ہوئی جنھوں نے کار خیر میں حصہ لے کر سیدہ حسیبہ نسیبہ بنت عمادالدین حمزۃ الحسن (سلطان بخت کی بھانجی) کے ساتھ آپ کا عقد کرا دیا۔ یہ واقعہ تقریباً ۷۹۰ھ کا ہوگا اور اس لحاظ سے اس وقت آپ کی عمر ۶۰ سال ہوگی۔

(رسالہ تلاش مذکور ص ۱۵)

مجھے رسالہ "تلاش" کے مؤلف کے اس بیان سے اختلاف ہے۔ کیونکہ آپ کے اکلوتے صاحبزادے شاہ خلیل اللہ بت شکنؒ کے سنہ ولادت یعنی ۷۷۵ھ سے اس کی مطابقت نہیں ہوتی (شاہ نعمت اللہ ولیؒ کا سنہ ولادت ۷۳۰ھ ہے) شاہ صاحبؒ کی عمر محولہ عقد کے وقت تقریباً ۴۵ سال کی ہوسکتی ہے۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو:-

"بہر حال سید بہ ماورالنہر نمود رفت و در آنجا میر حسین سادات کہ خود از فضلائے عصر بود سید را بکار خیرے دلالت کرد. باین معنی

۱؎ اپنے وقت کے مشہور صوفی بزرگ گزرے ہیں جن کی ایک تالیف "کنز الرموز" تصوف سے متعلق لاجواب کتاب ہے۔ کتاب انوار اصفیا کے ص ۲۲۳ پر آپ کے تفصیلی حالات درج ہیں تاریخ وفات چھٹی شوال ۷۱۸ھ بتائی ہے نیز لکھا ہے کہ ذیل کے شعر کے لحاظ سے آپ ۷۲۹ھ تک زندہ تھے

درہفت صد و بست و نہ ہجری گشت آخر این کتاب ختمت

اسید: تسبیہ نسبۂ اگر خواہر زادہ سلطان بخت و بنت میر عماد الدین
حمزۃ الحسینی بود بہ ازدواج شاہ نعمت اللہ ولیؒ در آورد۔ ظاہراً دریں
وقت شاہ نعمت اللہ شصت سال داشتہ و بنابرایں ایں ازدواج
در حدود ۷۹۰ھ باید صورت گرفتہ باشد"

(رسالہ تلاش فارسی مذکورہ بسدر صفحہ ۵۱)

آپ کے سفر و سیاحت کے بارے میں سر سائیکس نے لکھا ہے کہ پہاڑوں پر ریاضت اور عبادت و مراقبے میں مصروف رہنے کے بعد آپ کربلائے معلیٰ تشریف لے گئے جہاں آپ نے خاک پر ۴۰ دن بسر کئے۔ یہاں زیارت سے فارغ ہو کر آپ نجف اشرف پھر وہاں سے مکہ معظمہ و مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۴ سال تھی یہاں ، سال تک قیام فرمایا اور اسی دوران شیخ عبداللہ یافعیؒ سے بیعت کی۔ اور فیض حاصل کیا نیز آپ کے ساتھ چند سال تک سفر اختیار کیا اور سمرقند میں آپ نے امیر تیمور سے ملاقات فرمائی جس نے آپ کی بہت تعظیم و تکریم کی لیکن جب آپ کے مریدین و معتقدین کی تعداد تیزی سے بڑھنے لگی تو امیر تیمور نے اس خیال سے کہ آپ کچھ فاصلہ پر اطمینان سے سکونت پذیر ہوں قصبۂ ماہان علاقہ کرمان (ایران) میں آپ کے قیام کے لئے ایک قیام گاہ تعمیر کروائی۔ سمرقند سے ہرات پھر وہاں سے شیراز (ایران) روانہ ہوتے جہاں ہر شخص نے آپ کی بہت تعظیم کی۔ وہاں سے یزد اور آخر میں ماہان تشریف لے گئے جہاں آپ نے مستقل قیام فرمایا اور وہیں آپ کا وصال ہوا۔

(ایٹ ایرس ان ایران۔ سر سائیکس صفحہ ۱۴۹ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد ۳ صفحہ ۹۲۲)

ام۔ اے۔ حفیظ صاحب اپنی تالیف "شاہ نعمت اللہ ولی" میں شاہ صاحبؒ کے سفر و حالاتِ زندگی کے بارے میں اس طرح لکھتے ہیں:۔

"ان ہی ایام میں انھوں نے ہرات کے ایک سید صحیح النسب میر عماد الدین حمزۃ الحسینی کی لڑکی، سلطان بخت کی بھانجی سے نکاح کر لیا تھا۔ صاحب مجمع الفصحا

کا بیان ہے کہ یہ نکاح میر حسینی سادات مؤلف کنز الرموز و مصباح الارواح کی وساطت سے انجام پایا لیکن میر حسینی سادات جوان کتابوں کے مؤلف ہیں اور شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانیؒ کے مرید تھے اس تقریب کے نصف صدی پیشتر یعنی ۷۰۸ھ میں وفات پاچکے تھے۔

بعد ازاں کرمان پہنچے۔ ان کے فرزند امیر برہان الدین خلیل اللہ بتاریخ یازدہم ماہ شعبان ۷۷۵ھ پیدا ہوئے۔ سارے دیوان میں یہی ایک تاریخ پائی جاتی ہے۔ یہاں سے نکل کر کوہ بنان آئے۔ یہ وہ کوہ بنان نہیں جو ملک شام میں ایک مشہور پہاڑ ہے بلکہ مضافات اصفہان میں ایک دیہات تھا جہاں ہزاروں مرید تھے جن سے ایک بستی آباد ہو گئی تھی۔

اس کے بعد شاہ صاحبؒ کے حالات کا تقریباً تئیس سال تک پتہ نہیں چلتا۔ معاملات ملک پر نظر ڈالنے سے یہ راز کھل جاتا ہے۔ ۷۸۲ھ سے سارا ایران امیر تیمور کی جولانگاہ بن گیا تھا۔ اس سال وہ شیخ زین الدین ابوبکر تواحیؒ سے ملا۔ انھوں نے اس کے حق میں بہت کچھ دعائیں دیں۔ ...... غرض اس زمانے میں سارا ایران اس شہباز کے پنجہ میں تھا۔ صاحبقران نے ۸۰۷ھ میں انتقال کیا ...... شمال میں امیر تیمور کے ایک چھوٹے بیٹے شاہ رخ مرزا نے جس کو وہ بہت عزیز رکھتا تھا، خراسان و ماوراالنہر پر قبضہ کر کے پایۂ تخت سمرقند سے ہرات تبدیل کر دیا ......

سلطان اسکندر کا دار السلطنت اصفہان تھا۔ اس کے دربار میں فضلاء روزگار کا مجمع رہتا تھا۔ شاہ صاحبؒ اس کے عہد میں تفت میں قیام کرتے تھے جو مضافات یزد میں ایک پُر فضا مقام تھا یہاں انھوں نے ایک خانقاہ بنائی تھی۔

آل تیمور میں شاہ رخ .... سب سے زیادہ نیک نام اور روشن دماغ بادشاہ گزرا ہے .... اس کا عہد شاہ صاحبؒ کا بھی سب سے زیادہ بزرگی و اقتدار کا زمانہ تھا۔ ایک جم غفیر مریدوں کا ساتھ رہا کرتا تھا۔ خود کہتے ہیں۔

ہر کجا شہر است اقطاع من است
گر بہ ایراں گر بہ توراں می روم
صد ہزاراں ترک دارم در رکاب
ہر کجا خواہم چو سلطاں می روم

کہتے ہیں کہ قصبہ ماہان میں ایک پُر فضا مقام تھا اور اب بھی ہے نوے ہزار مریدین کی جمعیت کے ساتھ سکونت پذیر تھے۔ بڑے بڑے علماء و فضلاء ان کے مرید یا معتقد تھے۔ امراء و عمائدین ان کی صحبت کو فلاح دارین کا وسیلہ سمجھتے تھے اور ان کی خدمت میں نذریں اور تحفے بھیجا کرتے تھے جس سے دنیا داروں کے سینے میں رشک و حسد کی آگ بھڑکی۔ شاہ رُخ کے پاس ان کی شکایتیں پہنچنی شروع ہوئیں۔ کفر کا فتویٰ[1] بھی دیا گیا۔ سلطان نے ان کو اپنے پاس بلا بھیجا۔ یہ گئے اور کچھ سوال و جواب کے بعد اس کو ان کی طرف سے اطمینان ہو گیا اور وہ ان کا معتقد بھی ہو گیا۔ اس واقعے کی دولت شاہ نے طول طویل داستان بنا کر رنگین عبارت میں اس طرح تحریر کیا ہے:۔

"حکایت کنند کہ سید مشرب عالی بود و از نزد حکام و اہل دنیا ہموارہ پیش او ہدیہ ہا و طعامہا آمدے و سید قبول کردے و آں نعمتہا را خوردے و نزد مستحقاں رسانیدے۔"

ایم۔ اے حفیظ صاحب بحوالہ مجمع الفصحا یہ حکایت بیان کرتے ہیں کہ ایک دن مقرر ہوا کہ جامع "مسجد عقیق[2]" کے قفصہ[3] میں مرزا اسکندر بن عمر شیخ کے ساتھ شاہ صاحب

۱؎ مجالس المومنین و ریاض الشعراء۔ ذکر شاہ ۲؎ یہ وہی عقیق ہے جس کا ذکر "سوانح جہاں گرد" حالات سفر ابن بطوطہ میں مولوی محمد چراغ علی صاحب نے ص۲۵ پر اس طرح کیا ہے "یہاں (شیراز) کی ایک خوبصورت اور بارونق مسجد کا نام عقیق ہے جو سب مسجدوں میں نہایت آراستہ و پیراستہ ہے" ۳؎ بعض جامع مسجدوں میں بادشاہ کے لئے تھوڑی سی جگہ گھیرا کرتے تھے جس کو عربی میں قفص، قفصا اور فارسی میں قفص کہتے ہیں فیضی جب پہلی دفعہ دربار اکبری میں پہنچا تو کہتا ہے:۔

بادشاہا درون پنجرہ ہم | از سر لطف خود مرا جادہ
زانکہ من طوطی شکر خوارم | جائے طوطی درون پنجرہ بہ

نماز میں شریک رہیں۔ حافظ رازی نے میر شریف (ایک فاضل بزرگ) کی جانماز مرزا اسکندر کی داہنی جانب اور شاہ نعمت اللہ ولیؒ کی جانماز بائیں جانب بچھا دی جب شاہ صاحبؒ بازار سے مسجد کے بڑے دروازے کی جانب روانہ ہوئے تو لوگوں کا اس قدر ہجوم آپ کی دست بوسی کے لئے بڑھا کہ اندیشہ تھا کہ سید شریف لوگوں کے قدموں کے نیچے نہ روند ڈالے جائیں اور آپ کی ہلاکت واقع ہو۔ شاہ صاحبؒ نے آپ کا ہاتھ پکڑا اژدہام سے بچایا اور دونوں قصبہ میں داخل ہوئے۔ میر سید شریف نے دیکھا کہ حافظ رازی نے جو آپ کے مرید تھے۔ آپ کی جانماز سیدھی جانب بچھا دی ہے (سید شریف) نے وہاں سے جانماز اٹھائی اور بلحاظ ادب بائیں جانب بچھا دی، اور شاہ نعمت اللہ ولیؒ کے لئے جانماز داہنی جانب منتقل کردی۔ حافظ رازی نے دریافت کیا کہ ایسا کیوں کیا گیا تو سید شریف نے جواب دیا کہ اس قصہ کو چھوڑو تم اولیاء کے حال سے واقف نہیں ہو"

(صہ ۱۹ تا صہ ۶۲ شاہ نعمت اللہ ولی مولفہ ام۔ اے۔ حفیظ صاحب)

مشاغل اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے کہ تحصیل علوم اور سیاحت وسفر سے فارغ ہو کر شاہ صاحبؒ نے کچھ مدت تک شہر یزد (ایران) میں قیام فرمایا۔ آخر میں قصبہ ماہان (نواحی کرمان) تشریف لے گئے جہاں مستقل سکونت رہی یہاں تشریف لانے سے قبل کی آپ کی مصروفیات و مشاغل کا ذکر ہو چکا ہے۔

آپ کے صاحبزادے شاہ خلیل اللہؒ جو ۷۷۵ھ میں کوہ ہنبان میں تولد ہوئے تھے۔ آپ کے ساتھ ماہان تشریف لے گئے۔

آپ (شاہ نعمت اللہ ولیؒ) کے اہم مشاغل، عبادات، رشد و ہدایات و پند و نصائح تھے۔ آپ لوگوں کی رہنمائی فرما کر ان کو اپنے حلقۂ ارادت "سلسلہ نعمت اللہی" میں منسلک فرماتے تھے۔ آپ نے تصوف کی بڑی خدمت کی۔ آپ مسجد میں امامت فرماتے تھے۔ اور مجذوبوں کو تربیت دیتے تھے جیسا کہ آپ کے مطبوعہ دیوان کی

مندرجہ ذیل عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔

"شاہ چندے در یزد ساکن شدہ و عاقبت در قصبہ ماہان کرمان اقامت
گزید تربیت وارشاد مجذوبان پرداخت۔

ہرچند کہ پا بستہ این آب و گلیم
از روئے کریمان دو عالم خجلیم
در روے جہان نیست چو کرمان جائے
کرمان دلم است و ما اہل دلیم

(دیوان شاہ نعمت اللہ صفحہ ۴۹۵)

بزرگان اطراف ہدایا بدرگاہش می فرستادند و طلب ہمت می کردند۔
شاہرخ مرزا تیموری در سفر شاہ نعمت اللہ بہ ہرات او را تعظیم بسیار کرد۔ ہم چنین
با اغلب عرفا و مشائخ عصر خویش ملاقات کردہ و اکثر آنرا بحلقہ ارادت و طریقت
خویش کشانید۔

شاہ نعمت اللہ در طریقہ تصوف مؤسس سلسلہ مشہور نعمت اللہی است۔
و در راہ طریقت و سیر و سلوک مقامے بلند داشتہ است موارد وجہ تمایز طریقہ نعمت اللہی
از سائر طریقہ ہائے قبل از و بسیار است۔ ولے مہتر از ہمہ آنکہ طریقت او تابع شریعت
می باشد تا آنجا کہ شخصاً در مساجد حضور می یافتہ و امام جماعت می شدہ و بہ ستون ارت
شرع مقدس سخت پابند بودہ است۔

دانستن علم دین شریعت باشد | گر در عمل آوری طریقت باشد
ور جمع کنی علم و عمل با اخلاص | از بہر رضائے حق حقیقت باشد

(دیوان شاہ نعمت اللہ ولی ص۴۹۵)

البتہ ہر دینے تصوف خاص خود را دارد و اینکہ بعضے فکر کردہ اند تصوف اسلامی
تحت تاثیر مسیحیت و یا دین دیگرے بودہ۔ در اشتباہ ہستند۔ بنا بر این تصوف ایران
تصوف مشترک ایرانی و اسلامی است"

بنابرایں تاثیر تصوف ہمیشہ بیش از تاثیر فلسفہ ہائے زود گذر بودہ است. وبہمیں دلیل شاہ نعمت اللہ ولی در مدت عمر طولانی خویش کہ گویا تا حدود صد سالگی رسید بسبب ارشاد و راہنمائی بسیارے از مردم شدہ بود و حتیٰ کسانیکہ را کہ مشائخ آں عصر از لحاظ قابلیت تصوف مردود دانستند در مجلس خویش پذیرفتہ و مورد قبول قرار دادہ و راہنمائی میکردہ است. ہمچنیں برخلاف دیگراں کار و فعالیت را وجہ ہمت خویش مرید انش قرار دادہ است"

(دیوان شاہ نعمت اللہ ولی، دیباچہ ص ۱۹-۱۸)

آپ کو اپنے اکلوتے صاحبزادے شاہ خلیل اللہ سے بیحد محبت تھی۔ چونکہ آپ ان کو اپنا جانشین بنانا چاہتے تھے اس لئے وہ تمام اوصاف اُن (شاہ خلیل اللہ) میں پیدا کرنا چاہتے تھے جن کی ضرورت تھی۔ اسی لئے شاہ صاحبؒ نے اپنے صاحبزادے کی دینی تعلیم اپنے خاص مریدوں کے تفویض فرمائی اور روحانی تعلیم و تربیت اپنے ذمہ لی تھی۔

غرض شاہ صاحبؒ کی زندگی کا ایک اہم کام اپنے صاحبزادے شاہ خلیل اللہ کی پرورش اور تعلیم و تربیت اور صحیح معنیٰ میں اپنا جانشین بنانا بھی تھا۔ شاہ نعمت اللہ ولیؒ کی خاص توجہ کی بدولت آپ کے سعادت مند صاحبزادے (شاہ خلیل اللہ) جملہ اوصاف حمیدہ سے متصف ہوئے۔ اپنے صاحبزادہ کی سعادت مندی اور ان سے آپ کو جو خلوص و دلی لگاؤ تھا اس کو شاہ صاحبؒ نے اپنی نصیحتوں کے ساتھ خاص انداز میں ظاہر فرمایا ہے جس کو اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے۔

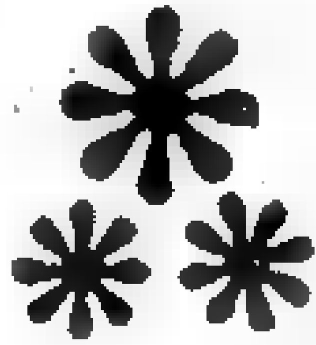
شاہ خلیل اللہ اور آپ کی کثیر اولاد کی بزرگ ہستیوں سے اور ان کی کثیر اولاد سے نہ صرف ایران بلکہ سمرقند، ہرات، کابل اور برصغیر پاک و ہند کے بے شمار باشندوں کو غیر معمولی روحانی فیوض حاصل ہوئے۔ اسلام کی اشاعت اور اسلامی سلطنتوں

سلہ رسالہ اسلامک کلچر شمارہ ۱ بابتہ جنوری ۱۹۴۷ء ص ۴۹ مجریہ حیدرآباد دکن

کے استحکام میں بھی بڑی مدد ملی۔

تعلیم و تدریس

شاہ صاحبؒ کا سب سے اہم مشغلہ درس و تدریس اور تصنیف و تالیف تھا ایک جیّد عالم اور بلند پایہ صوفی و شاعر ہونے کے لحاظ سے آپ نے تصوف و عرفان پر فارسی نظم و نثر پر مشتمل کلام کا خاصا ذخیرہ چھوڑا ہے۔ عربی میں بھی آپ کا کلام موجود ہے۔ آپ کی تصانیف کے ضمن میں کلام کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔



تیسرا باب

خلافت شاہ صاحبؒ حضرت شیخ عبداللہ یافعی مکیؒ کے مرید و خلیفہ تھے جناب م۔ رغ۔ علوی صاحب نے اپنے مخطوطہ ۱۹۷۳ء میں شاہ صاحبؒ کے حالات کے ضمن میں خلافت کا اس طرح تذکرہ کیا ہے:۔

"قطب العارفینؒ قدوۃ السالکین سلطان الفقراء حضرت سید امیر نورالدین نعمت اللہؒ ۷۳۰ھ میں بمقام حلب (عراق) تولد ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی امیر عبداللہؒ تھا۔ سادات کا یہ گھرانا امام باقرؒ کی اولاد سے تھا۔ سلسلہ نعمت اللہی کا آغاز شاہ نعمت اللہ کی ذات ہی سے ہوا۔ زندگی کے ابتدائی دن آپ نے عراق میں بسر فرمائے۔ پھر وہاں سے ۲۴ سال کی عمر میں مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور مشہور شیخ حضرت امام عبداللہ یافعیؒ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ بعد تکمیل سلوک و ذکر و شغل شیخ نے مرید صادق کو خلافت سے سرفراز فرمایا۔

اپنے شیخ طریقت کے وصال کے بعد مکہ معظمہ سے سمرقند، ہرات، پھر یزد ہوتے ہوتے آخر ماہان (جو کرمان سے ۸ فرسخ فاصلہ پر ہے) میں اقامت گزیں ہوتے۔ عمر کے بقیہ پچیس سال یہیں گزارے اور ۲۰ رجب ۸۳۱ھ مطابق اپریل ۱۴۳۱ء کو کرمان کے اسی خطہ میں اپنی جان جان آفریں کے حوالے کی اور کرمانی مشہور ہوئے۔ حضرت کا مزار زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

حضرت نعمت اللہ جب تولد ہوئے تو امیر تیمور گور گانی کا دورِ حکومت تھا اور جب اپنے شیخ امام عبداللہ یافعیؒ سے تحصیل علوم عرفان کے بعد خلافت سے سرفراز ہوئے تو شاہ رُخ مرزا ابن صاحبقران تیمور کی حکومت تھی جو آپ کا عقیدت مند

تھا آپ نے شیخ کے ارشاد پر نواح بلخ کے ایک کوہسار پر جس کا نام کوہ صاف ہے اور جو رجال اللہ کی قدم گاہ مشہور ہے، ریاضت کی اور چلّے کیتے۔ اس کوہسار کے متعلق آپ فرماتے ہیں۔

ظاہرم از کہستان و باطنم در کوہ صاف
صوفیان صاف را در مرحبا باید زدن

گو آپ کے شیخ عبداللہ یافعیؒ تھے مگر آپ نے شیخ صدرالدین شیرازی سے بھی فیض تربیت حاصل کیا۔"

"و با بسیارے اکابر وقت تربیت یافتہ اما نسبت ارادت بخدمت امام عبداللہ یافعی داشت و کشائش کار جناب در کوہ صاف واقع شدہ کہ در نواحی بلخ است و آں کوہسار قدم گاہ رجال اللہ مشہور است سید موصوف چہل اربعین در آں برآوردہ دریں باب میفرماید

ظاہرم از کہستان باطنم در کوہ صاف
صوفیان صاف را در مرحبا باید زدن

مرید امام یافعی است۔ اما بخدمت شیخ صدرالدین شیرازی نیز صحبت داشت"

(مشکوۃ النبوۃ ورق ۳۹۳ - مراۃ الاسرار ص۲۷ ج۲)

سلطان احمد شاہ ولی بہمنی شاہ صاحبؒ کا نہایت عقیدت مند اور آپ کے صاحبزادے شاہ خلیل اللہ بت شکنؒ کا مرید و خلیفہ تھا۔ محمد آباد (بیدر) سے ۲ میل کے فاصلے پر سلطان احمد شاہ کا عالی شان و خوشنما گنبد ہے جس کے اندر ایرانی طرز کے رنگ برنگ لاثانی نقش و نگار اور طلائی طغرے قابل دید ہیں۔ نہایت عمدہ خط کوفی خط طغرا اور نسخ وغیرہ میں فارسی اشعار اور عربی آیات لکھی ہوتی ہیں جو اس زمانے کے مشہور نقاش شکر اللہ قزوینی کا کیا ہوا کام ہے۔ ایک طرف شاہ خلیل اللہ بت شکنؒ کا شجرہ خلافت بھی نہایت خوشخط لکھا ہوا ہے جس سے شاہ نعمت اللہ ولیؒ کا شجرہ خلافت بھی ظاہر ہوتا ہے۔

"محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، علی مرتضیٰ بن ابی طالب، حسن بصری، حبیب عجمی، داؤد طائی، معروف کرخی، سری سقطی، جنید بغدادی، ابو علی رودباری، ابو علی الکاتب، ابو عثمان المغربی، الشیخ ابو القاسم، ابو بکر النساج، احمد الغزالی، ابو الفضل البغدادی، ابو برکات، ابو سعید الاندلسی، ابو مدین المغربی، الفتوح السعیدی، کمال الدین الکوفی، صالح البربری۔ عبد اللہ الیافعی، شاہ نور الدین نعمت اللہ ولی، شاہ خلیل اللہ، سلطان احمد شاہ ولی البہمنی"

اس شجرۂ خلافت کی دوسری طرف سلطان احمد شاہ ولی بہمنی کا سنہ وفات ۲۹ ذی الحجہ ۸۳۹ھ اور اس کے مشہور نقاش شکر اللہ قزوینی کا نام اور حسب ذیل اشعار خوشخط تحریر کیے گئے ہیں:-

تا محیط دیدہ بر ز موج عشق
ہفت دریا را چو سیلے دیدہ ام
نعمت اللہ یافتم در ہر وجود
با ہمہ عشقی و میلی دیدہ ام
نعمت اللہ در ہمہ عالم یکیست
لا تجد مثلی و مثلی لا یجد

("سلطان احمد شاہ ولی بہمنی" مولفہ ظہیر الدین احمد ص ۱۶۲)

مجھے اپنے زمانہ طالب علمی ۱۹۰۹ء تا ۱۹۱۹ء میں اس کتبے کو بارہا دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے کیونکہ سلاطین بہمنیہ کے عالیشان گنبد میری رہائش گاہ سے قریب تھے اور میں اکثر فجر کی نماز کے بعد اپنی والدہ محترمہ کی قبر پر فاتحہ پڑھنے کے لئے چوکھنڈی حضرت شاہ خلیل اللہ بت شکن حاضری دیا کرتا تھا جہاں میری والدہ کا مزار ہے سلاطین بہمنیہ کے گنبد اس چوکھنڈی کے قریب واقع ہیں۔

شاہ صاحبؒ نے اپنا نسب نامہ پدری منظوم کیا۔ اپنا شجرۂ خلافت (سلسلہ شیوخ) بھی منظوم فرماکر کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رکھی۔ آپ کے مطبوعہ

دیوانوں اور قلمی کلیات میں یہہ شجرہ موجود ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کا نسب سلسلہ نفری (شجرہ خلافت) ۲۰ واسطوں سے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہے منظوم شجرۂ خلافت ملاحظہ فرمائیے:۔

شیخ ما کامل و مکمل بود — قطبِ وقت و امام عادل بود
گاہ ارشاد چوں سخن گفتے — در توحید را بکو سُفتے
یافعی[۱] بود نام عبداللہ — رہبر رہروان آں درگاہ

۱؎ عبداللہ یافعی

صالح بربری[۲] روحانی — شیخ شیخ منست تا دانی

۲؎ صالح بربری

پیر او ہم کمال کوفی[۳] بود — کز کمالش بسے کمال افزود

۳؎ کمال الدین کوفی

باز باشد ابوالفتوح سعید[۴] — کہ سعید است آں سعید شہید

۴؎ ابوالفتوح سعید

از ابی مدین[۵] او عنایت یافت — بکمال از ولی ولایت یافت
مغربی بود و مشرقی بصفا — آفتابے تمام مہ سیما
شیخ ابی مدنیست شیخ سعید — کہ نظیرش بنود در توحید
دیگر آں عارف ودود بود — کینت او ابو سعود[۶] بود

۵؎ ابو مدین المغربی ۶؎ ابو سعود

بود در اندلس ورا مسکن — بس کرم کرد روح او با من
پیر او بود ہم ابو برکات[۷] — بکمال وجمال وذات وصفات
باز ابوالفضل[۸] بود بغدادی — افضل فاضلاں بہ استادی
شیخ او احمد[۹] غزالی بود — مظہر کامل جمالی بود

۷؎ شیخ ابوالبرکات ۸؎ ابوالفضل بغدادی ۹؎ شیخ احمد غزالی

خرقداش پارہ بود واو بکراست | زانکہ نساج او ابوبکراست[۱۰]
پیر نساج شیخ ابوالقاسم[۱۱] | مرشد عصر و ذاکر دائم
باز شیخ بزرگ ابوعثمان[۱۲] | کہ نظیرش نہ بود عرفان

[۱۰] ابوبکر نساج [۱۱] شیخ ابوالقاسم [۱۲] ابوعثمان

مظہر لطف حضرت واہب | بندگی ابوعلی کاتب[۱۳]
شیخ او شیخ کاملش دانند | بوعلی رودباریش[۱۴] خوانند
شیخ او ہم جنید بغدادی[۱۵] | مصر معنی دمشق دلشادی

[۱۳] ابوعلی کاتب [۱۴] بوعلی رودباری [۱۵] شیخ جنید بغدادی

شیخ او خال سری سقطی[۱۶] | محرم حال او سری سقطی
باز شیخ سری بود معروفی[۱۷] | چوں سری بہرا و باد مکشوف
او ز موسیٰ جواز احساں یافت | کفر بگذاشت نقد ایماں یافت

[۱۶] شیخ سری سقطی [۱۷] شیخ معروف کرخی

یافت در خدمت امام مجال | بود بواب درگہش دہ سال
شیخ معروف رانکو میداں | شیخ داؤد طائیس[۱۸] میخواں
شیخ او ہم حبیب محبوبست[۱۹] | عجمی طالبست و مطلوبست

[۱۸] شیخ داؤد طائی [۱۹] شیخ حبیب عجمی

پیر بصری[۲۰] ابوالحسن باشد | شیخ شیخان انجمن باشد
یافت او صحبت علی ولی[۲۱] | گشت منظور بندگی علیؓ
خرقہ او ہم از رسول خداست[۲۲] | ایں چنیں خرقہ لطیف کراست

[۲۰] حسن بصری [۲۱] حضرت علیؓ [۲۲]

نعمت اللّٰہم وز آلِ رسول | نسبتم با علیست زوج بتول

(نسبتم با علی نسب ز بتول)

(شاہ نعمت اللہ کلیات مخطوطہ ص ۴۰۹-۴۱۰، بحوالہ م.ع. علوی صاحب)

ایں چنیں نسبت خوشی بتمام   خوش بود گر ترا بود و سلام

شاہ صاحبؒ کا شجرۂ خلافت آپ کے منظوم کلام سے عیاں و ثابت ہے۔[1] اس شجرے میں جن بزرگوں کے اسماء گرامی مذکور ہیں، ان کے بارے میں مزید حوالہ جات درج ذیل ہیں۔

سیّد عبد اللہ یافعیؒ

شاہ صاحبؒ نے اپنے شیخ کی توصیف میں حسب ذیل رباعی بھی لکھی ہے۔

مظہر کامل است عبد اللہ   بر ہمہ شامل است عبد اللہ
وصف او را کجا توانم کرد   سیّد کامل است عبد اللہ

(دیوان شاہ نعمت اللہ ص ۵۲۹)

نیز یہ غزل بھی شیخ کی فضیلت کے بارے میں لکھی ہے :-

شیخ ما بود در حرم محرم   قطب وقت و یگانۂ عالم
از دمشق مردہ می شدے زندہ   نفسش ہمچو عیسیٰ مریم
بصفات قدیم حق موصوف   ہفت دریا بہ نزد او شبنم
شرح اسماء بذوق خوش خواندہ   عارف اسم اعظم آں اعظم
بود سلطان اولیاء جہاں   بود روح القدس ورا ہمدم
سینہ اش بود محرم اسرار   در دلش بود گنج حق مدغم
نعمت اللہ مرید حضرت اوست   شیخ عبد اللہ است او فافہم

(دیوان شاہ ص ۴۳۸)

شیخ عبد اللہ شافعی کے حالات سے متعلق تاریخ فرشتہ میں اس طرح مذکور ہے کہ :-

"منقول ہے کہ سید جلال الدین حسین بخاری نے اثنائے سیر و سلوک میں

---

[1] یہ آخری شعر دیوان شاہ نعمت اللہ ولی با مقدمہ استاد سعید نفیسی میں ص ۶۳۸ پر درج ہے۔ پورا شجرہ خلافت منظوم نہیں درج ہے۔ [2] از نام شدہ بہ پیستہ۔ درہم و درج کردہ شدہ

تین سو اور کئی اہل کمال کی شرف زیارت سے مشرف ہو کر فیض کلی حاصل کیا اور جس وقت سید بیت اللہ میں تھے ان کے اور شیخ عبداللہ شافعی کے درمیان صحبت اور محبت واقع ہوئی۔ ایک روز سید ممدوح طواف کرتے تھے دیکھا کہ غلاف کعبہ کا معلق ہے اور دیوار قائم نہیں ہے۔ سید نے شیخ عبداللہ شافعی سے متحیر ہو کر اس کا سبب پوچھا۔ شیخ نے فرمایا: "آن کعبتہ راحت انی زیارت قطب الہند نصیر الدین محمود یعنی کعبہ قطب ہند شیخ نصیر الدین کی زیارت کو گیا ہے اور چونکہ آنحضرت مقام متبحر (یعنی کار رکھتے ہیں اور سستی سے آ نہیں سکتے کعبہ وہاں گیا اور شیخ نے یہہ بھی ارشاد کیا کہ اس وقت دہلی میں اگرچہ وہ درویش جو سابق میں تھے نہیں رہے لیکن ان کی تاثیر اور برکت قطب الدین، نصیر الدین محمود میں موجود ہے اور بالفضل وہ دہلی کے چراغ ہیں اور وہ جناب بہ چراغ دہلی اس وجہ سے مشہور ہوئے کہ جب سید جلال الدین حسین بخاری نے یہہ کلام سُنا اور آپ کی ملاقات کے مشتاق ہوئے اور جب آنحضرت نے اپنے اوچہ کی طرف عود کیا ۷۷۲ھ میں بہ شہر دہلی شیخ نصیر الدین محمود سے ملاقات کی۔ شیخ نے فرمایا کہ الحمدللہ کہ جو ظن آپ اس فقیر کی نسبت لے گئے تھے۔ وقوع میں آیا اور یہہ بھی ارشاد کیا کہ رحمت خدا کی شیخ عبداللہ شافعی پر نازل ہو کہ مجھے ساتھ اس دولت کے رہنموں کیا۔" (اور سید جلال الدین حسین بخاری کے کمالات اور حالات کتاب قطبی میں ایک درویش نے تصنیف کی ہے کہ بشرح وبسط مرقوم ہیں لہذا طول سے اندیشہ کر کے اس میں سے بطریق اختصار لکھتا ہے۔")

تاریخ فرشتہ (اردو) جلد دوم ص ۵۹۸

شیخ عبداللہ یافعیؒ کے بارہ میں مزید تفصیلات یہہ ہیں:۔

ابو محمد عبداللہ بن اسعد الیافعی ایک جیّد عالم اور باکمال بزرگ تھے۔ آپ ۶۹۸ھ میں یمن میں پیدا ہوئے اور ۷۶۵ھ میں مکہ معظمہ میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کا تذکرہ نفحات الانس میں (ص ۷۴۵ پر) اس طرح درج ہے "ابوالسادات عفیف الدین عبداللہ بن اسعد یافعی الیمنی تنزیل الحرمین شریفین رضی اللہ عنہ،

از کبار مشائخ وقت بودہ است. عالم بودہ بعلوم ظاہری و باطنی. وی را مصنفات است.
از انجملہ ۱. تاریخ مراۃ الجنان ۲. عبرۃ الیقظان فی معرفۃ الحوادث الزمان (در تصوف)
۳. کتاب روضۃ الریاحین حکایات صالحین۔

(دیوان شاہ نعمت اللہ ص۲۳۶ مخطوطہ م.ع. علوی)

مزید حالات ملاحظہ کیجئے:-

"شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ امام یافعیؒ خود بھی عارف اسم اعظم تھے. انھوں نے چالیس برس حرمین شریفین کے درمیان بسر کئے جس کے باعث ان کو قطب مکہ کہا گیا ہے. ان کی بہت سی تصانیف ہیں جن میں تاریخ یافعیؒ مشہور و معروف ہے ۷۶۸ھ میں انتقال کیا. ان کے بارہ میں دولت شاہ کا قول ہے کہ:-

"فضیلت شیخ عبداللہ یافعی را ہمیں سعادت بس است کہ ہمچو سید نعمت اللہ عارفے از دامن تربیت او برخاستہ کہ بزرگان عالم بر تحقیق و تکمیل سید نعمت اللہ متفق اند"

شاہ صاحبؒ نے ان کے بعض رسالوں کی شرحیں لکھی ہیں جن سے ظاہر ہے کہ ان کے اکثر خیالات و جذبات ان کے مرشد کے خیالات و جذبات پر مبنی ہیں اور آخر الذکر کی بنیاد تصانیف ابن عربی ہے ...... امام یافعی کی خدمت میں شاہ صاحبؒ سات برس رہ کر ان سے اجازت ارشاد و خرقہ خلافت حاصل کیا"

(شاہ نعمت اللہ ولی مرتبہ ام. اے حنیظ مطبوعہ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ ص۱۴)

آپ نے اپنی اکثر تصانیف "تاریخ یافعی و تکملہ روضۃ الریاحین اور نشر المحاسن وغیرہ میں حضرت غوث الثقلین کے احوال اور خرق عادات کا تذکرہ کیا ہے آپ کی وفات یکشنبہ کی رات ۲ جمادی الاخر سنہ ۷۶۸ھ میں واقع ہوئی۔

(سفینۃ الاولیاء (اردو) مولفہ دارا شکوہ ص۱۰۱)

۲- شیخ صالح بربری. آپ کمال الدین کوفی کے مرید تھے آپ کا اسم گرامی شیخ ابوالحسن نورالدین علی بن عبداللہ الیمنی الطواشی ہے. طواش افریقہ کی قوم بربر کے

کے ایک قبیلہ کا نام ہے جس کی رعایت سے شاہ صاحبؒ نے اپنے سلسلہ ارادت میں ان کو صالح بربری کہا ہے۔

(شاہ نعمت اللہ ام۔اے حفیظ ص ۱۳)

۳۔ شیخ کمال الدین کوفی مرید تھے شیخ ابو الفتح سعیدی کے۔

۴۔ شیخ ابو الفتح سعیدی مرید تھے شیخ مدین مغربی کے۔

۵۔ شیخ ابی مدین مغربی متوفی ۵۹۰ھ مرید تھے شیخ ابی سعید اندلسی کے۔

۶۔ شیخ ابی سعید اندلسی مرید تھے شیخ ابی البرکات کے۔

۷۔ شیخ ابی البرکات مرید تھے شیخ ابو الفضل بغدادی کے۔

۸۔ شیخ ابو الفضل بغدادی مرید تھے امام احمد غزالی طوسی کے۔

۹۔ ابو الفتوح مجد الدین احمد بن غزالی طوسی چھوٹے بھائی تھے ابو حامد محمدؒ غزالی کے آپ ایران کے بہت مشہور و معروف علماء و فقہا و واعظین میں سے تھے جب آپ کے بھائی نے مدرسہ نظامیہ کی تدریس سے سبکدوشی حاصل کی تو آپ اپنے بھائی کی جگہ مدرسہ مذکور میں تدریس میں مشغول ہو گئے ۵۲۰ھ میں وفات پائی قزوین میں آپ کا مزار ہے۔

۱۰۔ شیخ ابی بکر نساج بقول عطار مرید تھےؒ سقطی کے اور بہت سے مشائخین و پیروں کے اُستاد اور واعظ تھے شبلی اور ابراہیم نے خاص طور پر آپ کی مجلس میں توبہ کی۔

۱۱۔ شیخ ابو القاسم گرگانی بقول عطار کے اویس قرنی کے مرید تھے۔ عرصہ تک "اویس اویس۔ اویس" فرماتے رہے۔ آپ فرماتے تھے من عرف اللہ لا یخفیٰ علیہ شی یعنی جس نے خدا کو پہچانا اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی۔

۱۲۔ شیخ ابی عثمان مغربی مرید تھے شیخ ابو علی کاتب کے۔

۱۳۔ شیخ ابو علی کاتب مرید تھے شیخ علی رودباری کے۔

۱۴۔ شیخ علی رودباری نے بقول عطار کے جنید کی صحبت دریافت کی۔ آپ سے

پوچھا گیا کہ صوفی کون ہے۔ آپ نے جواب دیا "صوفی آنست کہ صوف پوشد بر صفا و بچشاند نفس را طعم جفا و بنہد از دنیا از پس قفا و سلوک کند بطریق مصطفےٰ۔"

(وفات ۳۳۴ھ میں ہوئی۔ مزار مبارک مصر میں ہے (سفینۃ الاولیاء ص ۱۰۷)

۱۵۔ ابوالقاسم جنید محمد:۔ آپ عرفا اور مشائخ صوفیہ سے تھے۔ ۲۰۷ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ کہا جاتا ہے آپ نے پیدل سفر کر کے تیس مرتبہ خانہ کعبہ کی زیارت کی اور ۲۹۷ھ میں بروز شنبہ ۲۷ رجب کو وفات پائی۔

۱۶۔ سری سقطی شاگردوں میں سے تھے معروف کرخی کے اور شیخ عطار کے قول کے لحاظ سے اہل تصوف کے امام تھے۔ سب سے پہلے بغداد میں حق و توحید کی اشاعت آپ نے کی۔ عراق کے بیشتر مشائخین آپ کے مرید ہوئے۔

۱۷۔ معروف کرخی:۔ آپ بغداد کے عرفا و مشائخین میں تھے۔ آپ ۲۰۰ھ کو فوت ہوئے اور بغداد ہی میں مدفون ہوئے۔ "تذکرۃ الاولیاء میں شیخ عطار نے لکھا ہے کہ آپ کے والد اور والدہ اپنے آبائی دین سے آتش پرست تھے اور آپ نے (شیخ معروف کرخی) علی بن موسیٰ الرضاؑ کے ہاتھ پر اسلام قبول فرمایا۔ آپ کے والدین بھی مسلمان ہوئے۔ آپ کے داؤد طائی کے پاس ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔ پھر آپ کے مریدوں کے زمرہ میں شامل ہو گئے۔

۱۸۔ داؤد طائی:۔ آپ شیخ عطار کے قول کے مطابق "اکابر عرفا و سید القوم" میں سے تھے۔ اور تمام علوم میں خصوصاً فقہ میں سر برآوردہ تھے۔ ۲۰ سال تک حضرت ابوحنیفہؒ کی شاگردی کی۔ آپ نے فضیل و ابراہیم ادہم کو بھی دیکھا ہے آپ کے پیر طریقت حبیب داعی تھے (آپ کی وفات ۱۶۲ھ یا ۱۶۵ھ میں ہوئی۔ مزار بغداد شریف میں ہے۔

(سفینۃ الاولیاء ص ۱۵۹)

۱۹۔ حبیب عجمی:۔ آپ کے متعلق شیخ عطارؒ فرماتے ہیں:۔

"صاحب صدق و صاحب ہمت بود و کرامات و ریاضات کامل داشت۔ و بر دست حسن بصری توبہ کرد......"

۲۰۔ حضرت علی ابن ابیطالب آپ مولائے متقیان تھے۔

۲۱۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (آپ کی شان مبارک میں صرف اتنا عرض کرنا کافی ہے کہ ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر) — (دیوان شاہ نعمت اللہ ولی با مقدمہ استاد سعید نفیسی مطبوعہ طہران صفحات ۶۳۸ - ۶۳۶)

مریدین و معتقدین

جیسے جیسے شاہ صاحبؒ کے علم و فضل اور کشف و کرامات کی شہرت پھیلنے لگی ویسے ویسے آپ کے مریدین اور معتقدین کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ سلطان احمد شاہ بہمنی دکن میں حکمراں تھا جس کا پایہ تخت محمد آباد بیدر تھا۔ یہ بادشاہ نہایت رحمدل، خدا ترس اور بزرگان دین کا معتقد تھا حضرت سید محمد حسینی خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کا جو اپنے وقت کے جنیدؒ عالم، عظیم صوفی اور مقدس بزرگ تھے مرید ہوا سلطان نے حضرت کو حسن آباد (گلبرگہ دکن) میں معقول جاگیر دی جو اب بھی آپ کی اولاد کے قبضہ میں ہے۔

جب ۱۷ ماہ ذیقعدہ ۸۲۵ھ (۱۴۲۱ء) روز دوشنبہ کو حضرت خواجہ بندہ نوازؒ کا وصال ہوا تو بادشاہ کو بہت صدمہ ہوا وہ ہر وقت غمگین رہا کرتا تھا۔ اس نے حضرت کے مزار پر کثیر سرمایہ سے نہایت عالیشان گنبد تعمیر کرایا اور حضرت کی اولاد کے ساتھ اعتقاد جاری رکھا۔

(مقالہ سلطان احمد شاہ بہمنی مولفہ ظہیر الدین احمد صد ۱۴۱ - ۱۴۲)

توضیح :۔ کتاب "رہبران طریقت و عرفان" (فارسی)، مولفہ حاج مرزا محمد باقر سلطان گنابادی مطبوعہ طہران میں متذکرہ صدر تمام شیوخ و اقطاب کے نہایت تفصیلی حالات درج ہیں :۔

سلطان احمد شاہ بہمنی ہمیشہ بزرگان دین کی تلاش میں رہتا تھا۔ اس نے جب حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ کے کشف وکرامات کی بہت شہرت سنی تو آپ کی خدمت میں آپ کے خاص مرید شیخ حبیب اللہ جنیدی کے ہمراہ میر شمس الدین کے ذریعہ بیش بہا جواہرات کے تحفے ایران بھیجے۔

سرسائیکس نے لکھا ہے کہ ان قیمتی جواہر کا جو محصول (کسٹم ڈیوٹی) مشخص کیا گیا تھا وہ آج کل کے ستر ہزار پونڈ کے لگ بھگ ہوتا ہے۔ یہ رقم سلطان شاہ رخ بن امیر تیمور نے اپنی بیوی کے کہنے پر خود ادا کی تھی کیونکہ اس کی بیوی کا خیال تھا کہ اگر ان بزرگ پر یہ محصول عائد کیا جائے گا تو آئندہ تاریخ میں یہ بات اچھی نظروں سے نہیں دیکھی جائے گی۔

(اے ہسٹری آف ایران سرسائیکس ص ۱۴۹)

سلطان کے ان دونوں فرستادوں نے اس کے کہنے کے مطابق شاہ صاحبؒ سے ہندوستان تشریف لانے کی درخواست کی۔ آپ نے سلطان کے بھیجے ہوئے ان اصحاب کی خاطر و مدارات کی اور اپنے مرید مُلّا قطب الدین کرمانی کو ایک "تاج سبز دوازدہ گوشہ" صندوق میں رکھ کر دیا اور یہ ہدایت فرمائی کہ یہ امانت بادشاہ کے حوالہ کردیں۔ مرشد کے حکم کی تعمیل میں جب مُلّا قطب الدین دکن پہنچے تو بادشاہ نے ان کو دیکھتے ہی چیخکر کہا کہ یہ وہی فقیر ہیں جنھوں نے مجھے خواب میں "تاج سبز دوازدہ ترک" عنایت کیا تھا۔ میں نے اس خواب کا ذکر ابھی تک کسی سے نہیں کیا ہے۔ اگر ان کے پاس "سبز تاج دوازدہ ترک" ہے تو یہ میرے خواب کی تعبیر ہوگی۔

مُلّا قطب الدین بادشاہ کے قریب پہنچے اور سلام کر کے شاہ نعمت اللہ ولی کی دُعا کہی اور یہ کہا کہ شیخ نے فرمایا ہے کہ فلاں تاریخ سے تمہاری امانت میرے پاس محفوظ تھی جس کو تم تک پہنچانے کا موقع شیخ حبیب اللہ کے آنے سے ملا ہے لہٰذا یہ امانت بھیجی جا رہی ہے۔ سلطان احمد بہمنی کا بیان ہے کہ یہ تقریر سُن کر اس پر عجیب کیفیت طاری ہوئی۔

پھر ملّا قطب الدین نے کہا کہ اے بادشاہ دِل میں خطرہ نہ لا۔ یہ وہی تاج سبز دوازدہ ترک ہے اور میں وہی فقیر ہوں جس کو خواب میں دیکھا تھا۔ بادشاہ یہ کہکر کہ مناسب ہے ملّا قطب الدین سے بغلگیر ہوا اور ان کو اپنے قریب بٹھاکر اس نے صندوق کھولا اور تاج کو اُسی قسم کا پاکر اپنے سر پر رکھا۔

شاہ صاحبؒ نے اپنے دست مبارک سے ایک خط لکھ کر سلطان کے پاس بھجوایا تھا جس میں اس کو اعظم السلاطین شہاب الدین احمد شاہ ولی بہمنی کے نام سے مخاطب فرمایا تھا۔ اس بنا پر سلطان نے خطبوں اور فرامین میں اپنے نام کے ساتھ "ولی" پکارنے اور لکھنے کا حکم صادر فرمایا۔

(تاریخ فرشتہ (اردو) جلد اوّل ص۴۲۱ و تاریخ خورشید جاہی ص۱۸۲ و ص۲۰۷ (حاشیہ)

پھر سلطان احمد شاہ ولی بہمنی نے حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کی خدمت میں خواجہ جمال الدین سمسانی اور سیف اللہ حسن آبادی کو بھیجا اور درخواست کی کہ اپنے صاجزادے کو دکن روانہ فرمائیں۔ چونکہ شاہ صاحبؒ کے ایک ہی صاجزادے شاہ خلیل اللہ تھے جن کی جدائی آپ کو گوارا نہ تھی اس لئے آپ نے اپنے پوتے مرزا ضیاء الدین[1] نور اللہ بن شاہ خلیل اللہ کو دکن روانہ فرمایا۔ جب میر نور اللہ کے دکن پہنچنے کی اطلاع بادشاہ کو ملی تو اس نے میر ابوالقاسم جرجانی کے ہمراہ خاصہ کی پالکی بھیجی۔ جب میر نور اللہ پایہ تخت سلطنت بہمنیہ محمد آباد بیدر (دکن) کے قریب پہنچے تو بادشاہ نے تمام شہزادوں اور امرائے سلطنت کے ساتھ آپ کا استقبال کیا۔ اور آپ کو بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ شہر میں لایا۔ جس مقام پر آپ سے ملاقات ہوتی تھی وہاں ایک گاؤں بسا کر اس کا نام "نعمت آباد" رکھا۔ وہاں یک مسجد بھی بنوائی اور ایک قلعہ کی بنیاد بھی ڈالی۔ جو اب تک نامکمل حالت میں باقی ہے یہہ مقام بیدر کے قریب مانجرا ندی کے کنارے پر واقع ہے۔ جس کو دیکھنے کا راقم الحروف

---

[1] تاریخ خورشید جاہی میں ص۲۰۸ پر مرزا ضیاء الدین لکھا گیا ہے درحقیقت میر ضیاء الدین صحیح ہے۔

کو اتفاق ہوا ہے۔

سلطان احمد شاہ بہمنی نے میر نور اللہ کو تمام مشائخ کرام حتیٰ کہ اولاد حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ پر بھی ترجیح دی اور آپ کو ملک المشائخ کا خطاب دے کر اپنی صاحبزادی[1] کا عقد آپ کے ساتھ کر دیا۔

(تاریخ خورشید جاہی ص۲۰۴ تاریخ فرشتہ (اردو) جلد سوم ص۱۳۹ مقالہ سلطان احمد شاہ بہمنی مولفہ ظہیر الدین احمد ص۱۲۱)

بتاریخ ۲۲ رجب المرجب ۸۳۴ھ م ۱۴۳۰ء شاہ نعمت اللہ ولیؒ کا وصال قصبہ ماہان ہوا۔ جب سلطان کو آپ کے وصال کی اطلاع ملی تو وہ بہت مغموم ہوا حضرت کا عرس کیا۔ سادات مشائخ اور علماء کے ساتھ خود بہ نفس نفیس تقریبات عرس انجام دیئے۔ غرض بادشاہ کو شاہ صاحبؒ سے بیحد عقیدت تھی جس نے اس کو آپ کی اولاد کے ساتھ بھی برقرار رکھا۔

(مقالہ سلطان احمد شاہ بہمنی مولفہ ظہیر الدین احمد صاحب ص۱۴۳)

تاریخ خورشید جاہی میں اس طرح مذکور ہے:۔

"شاہ خلیل اللہ بھی ہمراہ مخدوم زادہ اپنے شاہ حبیب اللہ غازی اور شاہ حبیب[2] اللہ ثانی (شاہ محب اللہ) وارد دکن ہوئے۔"

عجیب[3] روداد کہ اسی روز نور اللہ صاحب نے انتقال فرمایا۔ بادشاہ بنا بر تجہیز و تکفین باہر شہر کے آیا اور خلیل اللہ صاحب کو اعزاز و اکرام سے شہر میں لایا۔ مرید

۱۔ میر نور اللہ کے ساتھ اپنی صاحبزادی کا عقد کر کے آپ کو بادشاہ نے جاگیر بھی دی جس کی تفصیل فارسی کی منسلکہ عبارت میں درج ہے ۲۔ تاریخ خورشید جاہی میں بجائے "شاہ محب اللہ" کے "شاہ حبیب اللہ ثانی" سہواً درج ہے ۳۔ کتاب رہبران طریقت و عرفان مولفہ حاج محمد باقر سلطانی گنا بادی مطبوعہ طہران میں حالات شاہ خلیل اللہ کے تحت لکھا ہے کہ شاہ نور اللہ نے خود اپنے والد بزرگوار کا استقبال بادشاہ کے ارشاد پر بیدر میں دیگر امراء کے ساتھ فرمایا تھا۔

ہوا خلافت باقی شاہ حبیب اللہ کو دامادی سے اپنی اور محب اللہ کو دامادی سے شاہزادہ علاء الدین کے مختص فرمایا اور شاہ نے چاہا تھا کہ جاگیر واسطے عرف شاہ خلیل اللہ کے مقرر کرے، آپ نے قبول نہ کیا، بادشاہ نے تجویز سے عقلاء عصر کے قصبہ سٹیرم معہ مضافات انعام میں تقرر فرمایا بدلیل اس لفظ کے مدت ہوئی کہ وہ انعام نہ رہا لیکن لکھا ہے کہ زمینداری وہاں کی تصرف میں اولاد سید بزرگوار کے باقی ہے۔

(تاریخ خورشید جاہی ص۲۰۹ حاشیہ)

جناب میر محمد مصطفےٰ علی تھانوی صاحب نے اپنے مخطوطہ میں فارسی مستند تواریخ و کتب کی عبارت اس طرح نقل فرمائی ہے:۔

"سلطان احمد شاہ ولی بہمنی در عہد فرخندہ خویش با مشائخان و درویشان صاحب حال اعتقاد تمام داشت و سلوک خوب مینمود و میخواست کہ از کدام فیض باطن .... و ہمیشہ طالب مردم خوب بود۔ سلطان خبر وصال (حضرت خواجہ بندہ نواز) بعمر یک صد و پنج سالگی ہفدہم شوال ۸۲۵ھ ہشت صد و بست و پنج ہجری) در شہر گلبرگہ شنید، محزون و دلگیر گشت دماندن شہر گلبرگہ بر خود شاق دانستہ در اثنائے رامیخواست کہ کجائی جائے درست دیدہ دار السلطنت خود ساختہ ہمانجا ساکن شود۔ دریں اثنا مناظر شہر بیدر را پسندیدہ ہمانجا ساکن شد، ہمیشہ محزون و ملول بود۔ تا کدام مشائخ دیگر کہ ہمسر آں سید عالی مقام بیش او تجویز کنند و از وے فیض اندوز گردد۔ مقربان بعرض رسانیدند کہ از کرمان و ماہان ولی معتبر الموسوم بہ نعمت اللہ ولی است، مثل او دریں عصر نیست لہٰذا شیخ حبیب اللہ جنیدی را کہ از مریدان آنحضرت بود باتفاق شیخ شمس الدین قمی و جمیع دیگر از اہل دل با تحف و ہدایائے وافر بہ کرمان فرستاد تا بہ وکالت سلطان دست ارادت در دامن آں قطب زمان زدہ استدعا و دعوت نمایند۔ شاہ نعمت اللہ ایں جماعت را اعزاز و اکرام نمود، ملا قطب الدین کرمانی را کہ دانشمند و ژندہ پوش و در سلک مریدان آنحضرت بود روانہ دکن گردانید، و تاج دوازدہ ترک در صندوق گذاشتہ بملا قطب الدین

سپرد کہ آں امانت را بسلطان احمد شاہ رساند۔ چوں ملا قطب الدین بہ دکن رسید از دور نظر سلطان بروے افتاد بے اختیار فریاد برداشت و گفت ایں ہماں درویش است کہ در خواب تاج دوازدہ ترک بمن دادہ مبارکباد سلطنت گفت۔ مولانا نزدیک رسید سلام کرد و دعاء شاہ نعمت اللہ رسانید و گفت چہ جا حیرت است من آں درویشم الحال تاج مذکور عطیہ نعمت اللّٰہی ہمراہ آوردم۔ سلطان در پہلوے خود جا داد و دست بادب گرفتہ بردیدہ نہاد۔ و در سر گذاشت۔

شاہ در ہند و شیخ در ماہان تاج بخشی چنیں کنند شاہان

چوں شاہ نعمت اللہ آں شاہ را در مکتوب بدست خود اعظم السلاطین شہاب الدین سلطان احمد شاہ ولی البہمنی نوشتہ بود حکم فرمود کہ بر بالائے منابر و در فرامین ہمیں عبارت نام او را مذکور ساختہ شدہ باشند ہماں سال خواجہ عماد الدین مسعود سمنانی و سیف اللہ حسن آبادی را بخدمت شاہ نعمت اللہ ولی فرستاد و بہ التماس ارسال یکے از اولاد امجاد بنا بر آں کہ آنجناب غیر از یک فرزند شاہ خلیل اللہ نام فرزند دیگر نبود، جدا تی او بر خود شاق دانستہ پسرزادۂ خویش را امیر ضیاء الدین نور اللہ بن سید خلیل اللہ نام داشت روانہ دکن نمود، چوں خبر آمدن او بہ بندر چول رسید سلطان پالکی خاصہ خود را با سید محمد صدر، و میر ابوالقاسم جرجانی بداں جانب فرستاد و بعد ازاں کہ بحوالی دار الخلافہ رسید با جمیع شہزادہا بہ پیشوائی رفتہ قرین اعزاز و اکرام بشہر احمد آباد بیدر در آورد و در جائے ملاقات او قریہ و مسجدے ساختہ موسوم بہ نعمت آباد گردانیدہ۔ دختر خود بہ آں سیدزادہ داد بہ دامادی خویش مشرف و معزز گردانید، اما چوں رغبت سیدزادہ در عنفوان جوانی بود متوجہ بکام دولت دنیوی بود و در باب ارادت و تلقین بروی نیاورد۔ جمعیت سواران دادہ قصبۂ پرگنہ ہرود و جاگیرش داد، گویند چوں سید شاہ خلیل اللہ ایں خبر شنید کہ پسرش دنیا دار شد، وے بنہایت خفگی بر زبان فرمود کہ پسرم در دکن رفتہ دنیا دار شد خدا تعالیٰ صورت او را زندہ نہ نماید۔ ہمچناں شد۔ روزے کہ

سید خلیل اللہ بہ بیدر رسید بھاں روز انتقال او شد چوں سید شاہ نعمت اللہ ولی در ۸۳۴ھ ہشت صد و سی و چہار ہجری بہ قریہ ماہان ودیعت حیات سپرد، شاہ خلیل اللہ معہ مخدوم زادہائے دیگر یکے شاہ حبیب اللہ غازی، و دیگرے شاہ محب اللہ تشریف فرمائے دکن گردید. شاہ حبیب اللہ بہ دامادیٔ سلطان احمد شاہ و شاہ محب اللہ بہ دامادیٔ شاہزادہ علاء الدین کامیاب شد. سلطان احمد شاہ آنحضرت را باعزاز و اکرام بہ شہر آوردہ در مکانے کہ متصل و بیرون قلعۂ ارک فرود کنانید فیض اندوز آنحضرت گردید، سلطان خواست کہ یہ او جاگیرے دہد، آنحضرت بفرمود "من سیرم"، پس بہ تجویز عقلا قصبۂ سیڑم بہ جاگیرش بخشید. آنحضرت بست و چہارم رجب ــــــ بہ عالم قدس رحلت فرمود. سلطان علاء الدین در عصر سلطنت خود بر مزار شریف آں حضرت چوکھنڈی مرتفع کنانیدہ است مشرق رو بہ نزد بیدر.

تذکرۃ القادری، از ورق ۱۹ ص ۲۷ تا ص ۳۲ مخطوطہ م. ع. علوی ص ۸۰

"سلطان احمد شاہ بہمنی ۱۲ سال حکومت کر کے ۸۳۸ھ میں انتقال کر گیا. حضرات سادات کی دعاؤں کی برکت سے اس کی اولاد میں نو پشت تک ملک دکن کی بادشاہی رہی. ان سلاطین بہمنیہ میں سے اکثر حضرات شاہ خلیل اللہ کی اولاد سے کمال عقیدت و ارادت رکھتے تھے، یہاں تک کہ ان بہمنی بادشاہوں نے اپنی بیٹیاں بطور احترام و برکت ان سیدزادوں سے بیاہ دیں. اور یہ بھی ہوا کہ حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ کے وصال کے بعد ان کی اولاد سے کئی فرزندان ہندوستان تشریف لائے اور یہاں ان کی قدر و منزلت اور وقعت تھی. انھوں نے یزد کو اپنا وطن بنا لیا اور اقامت گزیں ہو گئے. یہاں ان کی بڑی عزت و شہرت ہوئی اور انھوں نے بڑا مرتبہ پایا چنانچہ بادشاہان صفویہ نے اپنی لڑکیاں ان سیدزادوں کے عقد نکاح میں دے کر اس کو اپنی سعادتمندی خیال کیا. ان ہی سیدزادوں میں سے جو اب شاہزادے اور خاندان شاہ عباس صفوی والی ایران کے خواہر زادے تھے ہندوستان تشریف لائے. ان کے نام میر ظہیر الدین اور میر میران تھے. ہندوستان میں اس وقت شہنشاہ جہانگیر کی حکومت تھی. مغل شہنشاہ

نے بھی سیدزادوں اور شاہزادوں کی عظمت خاندانی اور وجاہت نسلی کا احترام کیا اور اپنے چھوٹے بھائی کی بیٹی سے میر ظہیر الدین کا نکاح کروا دیا جس سے ایک صاحبزادے تولد ہوتے جن کا نام بھی مرزا نعمت اللہ ہوا۔ میر میران بھی شہنشاہ کے پاس بڑی عزت رکھتے تھے۔"

سلطان احمد شاہ مدت دوازدہ سال حکومت کردہ و تا نہ پشت فرزندان او سلطنت ولایت دکن داشتند۔ اکثر ایں سلاطین ہمیشہ ارادت بہ فرزندان شاہ خلیل اللہ می آوردند و دختران خود را نیز در عقد نکاح ایشان می دادند۔ بعضے از فرزندان شاہ نعمت اللہ بعد انتقال در شہر یزد وطن اختیار کردند۔ در آں جا بے عظیم سلسلہ رسانیدند چنانچہ بادشاہان صفویہ دختران خود را در عقد نکاح می بستند۔ ازاں جملہ دو سید زادان از فرزندان دے کہ خواہر زادہ (شاہ عباس صفوی والی ایران) بودند۔ یکے میر ظہیر الدین و دوم میر میران کہ در دور جہانگیر بادشاہ بہ ہندوستان آمدند، شاہ مذکور دختر برادر خود را در عقد نکاح در آوردہ از دے فرزند خلف مرزا نعمت اللہ در وجود آمد و میر میران پیش جہانگیر حرمت بسیار داشت

(مشکوٰۃ ورق ۳۰۲/ب اور ۳۹۴/ب (م۔ع۔ علوی صاحب مد)

حضرت شاہ نعمت اللہ ولیؒ کے مریدوں میں ابو اسحاق فخر الدین احمد حلاج شیرازی بھی تھے جن کو اطعمہ بھی کہتے ہیں۔ ان کے کلام کے مجموعہ کا نام دیوان اطعمہ ہے۔ فن شعر میں ان کا خاص رنگ تھا۔ نظموں میں کھانے کا ذکر ہوتا تھا۔ استعارات اور تشبیہات میں بھی اس رنگ کو ملحوظ رکھا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ مرشد (شاہ نعمت اللہ ولیؒ) نے یہ رباعی کہی۔

گوہر بحر بیکران مائیم
گاہ موجیم و گاہ دریائیم
ما بدیں آمدیم در دنیا
کہ خدا را بخلق بنمائیم

اس کو اسحاق اطعمہ نے اس طرح اُلٹا دیا:۔

رشتہ لاکٹ[1] معرفت مائیم
گاہ خمیریم و گاہ بغرائیم
ما درآں آمدیم در مطبخ
کہ بما ہیچہ قلیہ بنمائیم

شاہ نعمت اللہ ولیؒ سے جب ابو اسحاق اطعمہ کی ملاقات ہوئی تو شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ "میں نے خدا کا ذکر کیا تھا۔ تو نے یہہ کیا کیا؟ ابو اسحاق اطعمہ نے جواب دیا کہ "اللہ تک تو رسائی نہ تھی۔ نعمت اللہ (خدا کی نعمت) کا ذکر کیا" شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ "اپنی شاعری پر فخر کرتا ہے"۔

خوانے کشیدہ ام زسخن قاف تا بقاف
ہم کاسئہ کجاست کہ دید برابرم

(ضا دید عجم مولفہ مہدی حسن ناصری ص۲۲۶)

شاہ صاحبؒ کے ایک خاص مرید ملّا قطب الدین بھی تھے جن کو سلطان احمد شاہ ولی بہمنی نے آپ کی خدمت میں روانہ کیا تھا۔ ان کا ذکر اُوپر آچکا ہے۔

ایران کے یہہ عمائد وزراء اور علماء شاہ صاحبؒ کے ہمعصر تھے اور آپ کے مریدوں میں شامل تھے۔ خواجہ صاین الدین علی ترکہ، مولانا شرف الدین یزدی، حافظ ابرو، حاجی نظام الدین احمد شیرازی

(رسالہ تلاش (فارسی) مطبوعہ ایران جلد ۴ ۱۳۵۲ھ ص۱۵)

شاہ صاحبؒ کا ایک اور مرید ملّا شرف الدین مازندرانی تھا جو بہت بڑا عالم و فاضل اور مشہور و بے نظیر خوشنویس گزرا ہے۔ بیدر کے ایک شاہی محل (جس کو موتی محل و تخت محل بھی کہتے ہیں) کی تعریف میں شیخ آذری نے حسب ذیل دو اشعار کہے ان کو ملّا شرف الدین مازندرانی نے جلی خط میں لکھا اور تلنگانہ کے سنگ تراشوں نے

---

[1] طغار

جو اپنے کام میں بڑے ماہر تھے اس قطعہ کو ایک بڑے پتھر پر کندہ کیا اور محل کے دروازہ پر نصب کیا۔

حبذا قصر مشیّد[1] کز فرط عظمت
آسماں سدۂ از پایہ ایں درگاہ است
آسماں ہم نتواں گفت کہ ترک ادب است
قصر سلطان جہاں احمد شاہ بہمنی است

(مقالہ شاہ نعمت اللہ ولی ص۱۴۸)

سلطان احمد شاہ نے اس قطعہ کو بہت پسند کیا اور شیخ آذری کو چار ہزار تنگے[2] اور ملّا شرف الدین مازندرانی کو جو اس زمانہ کا بہترین و مشہور خوشنویس تھا خوشخط لکھنے کے صلہ میں بارہ ہزار تنگے عنایت کیے۔ شیخ آذری کو مکرّر پچپن ہزار تنگے، خلعت خاص و پانچ ہندی غلام دیتے گئے۔

(مقالہ شاہ نعمت اللہ ولی صفحہ ۱۴۹)

اس واقعہ کو معروف مورّخ مولوی ابو تراب محمد عبدالجبار خاں صوفی رملکاپوری، براری، حیدرآبادی صدر مدرس عربی و فارسی مدرسہ اعزّہ حیدرآباد دکن[3] نے اپنی کتاب میں بڑے دلچسپ انداز میں اس طرح بیان کیا ہے۔

"جب منجمین سے معلوم ہوا کہ قلعہ و دارالامارۃ کا بنانا مبارک و مسعود ہے پس حسب الحکم بنائیں۔ ہنروروں نے قدیم حصار بیدر کے مقام میں دارالامارۃ و منازل و محلات شاہی کی بنا رکھی اور قلعہ و دارالامارۃ کی تعمیر و ترمیم میں مشغول ہوتے۔ تھوڑی ہی مدّت میں تیار ہو گئے۔ پھر امراء و ارکان دولت نے بادشاہی عمارات کی اطراف میں منازل و مساکن بنالئے۔ قلعہ چار سال کی مدّت میں تیار ہوا۔ قلعہ کی

---

[1] برہان مآثر میں قصر اس طرح لکھا ہے۔ قصر معظم کز فرط عظمت۔ آسمان پایہ مہ از سدہ آلہ
[2] تنگہ بہمنیوں کے زمانہ کا چاندی کا سکہ تھا جو وزن میں ایک تولہ چاندی کے برابر تھا۔ [3] محبوب الوطن تذکرۂ سلاطین دکن حصّہ اوّل ص۴۹۹، ص۵۰۰

عمارت نہایت ہی مستحکم و سنگین ہے سیاہ پتھر و چونہ سے بنائی گئی ہے۔ قلعہ کا دروازہ تقریباً چار ہزار گز اور بلندی حصار پندرہ پندرہ گز ہے اور اس کے اطراف تین خندقیں بھی بنائی گئی ہیں۔ اور قلعہ میں شاہی محلات قطار در قطار تھے ایک خاص محل جس کا نام دارالامارۃ و تخت محل کے نام سے مشہور ہے۔ بادشاہ بہمنی نے یہہ محل اپنی نشست و دربار کے لیئے بنایا تھا۔ شہر و عمارات کے تعمیر کے زمانہ میں شیخ آذری جو عالم و فاضل شاعر کامل بادشاہ کے ہمرکاب تھا۔ بادشاہ کی مدح میں اور عمارات کی تعریف میں قصائد و اشعار لکھے۔ جائزہ وافر پایا۔ جب ۸۳۵ھ میں دارالامارۃ تیار ہو گیا تب شیخ آذری اسفرائنی نے اس کی تعریف میں یہہ رباعی کہی :۔

حبذا قصر مشید کہ زفرطِ عظمت
آسمان سدۂ از پایۂ ایں درگاہ است
آسمان ہم نتوان گفت کہ ترک ادب است
قصرِ سلطان جہاں احمد بہمن شاہ است

اور ملا شرف الدین ماژندرانی خوشنویس نے جو شاہ نعمت اللہ ولی ماہانی کا مرید تھا اور خوشنویسی میں مشہور تھا، رباعی کو خط جلی میں لکھا اور سنگتراشان تلنگی کے ہات سے ایک پتھر کی تختی پر کندہ کرا کے دروازہ پر لگا دیئے۔ ایک روز اتفاقاً دروازہ پر بادشاہ کی نظر پڑی، شاہزادہ سے پوچھا کہ یہہ رباعی کس نے کہی۔ شاہزادہ نے کہا، شیخ آذری نے کہی، بادشاہ بہت خوش ہوا۔ چونکہ شیخ مدت سے اجازت چاہتا تھا کہ وطن مالوفہ مراجعت کرے لیکن بادشاہ اجازت نہیں دیتا تھا۔ پس شاہزادہ نے موقع پا کے حسب تحریک شیخ عرض کیا کہ شیخ بمقتضائے حب الوطن من الایمان وطن مالوف جانا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر بادشاہ اجازت دے تو نصف ثواب حج اکبر جو میں نے ادا کیا ہے پیشکش کرتا ہوں۔ بادشاہ اس بات سے بہت خوش ہوا اور فرمایا کہ شیخ آذری کو بلائیں اور خزانچی کو حکم دیا کہ چالیس ہزار تنگہ سفید کہ ہر ایک تنگہ مساوی ایک تولہ چاندی ہوتا ہے شیخ کے لیئے حاضر کریں۔ شیخ حسب الطلب دربار

میں آیا اور زرِ عطیہ کو دیکھا، کہا لا یحتمل عطایا کم الا مطایا کم یعنی کوئی نہیں اٹھا سکتا تمہارے عطیات کو مگر تمہارے اونٹ و مواشی، بادشاہ مسکرایا اور فرمایا کہ اور بیس ہزار تنکہ خرچ راہ وکرایہ کے لئے حاضر کریں اور اسی مجلس میں خلعت خاصہ و پنج غلام ہندی بھی عنایت کر کے مراجعت وطن کی اجازت دی اور شیخ آذری سے رخصت کے وقت اقرار و عہد کیا کہ مادام الحیات بہمن نامہ لکھنے میں کوتاہی نہیں کروں گا۔ جب تک زندہ رہا بہمن نامہ لکھتا رہا۔ ہر سال دارالخلافہ پہنچتا تھا۔ خلاصہ کلام بہمن نامہ ہمایوں شاہ تک تالیف کیا۔ آخر سنہ ۸۶۶ھ میں آذری نے عالم فانی سے عالم بقا رحلت کی۔ اس کے بعد ملا نظیری اور ملا سامعی و دیگر شعراء نے تا خاتمہ سلطنت بہمینہ کتاب کو ختم کیا۔ فی زمانہ بہمن نامہ نادر الوجود ہے۔

شاہ نعمت اللہ ولیؒ کے ایک خلیفہ سید علی دیوانہؒ ہیں۔ جن کا مزار پنجاب[۱] کے ایک گاؤں میں واقع ہے۔ رکن الدولہ سید لشکر خان بہادر (جن کا نام میر اسماعیل ہے) کا سلسلہ نسب آپ (سید علی دیوانہؒ) تک پہنچتا ہے۔ میر اسماعیل کے بزرگ بلخ کے مضافات سرپل کے رہنے والے تھے ماثرالامراء جلد دوم (اردو) کے ص ۳۶۲ تا ص ۳۶۵ پر میر اسماعیل کے اوصاف اور کارناموں کو سراہا گیا ہے۔ آپ آصف جاہ بہادر کے زمانہ میں تھے۔

کشف و کرامات

حقیقت یہ ہے کہ شاہ صاحبؒ ولی کامل اور عشق الٰہی کے نشہ سے سرشار تھے۔ عبادات و ریاضات میں مصروف رہتے تھے۔ آپ پر ایک خاص عالم بیخودی طاری رہتا تھا۔ آپ شہرت طلبی اور کشف و کرامات کے اظہار کے خواہشمند نہ تھے چنانچہ اس بارہ میں آپ اپنا خیال اس

۱؎ پنجاب کے جس گاؤں میں سید علی دیوانہؒ کا مزار ہے اس گاؤں کے نام و مقام کا پتہ نہ چل سکا۔ نیز آپ کے مزید حالات معلوم نہ ہو سکے جستجو جاری ہے۔ سنا گیا کہ مزار زیارت گاہ خاص و عام ہے ناظرین سے استدعا ہے کہ اگر کسی صاحب کو اس بارہ میں معلومات حاصل و دستیاب ہوں تو از راہ کرم کمترین کو ان سے آگاہ فرما کر ممنون فرمائیں۔

طرح ظاہر فرماتے ہیں۔

ما عاشق و رندیم ز طاعات مپرس
وز ما بجز از حال خرابات مپرس
از زاہد ہشیار کرامات طلب
مستیم ز ما کشف و کرامات مپرس

ترجمہ:۔ ہم عاشق و رند ہیں ہم سے طاعات کے بارہ میں نہ پوچھو اور ہم سے خرابات کے حال کے سوائے کچھ مت پوچھو۔ زاہد ہشیار سے کرامات طلب کرو۔ ہم مست ہیں ہم سے کشف و کرامات نہ پوچھو۔

کتاب سلسلۃ العارفین (جو کرامات و خوارق عادات صوفیہ پر مشتمل ہے) کے مصنّف نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ دریائے نیل کے کنارہ پر جب شاہ نعمت اللہ ولیؒ اور سیّد حسین اخلاطی کی ملاقات ہوئی تو سیّد حسین اخلاطی خلوت سے باہر آکر شاہ نعمت اللہ ولیؒ سے گلے ملے۔ دوستوں کی خیریت دریافت کی اور فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ سے کچھ استفادہ کروں۔ شاہ نعمت اللہ ولیؒ نے جواب میں فرمایا کہ آپ کچھ فرمائیے۔ سیّد حسین اخلاطی نے کیمیا و سیمیا کے کچھ راز بیان فرمائے۔ شاہ صاحبؒ نے فرمایا میرا مقصد کیمیا سے فقر محمدی ہے اور پھر یہ شعر سنایا۔

جاں میدہند بہر جوئے سیم اغنیا
اگر نیند از عمل کیمیاء فقر

(دیوان شاہ نعمت اللہ صہ ۱۹ دیباچہ)

ترجمہ:۔ دولتمند لوگ ایک جَو برابر چاندی کے لئے جان دے دیتے ہیں (افسوس یہ لوگ کیمیائے فقر کے عمل سے آگاہ نہیں ہیں۔

تشریح:۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ لوگ کیمیا گری کی دھن میں ساری عمر لگے رہتے ہیں

ے دیوان شاہ نعمت اللہ ولی صہ ۶۸۹

اور کیمیا اسی کو سمجھتے ہیں ایک چٹکی بھر سونا بنالیں اور اسی میں ان کی ساری زندگی تمام ہو جاتی ہے۔ افسوس ہے کہ یہ لوگ جو دولت کے اس قدر دیوانے ہیں۔

وہ دولتِ فقر۔

اور کیمیا گریٔ فقر سے بالکل آگاہ نہیں ہیں۔ ورنہ وہ دیکھتے کہ فقر انھیں کیسی دولت سے مالا مال کر دیتا ہے۔

(فقر آدمی کو بے نیازی کی دولت بخشتا ہے اور ہر چیز سے بے نیاز کر دیتا ہے)

شاہ صاحبؒ کے اس ارشاد سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ دولت کے پرستار دنیا پرستی میں ڈوب جاتے ہیں اور جو شخص دولت سے بے نیاز ہوتا ہے وہ دنیا سے بے پروا ہو کر خالق عالم سے وابستہ ہو جاتا ہے۔

بیان ہوا ہے کہ جس زمانہ میں شاہ صاحبؒ ہرات میں مقیم تھے ایک دن سلطان شاہرخ نے آپ سے کہا کہ آپ صوفی صافی ہیں، پھر امراء دولت سے کیوں میل جول رکھ کر مشکوک لقمہ تناول فرماتے ہیں۔ شاہ صاحبؒ نے اس کے جواب میں فرمایا۔

گر شود از خوں دو[1] عالم مال مال

کئے خورد مرد خدا اِلّا حلال

ترجمہ:۔ دنیا میں خونخواری ہی خونخواری ہو تب بھی جو اللہ کا نیک بندہ ہے وہ لقمۂ حلال ہی اٹھاتا ہے۔

اصل عبارت ملاحظہ ہو:۔

"درباره اقامت سید در ہرات حکایتے ہم ذکر میکنند، بدیں معنی کہ روزے سلطان شاہرخ بہ شاہ نعمت اللہ گوید شما کہ بصفت صفا موصوفید اندچرا با امراء دولت مجالست دارند و لقمۂ شبہ ناک میل می کنند؟

شاہ ولی درجواب می گوید

---

[1] کلیات شاہ نعمت اللہ ولیؒ (مخطوطہ) میں بجائے دو کے جملہ عالم لکھا ہے۔ اور رہبران طریقت و عرفان میں ص ۱۸۴ گر جہاں را خوں بگیرد مال مال اور ص ۱۸۵ پر گر بگیرد خون جہاں را مال مال

گر شود از خون دو عالم مال مال
کئی خورد مردِ خدا الّا حلال"

(رسالۂ تلاش فارسی. شمارہ ۳۴ صفحہ ۱۵ مطبوعہ طہران)

اس کے بعد بادشاہ نے ایک دن امتحان کے طور پر شاہ صاحبؒ کو ناشتہ پر مدعو کیا اور اپنے ایک ملازم کو حکم دیا کہ جبراً کسی سے بکرے کا ایک بچہ چھین لائے اور باورچی خانہ (شاہی مطبخ) میں داخل کرے۔ اس سخت گیر اور لاپرواہ غلام نے دیکھا کہ ایک ضعیف عورت بکرے کا بچہ (برہ) لے جارہی ہے۔ غلام نے بکرے کے اس بچہ کو چھین کر شاہی مطبخ میں داخل کیا۔ جب کھانا تیار ہوا اور سب لوگ کھانے سے فارغ ہوتے تو بادشاہ نے شاہ صاحبؒ سے بکرے کا بچہ (برہ) جبراً اٹھالانے کا واقعہ بیان کیا۔ شاہ صاحبؒ نے جواب دیا کہ پہلے حقیقی واقعات معلوم کرنے کے لئے تحقیقات فرمالیجیے۔

بادشاہ کو تجسس و تحقیق کی فکر لاحق ہوئی۔ دریافت کرنے پر بڑھیا نے جواب دیا کہ میرا لڑکا بکریاں خریدنے کے لئے بازار گیا ہوا تھا میں نے یہ منت مانی تھی کہ اگر وہ خیر و عافیت سے لوٹے گا تو میں بکرے کا ایک بچہ (برہ) شاہ نعمت اللہ ولی پر نثار کروں گی۔ وہ کل رات بسلامت گھر واپس آگیا اور میں نے آج اپنا عہد پورا کیا۔ اگرچہ بادشاہ کا غلام مجھ سے بکرے کا بچہ جھپٹ کر لے گیا۔

اصل واقعات سے آگاہ ہونے پر سلطان شاہرخ نے شاہ نعمت اللہ ولیؒ سے اپنی غلطی کی معافی چاہی اور آپ کو اپنے وطن مالوف تشریف لے جانے کیلئے رخصت کیا۔

اس واقعہ کو رسالہ تلاش فارسی شمارہ ۳۴ مطبوعہ طہران میں صفحہ ۱۵ پر اس طرح بیان کیا ہے۔

"سلطان برائے امتحان روزے سید را بہ ناہار دعوت و ضمناً یکے از مامورین را میفرستد کہ برہ ای بدون پول از کسے بستم بگیرند و بہ مطبخ آورند۔ آن غلام سخت گیر بے پرواہم پیر زنے را در راہ دیدہ کہ برہ ای ہمراہ دارد، برہ را بہ عنف گرفتہ بہ آشپز خانہ میبرد۔

پس از صرف غذا سلطان قضیہ را برائے سید میگوید۔ سید جواب میدہد کہ تحقیق بفرمائید و بعد ایں سخن را فاش سازید۔
شاہرخ در مقام تجسس برآمدہ۔ پیرزن میگوید پسرے داشتم کہ برائے خرید گوسفند بہ رخس رفتہ بود۔ نذر کردم اگر بسلامت باز گردد یکے از ہماں برہ ہا را نثار سید نعمت اللہ کنم، دیشب آمد و امروز چنین کردم، ولے غلام سلطان برہ را گرفت و بزور برد۔
سلطان عذر تقصیر خواست و رخصت داد کہ شاہ نعمت اللہ بوطن مالوف عزیمت نمایند۔

(رسالہ تلاش (فارسی) شمارہ سی چہارم ۱۳۵۱ھ مطبوعہ طہران)

دوسرے دن ایک مجلس میں ایسا اتفاق ہوا کہ شاہ صاحبؒ نے احباب کو رخصت فرمایا اور کعبۂ معظمہ کی جانب روانہ ہوئے۔ چند منزلیں طے فرمانے کے بعد آپ نے ایک چیز کو سی کر اس پر مہر ثبت فرمائی اور اس کو سید حسینؒ کے پاس ایک درویش کے ذریعہ بھجوایا۔ سید حسین نے اس کو کھول کر ایک حقہ میں کچھ روٹی اور جلتی ہوئی آگ پائی۔ اور تعجب کر کے کہا کہ افسوس ہے کہ میں شاہ نعمت اللہ کی صحبت میں کچھ دن اور نہ رہ سکا جس فقیر نے سید حسین کو حقہ پہنچایا تھا اس نے واپسی پر راستہ میں اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ اگر سید حسین حضرت شاہ نعمت اللہؒ کی صحبت میں چند دن اور گزارتے تو کیمیا کے عمل سے واقف ہو جاتے اور فقر و فاقہ کی مصیبتوں سے نجات پاتے۔ درویش صاحبؒ کی خدمت میں واپس پہنچنے تک اس کے دل میں جو خیالات آتے تھے وہ شاہ صاحبؒ پر منکشف ہوتے۔ آپ نے زمین پر سے چند سنگریزے (کنکریاں) اٹھائے اور درویش سے فرمایا کہ ان کو کسی جوہری کے پاس لے جاؤ اور ان کی قیمت معلوم کرو۔ فقیر نے حسب ارشاد یہ سنگریزے ایک جوہری کو دکھائے اور ان کی قیمت پوچھی۔ جوہری نے سنگریزوں کو دیکھ کر کہا کہ یہ سب لعل ہیں اور ان کی قیمت ایک ہزار درم ہے۔ میں نے اپنی عمر میں ایسے لعل نہیں دیکھے۔ واپس آکر فقیر نے ان سنگریزوں کو جو لعل بن گئے تھے۔ شاہ صاحبؒ کی خدمت میں پیش کیا۔ شاہ صاحبؒ نے حکم دیا کہ

ؒ اس واقعہ کو "رہبران طریقت و عرفان" میں بھی تفصیل سے لکھا ہے۔

ان کو باریک پیس کر شربت میں ملا دیا جاتے۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہوئی۔ اس کے بعد ہر فقیر کو جو حاضر تھا چند قطرے شربت کے چکھاتے اور آپ نے فرمایا:۔

ماخاک را بنظر کیمیا کنیم
صد درد را بگوشۂ چشمے دوا کنیم

ترجمہ:۔ ہم اپنی ایک نظر سے خاک کو کیمیا کر دیتے ہیں اور سو درد دوں کا علاج اپنی آنکھ کے ایک گوشہ یعنی آنکھ کے ایک اشارہ سے کرتے ہیں)

آپ اس منزل سے مصر کی طرف روانہ ہوتے۔ حافظ نے اس مضمون کو اس طرح سے بیان فرمایا ہے۔

آنا نکہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

ترجمہ:۔ وہ لوگ جو خاک کو اپنی نظر سے کیمیا بناتے ہیں۔ کاش کہ اپنی آنکھ کا ایک گوشہ ہماری طرف کریں یعنی کم از کم کن انکھیوں سے ہمیں دیکھ لیں۔

حافظ کی پوری غزل میں جس کا یہہ ایک شعر یہاں لکھا گیا ہے۔ شاہ صاحبؒ کے کلام کی مشابہت، اشارات وکنایات موجود ہیں۔

اس طرح سے شاہ صاحبؒ اور حافظ کی دو غزلوں میں مشابہت ہونے کے سبب سے شاہ صاحبؒ نے یہہ رباعی کہی۔

گر معنی تنزیل بداند حافظ
تنزیل بہ عشق دل بخواند حافظ
اوکرد نزول ما ترقی کردیم
تحقیق کجا چنیں تواند حافظ

(دیوان شاہ نعمت اللہ دیباچہ ص۱۹)

ان واقعات سے متعلق اصل عبارت ناظرین کے مطالعہ کے لئے ذیل میں درج کی جاتی ہے:۔

"وہمیں یک صحبت ویک مجلس اتفاق افتاد و در روز دیگر شاہ یاران را وداع نمودہ متوجہ کعبۂ معظمہ شد و پس از قطع چند منزلے حقّہ ای سربستہ مہر نمودہ بدست درویش دادہ بخدمت سیّد حسین فرستاد و سیّد حسین سر حقہ را کشود، قدرے پنبہ و مقدارے آتش سوزندہ در اندرون آں حقہ یافت، تعجب نمود گفت دریغ کہ صحبت نعمت اللہ نیاد در درویشے کہ حقّہ مزبور را جہت سیّد حسین میبرد، در راہ بخاطر گذرانید کہ کاش حضرت سیّد نعمت اللہ روزے چند در صحبت سیّد حسین توقف میفرمود تا از عمل کیمیا بہرہ ور گردیدہ ہمگی صعوبت فقر و فاقہ خلاص میگشتیم چوں بخدمت آنحضرت بازگشت بر ضمیر حضرت ولایت منزلت آنچہ بخاطر درویش رسیدہ بود ہویدا گردید، پس سنگ پارہ ای از زمین برداشتہ پیش درویش انداخت و فرمود ایں سنگ را نزد جوہری بردہ بپرس کہ قیمت ایں سنگ چند است. چوں درویش آں سنگ را بنزد جوہری برد، جوہری پارہ ای لعل دید کہ در عمر خود مثل آں ندیدہ بود و قیمت آں لعل را ہزار درہم گفت، درویش سنگ را گرفتہ بخدمت حضرت شاہ باز آورد، آنحضرت فرمود تا آں سنگ لعل شدہ را صلایہ نمودہ شربت ساخت و ہر درویش را قطرہ ای چشانید و فرمود۔ درنیافت"

ما خاک راہ را بنظر کیمیا کنیم
صد درد را بگوشۂ چشمے دوا کنیم

(دیوان شاہ نعمت اللہ ولی ص ۴۵۱)

و آزاں منزل روانہ شدہ متوجہ مصر شدند۔

از مطالعہ دیوان شاہ نعمت اللہ ولی می تواں گفت کہ حافظ با شعار شاہ نظر داشتہ و غزل مطلع فوق شاہ نعمت اللہ را اینگونہ جواب دادہ است۔

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

تا آخر غزل کنایۂ موجود است و در اغلب مواد و مشابہاتی بین دو غزل

شاہ نعمت اللہ ولی و حافظ وجود دارد و نیز در این رباعی گویا مقصود شاہ نعمت اللہ ولی طعنہ ای بر خواجہ شیراز باشد۔

گر معنی تنـــزیل بداند حافظ
تنزیل بعشق دل بخواند حافظ
او کرد نزول، ما ترقی کردیم
تحقیق کجا چنیں تواند حافظ

(دیوان شاہ نعمت اللہ ولی ص۳۰، دیباچہ

نوٹ:۔ کشف و کرامات کے بعض لوگ معترف نہیں ہوتے بلکہ ان کو خوارق عادات پر مبنی ہونے کے سبب سے ان پر معترض ہوتے ہیں۔ راقم الحروف کی یہ رائے ہے چونکہ پیغمبروں کے بعد اولیاء کا درجہ ہوتا ہے اس لئے بحکم خدا ان سے کشف و کرامات ظاہر ہوتے ہیں (جیسے کہ پیغمبروں سے معجزات) اولیاء اور انبیاء نے کبھی یہ نہیں چاہا کہ ان کے اور خالق کائنات کے درمیان جو راز ہو وہ فاش کیا جائے وہ راز کو پردہ میں اس طرح رکھنا چاہتے ہیں جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہے۔

شعر:۔ میاں عاشق و معشوق رمزیست کراماً کاتبیں را ہم خبر نیست

لیکن چونکہ بعض دفعہ بحکم خدا خرق عادات واقعات رونما ہو جاتے ہیں اس لئے وہ عوام سے پوشیدہ نہیں رہ سکتے۔ یہ واقعات خالق حقیقی کے فضل اور اس کی قدرت کاملہ کا کرشمہ ہیں نہ کہ اس کے بندہ کے کمال کسبی کا نتیجہ۔ مولانا روم نے خوب فرمایا ہے۔

اولیاء راہست قدرت از آلہ
تیر جستہ باز گرداند ز رہ

ہمعصر شعراء و ادبا

جیسا کہ اس سے قبل بیان ہو چکا ہے۔ شاہ نعمت اللہ ولی ۷۳۰ھ (آٹھویں صدی ہجری) میں پیدا ہوئے اور ۸۳۴ھ (نویں صدی ہجری) میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کے ہمعصر فارسی کے مشہور شعرا و ادبا و مورخین ہیں جو ہرات میں دربار سلطان شاہرخ تیموری

ہیں آپ کے ساتھ شریک رہا کرتے تھے قاسم الانوار، ہاتفی وکاتبی، ملا حسین واعظ کاشفی، حافظ آبرو، عبدالرزاق سمرقندی، میر خوند یا خوند میر تھے، جن کے وجود سے دربار کے جلال ورونق کا اظہار ہوتا تھا۔

اس زمانہ کے علو مرتبت شعرا میں جامی، کمال الدین بہزاد اور شاہ منظفر ہیں۔ نیز سلطان بایقرا کا وزیر امیر علی شیر نوائی بھی مشہور شاعر گزرا ہے۔

اسی دور میں دولت شاہ سمرقندی نے کتاب "تذکرہ شعراء" فارسی میں لکھی تاریخ روضۃ الصفا، وحبیب السیر اسی دور میں وجود میں آئیں۔ نیز جمال قریشی نے کاشغر میں مشہور قاموس "صراح" عربی سے فارسی میں لکھی اور قطب شاہی بادشاہ حیدرآباد دکن کے زیر حمایت مشہور قاموس فارسی "برہان قاطع" وجود میں آئی۔

(رسالہ فارسی ہلال شمارہ مسلسل ۱۲ جلد دہم شمارہ ۱ ۱۳۸۲ء کراچی ص۴۶)

نوٹ:- ۱۔ ابو اسحاق شیرازی (مرید)

۲۔ سید نظام الدین محمود الواعظ (مخطوطہ م۔ ع۔ علوی)

۳۔ ہاشمی دہلوی، میر عبداللہ خوشنویس مدفون دہلی

اصل عبارت درج ذیل ہے:۔

"دربار شاہرخ تیموری را در ہرات شعراء، ادباء و مورخین نامور فارسی امثال قاسم الانوار، سید نعمت اللہ کرمانی ہاتفی وکاتبی وحسین واعظ کاشفی، حافظ آبرو۔ عبدالرزاق سمرقندی میر خوند یا خوند میر وغیرہ ہم جلال وابہت رونق بخشیدہ باشاعر بزرگ جامی، کمال الدین بہزاد، شاہ منظفر، سہیلی۔ کمال الدین۔ گازرگاہی۔ وغیرہ در دربار علم وادب پرور حسن بایقرا در ہرات پرورش یافتہ اند۔ وامیر علی شیر نوائی وزیر دانشمند سلطان بایقرا وشاعر شہیر زبان ترکی کہ بہ ذوالّلسانین معروف است نہ تنہا بر علاوہ دواین در اشعار ترکی، دیوان شایانی در فارسی از خود باامغان گذاشتہ وفانی تخلص میکردہ بلکہ تحت سرپرستی خود زبان

فارسی را در دربار ہرات رونق تازہ ای بخشیدہ بود و محافل شعرا رفارسی را در آں شہر پایہ تخت گرم نمودہ بود و اولین تذکرۂ شعرا رفارسی را درہمیں عصر یک عالم سمرقندی (دولت شاہ سمرقندی) نگاشتہ و کتب برگزیدہ تاریخی روضۃ الصفا و حبیب السیر وغیرہ درہمیں عصر درخشاں بوجود آمدہ است. قاموس مشہور عربی وبفارسی "صراح" از طرف جمال قرشی (ترکستانی)، در کاشغر ترتیب دادہ شدہ است و بزرگترین قاموس فارسی "برہان قاطع" در زیر حمایت قطب شاہان کہ نژاد ترک بودہ و در حیدر آباد دکن فرمانروائی نمودہ اند بوجود آمدہ است"

(رسالہ فارسی ہلال شمارہ مسلسل ۱۲ جلد دہم شمارہ ۱ ۱۳۸۲ھ کراچی ص ۲)

نویں صدی ہجری کے مشہور مشائخ یہ ہیں جو شاہ صاحبؒ کے ہمعصر تھے۔

ابوالفتح ~~پیر~~ محمد بن محمد بن محمود، حافظ بخاری پارسا، خواجہ ابوالوفا۔ امیر سید معین الدین علی بن سید نصیر الدین ہارون، قاسم الانوار تبریزی، زین الدین ابوبکر محمد خواصی، کمال الدین حسین بن حسن کاشانی خوارزمی، سید نظام الدین محمود بن حسن داعی شیرازی، قطب الدین عبداللہ بن محییٰ شیرازی جہرمی، ۱۲

(دیوان شاہ نعمت اللہ ولی با مقدمہ استاد سعید نفیسی مطبوعہ ایران ص ۲۱ دیباچہ)

ملہ افسوس ہے کہ ان باکمال و بزرگ ہستیوں کے تفصیلی حالات دستیاب نہ ہو سکے ۲ حاج مرزا محمد باقر سلطانی گنا بادی نے اپنی تالیف "رہبران طریقت و عرفان" (فارسی) مطبوعہ طہران میں شاہ صاحبؒ اور آپ کے صاحبزادہ شاہ خلیل اللہ بت شکنؒ اور آپ کی اولاد کے معاصر علماء شعراء ومشائخین وغیرہ کی تفصیلی فہرست دی ہے۔ یہ کتاب نہایت جامع و مکمل ہے۔

پیشنگوئیاں

شاہ صاحبؒ کا جب کبھی کہیں ذکر آتا ہے تو آپ کی پیشین گوئیوں کا تذکرہ اکثر ضرور ہوتا ہے۔ خصوصاً تین قصائد ایسے ہیں جو آپ سے منسوب کئے جاتے ہیں۔ ان قصائد میں آئندہ پیش آنے والے واقعات کا ذِکر مذکور ہے۔ ان میں سے ایک مشہور قصیدہ یہہ ہے جس کا مطلع ہے :۔

قدرت کردگار می بینم
حالت روزگار می بینم

اسی قصیدہ کے ایک شعر میں آپ نے فرمایا ہے کہ میں علم نجوم کی بناء پر ان واقعات کا ذِکر نہیں کر رہا ہوں بلکہ میں خدا کی قدرت دیکھ رہا ہوں اور واقعات بیان کر رہا ہوں۔ شعر یہہ ہے :۔

ایں سخن از نجوم نمی گویم
بلکہ از کردگار می بینم

اس قصیدہ میں شاہ صاحبؒ نے آئندہ پیش آنے والے حالات کی تفصیل سے پیش گوئی فرمائی ہے۔

یہہ جامع قصیدہ مستند و اصلی ہے۔ جو آپ کے مطبوعہ دیوان (طہران) با مقدمہ استاد سعید نفیسی میں صفحہ ۲۳۲ پر "حالات روزگار" کے عنوان سے شائع ہوا ہے اسی قصیدہ کو جناب قمرالاسلام پوری صاحب نے اپنی تحقیقاتی و مدلل تالیف مطبوعہ ۱۹۷۲ء "حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ" میں ترجمہ کے ساتھ شائع فرمایا ہے۔ اس کو میں نے اس کتاب کے صفحہ ۸۴ پر ناظرین کے ملاحظہ کے لئے شائع کیا ہے۔

میں نے جنوری ۱۹۷۵ء میں اس قصیدہ کو کتب خانہ آصفیہ (اسٹیٹ لائبریری) حیدرآباد دکن میں شاہ صاحبؒ کے دو مطبوعہ دیوانوں اور ایک نایاب مخطوطہ کلیات میں جو ۱۴۷۰۰ اشعار پر مشتمل ہے پڑھا ہے۔ جناب م۔ غ۔ علوی

تھانوی صاحب نے بھی اس کو اپنے مخطوطہ میں شامل فرمایا ہے۔

اس قصیدہ کے علاوہ دو مشہور قصائد ایسے ہیں جو عام طور پر شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ کی تصنیف سمجھے اور بیان کئے جاتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کا مطلع یہہ ہے :۔

راست گویم بادشاہے در جہاں پیدا شود
نام تیمورش بود صاحبقراں پیدا شود

پارینہ قصّہ شویم از تازہ بند گویم
افتاد قرن دویم کہ افتد از زمانہ

جناب قمر اسلام پوری صاحب نے اپنی جامع و مستند تالیف شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ میں کافی دلائل کے ساتھ یہہ ثابت فرمادیا ہے کہ یہہ دونوں قصائد شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ کے نہیں ہیں۔

حقیقت یہہ ہے کہ یہہ دونوں قصائد شاہ صاحبؒ کے مطبوعہ دیوانوں اور آپ کے نایاب مخطوطہ کلیات یا کسی رسالے میں موجود نہیں ہیں۔ لہٰذا ان کو شاہ صاحبؒ سے منسوب کرنا درست نہیں ہے۔

رسالہ "تائید غیبی" مؤلفہ جناب محمد اسلم علوی قادری رضوی صاحب مالک سنّی دارالاشاعت لائلپور میں قصیدہ نمبر ۲ یعنی "پارینہ قصّہ شویم" معہ ترجمہ شائع ہوا ہے۔ اس کو حضرت سیّد شاہ نعمت اللہ شاہ بخاریؒ سے منسوب کر کے آپ کو "بخارا کے رہنے والے" اور چھٹی صدی ہجری کے بزرگ بتایا گیا ہے۔ اس رسالہ میں دیئے ہوئے سلسلہ نسب وطن اور سنہ پیدائش وغیرہ کے لحاظ سے شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ سے اس مضمون کا کوئی تعلق نہیں ہے

معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحبؒ کے ہم نام کوئی دوسرے بزرگ گذرے ہیں جن کا یہہ قصیدہ ہے۔ البتہ نام کے ساتھ "ولی" کا اضافہ کردیا گیا ہے۔

ہفتہ وار اخبار "آزاد دکن" مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۴۸ء مجریہ حیدرآباد دکن رجہ ۱۶ صفحات پر مشتمل اور جس کی قیمت ۴ ر درج ہے) میں مذکورہ بالا قصیدہ معہ ترجمہ سید محمد مختار کرمانی صاحب مدیر نے شائع کیا ہے اس میں درج ہے کہ:-

"حضرت شاہ بخاری نسبتاً سید تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت سرورِ کائنات سے ملتا ہے۔

آپ بخارا کے رہنے والے تھے تحصیل و شوقِ سیاحت کے سلسلہ میں اکثر بخارا سے بدخشاں، سمرقند، تبریز، ملتان کشمیر وغیرہ بھی تشریف فرما ہوتے تھے۔ آپ ستارہ مریخ کے عامل ہونے کے علاوہ ایک زبردست جفار بھی تھے اور آپ کو اس علم کے اصناف علم الاخبار، اور علم الاحکام پر عبور حاصل تھا اور آپ نے علم جفر کے خاص الخاص طریقے ایجاد فرمائے ہیں۔ جو اپنی آپ نظیر ہیں۔ علم جفر کے ماہرین آپ کے اس قصیدہ کے مصرعہ اور شعر اور قطعہ بند اشعار سے ان واقعات کے سنہ اور مہینے بھی معلوم کر سکتے ہیں۔ یہ قصیدہ بیان کیا جاتا ہے آپ نے سات سو انسٹھ سال قبل یعنی ۶۱۸ھ میں تصنیف فرمایا تھا اس زمانہ میں ہندوستان میں ابھی نہ تو مغلیہ حکومت قائم ہوئی تھی اور نہ سکھ قوم پیدا ہوئی تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت موصوف بسلسلہ سیاحت حیدرآباد دکن ضلع بیدر بھی آئے تھے۔ جبکہ اس زمانہ میں بہمنی حکومت کا وہاں دور دورہ تھا اور دنیائے اسلام کے صاحبان علم و فضل سیر و سیاحت کے لئے آیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ کا قصیدہ کئی سو تقریباً دو ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ جن میں تمام ممالک عالم اور اقوام عالم اور عالمی حالات سے متعلق مستقبل کی پیشین گوئیاں ہیں۔ ان میں سے ہندوستان سے متعلق اشعار یہاں مشہور ہیں"۔

افسوس ہے کہ مضمون نگار نے اس کے ماخذ کا حوالہ نہیں دیا ہے تاہم چند

۱؎ ۱۹۷۲ء میں یہ اخبار مجھے حیدرآباد دکن میں پرانی کتابوں کی ایک دوکان میں ایک روپیہ میں اتفاق سے مل گیا۔

مندرجہ واقعات اور سنین سے ظاہر ہے کہ اس قصیدہ کا شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی
سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

جناب سید عبدالصبور طارق صاحب نے روزنامہ جنگ (کراچی) مورخہ یکم نومبر ۶۷
کی اشاعت میں یہی قصیدہ "پارینہ قصہ شویم از تازہ بند گویم" معہ ترجمہ شائع
کرایا ہے اور یہ حالات لکھے ہیں:۔

"حضرت شاہ نعمت اللہ ولیؒ مشہور صوفی اور درویش منش انسان تھے۔ ان کا
اصل وطن بخارا تھا جہاں سے ان کے آبا و اجداد ہجرت کر کے سلطان معزالدین محمدؒ
غوری کے عہد میں برصغیر پاک و ہند چلے آئے اور ہانسی میں سکونت اختیار کی۔
شاہ صاحب کے دادا سید مشرف نے مغل بادشاہ ہمایوں کے عہد میں منصب
قضاۃ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ شاہ صاحب سن وشعور کو نہ پہنچے تھے کہ ان کے والد سید
عطاء اللہ وفات پا گئے عطاء اللہ کے دوست راجو خاں نے شاہ صاحب کی کفالت کی۔ تیرہ
برس کی عمر میں تیر اندازی، شمشیر زنی اور تمام فنون سپاہ گری میں طاق ہو گئے۔
شاہ صاحب نے مغل بادشاہ جہانگیر یا شاہجہاں کے عہد میں وفات پائی۔ نواب
خانخاناں، خاں جہاں لودھی، اور مہابت خاں کو ان سے بڑی عقیدت تھی۔ اور وہ
اکثر ان کی قدمبوسی میں حاضر رہتے تھے۔

شاہ صاحب علم جفر کے زبردست ماہر تھے۔ انھوں نے آنیوالے انقلابات،
زمانہ پر دو ہزار اشعار فارسی زبان میں لکھے جو حرف بحرف پورے ہوتے چلے گئے عہد
برطانوی حکومت کے متعلق انھوں نے اپنے قصیدہ میں فرما دیا تھا کہ نصاریٰ کی حکومت
سو برس سے زائد عرصہ قائم نہ رہ سکے گی جس سے گھبرا کر لارڈ کرزن نے ان کے قصیدہ
کی اشاعت پر پابندی لگا دی پہلی جنگ عظیم کے آغاز کے بعد پھر اس کی اشاعت
ممنوع قرار دی گئی۔ ان کے قصیدہ کی اشاعت پر پابندی کے باوجود ان کے الہامی
اشعار لوگوں کے دلوں میں محفوظ رہے۔ ذیل میں ان کے وہ چند اشعار پیش کئے
جاتے ہیں جو عام طور پر تذکروں اور کتابوں میں محفوظ ہیں۔"

جناب طارق صاحب نے اپنے محولہ مضمون میں ماخذ کا ذکر نہیں فرمایا ہے۔ بہت جستجو و تلاش کے بعد مجھے کتاب انوار اصفیا مرتبہ ادارہ تصنیف و تالیف کراچی و لاہور کے صفحات ۴۰۲ تا ۴۱۰ پر "حضرت نعمت اللہ شاہ ولی" کے عنوان پر لکھے ہوئے مضمون کو دیکھنے کا موقع ملا۔ اور پتہ چلا کہ یہی مضمون جناب طارق صاحب کے مضمون کا ماخذ ہے لیکن اس میں لکھے ہوئے سلسلہ نسب اور واقعات مقامات وغیرہ سے حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہاں بھی لفظ "ولی" کا اضافہ مغالطہ پیدا کر رہا ہے کیونکہ مستند تواریخ سے ثابت ہے کہ شاہ نعمت اللہ کے نام کے جتنے بزرگوار گزرے ہیں ان میں سے صرف ایک یعنی شاہ نعمت اللہ بانی کرمانیؒ ہی "ولی" تھے۔ مولف انوار اصفیا نے شاہ نعمت اللہؒ کے نام کے نیچے سنہ وفات ۸۳۴ بتا کر تاریخ فرشتہ کا حوالہ دیا ہے لیکن جلد و صفحہ کا اندراج نہیں۔ یہ وہی سنہ وفات ہے جو شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ کا ہے۔

جناب میر بشیر صاحب (لندن) نے اپنے مضمون مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۷۲ء مشمولہ روزنامہ جنگ کراچی میں لکھا ہے کہ شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ کا ایک قصیدہ مستند ہے جس کا مطلع یہ ہے:۔

قدرت کردگار می بینم — حالت روزگار می بینم

اس قصیدے کے علاوہ دو قصیدے اور بھی مشہور ہیں۔ جن کے متعلق ارباب نظر کا خیال ہے کہ ان کا حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ سے کوئی تعلق نہیں یہ جعلی ہیں" وغیرہ

۱۹۶۵ء کے بعد منجانب فقراء مبلغین اسلام مرکزی حزب اللہ و بنیدار انجمن پاکستان بہت بڑی سائز کے پوسٹر کراچی کی بڑی شاہراہوں کی دیواروں پر چسپاں کئے گئے تھے جس میں "ہندوستان تمام مسلمان ہونے والا ہے" کے عنوان کے تحت

شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی کا حوالہ دے کر چند اشعار وضاحت کے ساتھ شائع کئے گئے تھے مثلاً

از غازیان سرحد رز دز میں چو مرقد
بہر حصول مقصد آئند والہانہ

مجھے ایک پوسٹر کو عزورتاً صدر کے پاس ایک دیوار سے نکلوا کر اس کو محفوظ رکھنا پڑا۔ لوگوں نے کئی پوسٹر پھاڑ دیئے تھے۔ غرض اس پوسٹر میں قصیدہ ع پارینہ قصہ شویم از تازہ بند گویم کو شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ کا بتایا گیا ہے جو حقیقت کے خلاف ہے۔

البتہ شاہ صاحب کا ایک اور مشہور و مستند قصیدہ "حالات روزگار" کے نام سے ہے جس میں آپ نے ۵۷۰ھ وغیرہ کا زمانہ از فتنہ و شر ہونے اور پھر امام مہدی علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ظہور سے متعلق پیش گوئی فرمائی ہے۔ آپ کا یہ مشہور قصیدہ آپ کے دیوان با مقدمہ استاد سعید نفیسی مطبوعہ طہران کے صـ۲۲ پر شائع ہوا ہے۔ نیز آپ کے نایاب "خطی" کلیات کے صـ۳۹۶ تا صـ۳۹۷ پر مندرج ہے۔ یہ نادر کلیات کتب خانہ آصفیہ (اسٹیٹ لائبریری) حیدر آباد دکن میں محفوظ اور (۱۴۱۷۰) اشعار پر مشتمل ہے اس قصیدہ میں ۵۷ اشعار ہیں میں نے اسی کلیات سے قصیدہ کی نقل کی ہے۔ جناب م۔ع۔ علوی صاحب نے بھی اپنے مخطوطہ کے صـ۶ تا ۸ پر اس کو لکھا ہے۔

شاہ صاحبؒ نے آئندہ پیش آنے والے واقعات کو جن کے بارہ میں احادیث سے بھی پتہ چلتا ہے، نہایت عالمانہ انداز میں ظاہر فرمایا ہے
مکمل قصیدہ حسب ذیل ہے:۔

قصیدہ

قدرت کردگار می بینم — حالتِ روزگار می بینم
حکم امسال صورت دگر است — نہ چو پیرار دپار می بینم

۳۔ از نجوم ایں سخن نمی گشویم[1] | بلکہ از کردگار می بینیم

۴۔ غ۔ ز۔ ذال[2] چوں گذشت از سال | بوالعجب کار و بار می بینیم

۵۔ در خراسان و مصر و شام و عراق | فتنہ و کار زار می بینیم

۶۔ گرد آئینہ ضمیر جہاں | گرد و زنگ و غبار می بینیم

۷۔ ہمہ را حال میشود دیگر | گر یکے در ہزار می بینیم

۸۔ ظلمت ظلم ظالمانِ دیار | بحد و بے شمار می بینیم

۹۔ قصہ بس غریب می شنوم | غصہ در دیار می بینیم

۱۰۔ جنگ و آشوب و فتنہ و بیداد | از یمین و یسار می بینیم

۱۱۔ غارت و قتل و لشکر بسیار | در میان و کنار می بینیم

۱۲۔ بندہ را خواجہ وش ہمی یابم | خواجہ را بندہ وار می بینیم

۱۳۔ بس فرو مائیگان بے حاصل | عامل و خواندگار می بینیم

۱۴۔ ہر کرا و پار یار بود امسال | خاطرش زیر بار می بینیم

۱۵۔ مذہب و دیں ضعیف می یابم | مبتدع افتخار می بینیم

۱۶۔ سکہ نو زنند بر رخ زر | درہمش کم عیار می بینیم

۱۷۔ دوستان عزیز ہر قومے | گشتہ غمخوار خوار می بینیم

۱۸۔ ہر یک از حاکمان ہفت اقلیم | دیگرے را دو چار می بینیم

۱۹۔ نصب و عزل بیگچی[3] و عمال | ہر یکے را دو بار می بینیم

۲۰۔ ماہ را روسیاہ می یابم | مہر را دل فگار می بینیم

۲۱۔ ترک و تاجیک را بہم دیگر | خصمی و گیر و دار می بینیم

۲۲۔ تاجر از دست دزد بے ہمراہ | ماندہ در رہگذار می بینیم

۱؎ دیوان شاہ نعمت اللہ ولی با مقدمہ استاد سعید نفیسی میں نمی گویم لکھا ہے ص ۲۲ ۲؎ نوٹ مطبوعہ دیوان با مقدمہ استاد سعید نفیسی میں ص ۲۲ پر بجائے غ۔ ز۔ ذال کے "مین و را ذال" لکھا ہے ۳؎ مطبوعہ دیوان با مقدمہ استاد سعید نفیسی (طہران) میں تبکچی لکھا ہے۔

۲۳- مکر و تزویر و حیلہ در ہر جا | از صغار و کبار می بینم
۲۴- حال ہند و خراب می یابم | جور ترک و تتار می بینم
۲۵- بقعہ ہر خیر سخت گشتہ خراب | جائی جمع شرار می بینم
۲۶- بعض اشجار بوستان جہاں | بے بہار و ثمار می بینم
۲۷- اندکے امن اگر بود آں روز | در حد کوہسار می بینم
۲۸- ہمدمی و قناعتے کنجے | عالیا اختیار می بینم
۲۹- گرچہ می بینم این ہمہ غمہا | شادی غمگسار می بینم
۳۰- غم مخور زانکہ من دریں تشویش | خرّمی وصل یار می بینم
۳۱- بعد امسال و چند سال دگر | عالمے چوں نگار می بینم
۳۲- چوں زمستان پنجمیں بگذشت | ششمش خوش بہار می بینم
۳۳- نائب مہدی آشکار شود | بلکہ من آشکار می بینم
۳۴- پادشاہے تمام دانائی | سرورِ با وقار می بینم
۳۵- ہر کجا رو نہد بفضل الہ | دشمنش خاکسار می بینم
۳۶- تا چہل سال اے برادر من | دور آں شہریار می بینم
۳۷- دور او چوں شود تمام بکام | پسرش یادگار می بینم
۳۸- بعد از و خود امام خواہد بود | کہ جہاں را مدار می بینم
۳۹- بندگانِ جناب حضرت او | سر بسر تاجدار می بینم
۴۰- بادشاہ و امام ہفت اقلیم | شاہ عالی تبار می بینم
۴۱- میم و حا میم و دال می خوانم | نام آں نامدار می بینم
۴۲- صورت و سیرتش چو پیغمبر | علم و حلمش شعار می بینم
۴۳- دین و دنیا شود از و معمور | خلق از و بختیار می بینم
۴۴- ید بیضا کہ باد پائندہ | باز با ذو الفقار می بینم
۴۵- مہدیِ وقت و عیسیِٔ دوراں | ہر دو را شہ سوار می بینم

۴۶۔ گلشن شرع را ہمی بویم — گل دین را یہ بار می بینم
۴۷۔ این جہاں را چوں مصر می نگرم — عدل او را حصار می بینم
۴۸۔ ہفت باشد وزیر سلطانم — ہمہ را کامگار می بینم
۴۹۔ عاصیاں از امام معصومم — خجل و شرمسار می بینم
۵۰۔ بر کفِ دستِ ساقیٔ وحدت — بادۂ خوشگوار می بینم
۵۱۔ غازیٔ دوستدار دشمن کش — ہمدم و یار غار می بینم
۵۲۔ زینت شرع و رونق اسلام — محکم و استوار می بینم
۵۳۔ گرگ با میش و شیر با آہو — در چرا برقرار می بینم
۵۴۔ گنج کسریٰ و نقد اسکندر — ہمہ بر روئے کار می بینم
۵۵۔ ترک عیار مست می نگرم — خصم او در خمار می بینم
۵۶۔ تیغ آہن دلان زنگ زدہ — کند و بے اعتبار می بینم
۵۷۔ نعمت اللہ نشستہ در کنجے — از ہمہ بر کنار می بینم

مندرجہ صدر طویل منظوم ارشادات کلیات نعمت اللہ شاہ مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ اوراق ۳۹۶ تا ۳۹۷ پر مندرج اور مطبوعہ دیوانوں چھاپہ علمی ایران کے صفحات ۶۵ تا ۶۸ پر موجود ہیں ۔ یہہ سب می بینم پر ہے ۔

ف حضرت نے فرمایا ہے کہ میں کوئی نجومی نہیں ہوں بلکہ جو کچھ بیان کر رہا ہوں وہ اللہ کی جانب سے القا ہے یعنی یہہ سب حضرت کے مکاشفات ہیں۔

۲ مخطوطہ میں رغ ۔ ز ۔ ذ لکھا ہے جس کے اعداد ۷۷۰ یعنی سنہ ہجری ہوتا ہے اور مطبوعہ میں رغ ۔ در ۔ ذ یعنی ۱۲۰۴ ہجری آتا ہے ۔ مگر ۷۷۰ ہجری صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس وقت آپ بقید حیات تھے اور اپنے زمانہ سے شروع فرماتے ہیں۔

۳ اکثر بزرگوں اور ذی علم حضرات نے آثار و قرائن زمانہ کے نتائج

بیان کیے ہیں کہ اس طرح آئندہ زمانہ کا کیا حال ہوگا۔ چنانچہ عالمگیرؒ شہنشاہ ہند نے بھی وصایا میں آئندہ زمانہ کے آشوب کا ذکر کیا ہے اور ایسا ہی کچھ لکھا ہے کہ حکومت پر نالائق لوگ آجائیں گے۔

۴۔ دین اور مذہب کی حالت ضعیف ہو جائے گی۔ یہ بالکل حقیقت ہے لامذہبیت اب بہت بڑھتی جا رہی ہے اور بدعات پر لوگ فخر کرتے ہیں

۵۔ زمانہ کی یہ حالت کہ ہر قوم و ملت میں لوگ محزون اور ذلیل ہونگے

۶۔ اور حضرت کے مکاشفات میں یہ ایک سائنٹیفک حقیقت اب سامنے آگئی ہے کہ چاند بظاہر بہت روشن دکھائی دیتا ہے دراصل بدنما اور سیاہ رو ہے، چنانچہ امریکن ہوا باز چاند کی دنیا پر کئی مرتبہ جاکر واپس آچکے ہیں۔ یہ بات چھ سو سال پہلے ایک بزرگ نے منکشف کی تھی۔

۷۔ آپ نے بتلایا ہے کہ زمانہ آشوب یعنی زمانہ فتن کے بعد پہلے نائب مہدی کا ظہور ہوگا جو ۴۰ سال تک رہیں گے اور پھر ان کے بعد حقیقی امام مہدی تشریف لائیں گے۔ یہ سب روایتیں ظہور امام مہدی کے سلسلہ میں آتی ہیں اور علماء دین کے زیر بحث رہی ہیں۔

۸۔ مطبوعہ دیوان میں میم، ھا، دال ہے جو مہدی کا مخفف ہوتا ہے اور مخطوطہ میں میم، حا، میم دال یعنی محمدؐ ہوتا ہے۔ سیاق عبارت کے لحاظ سے میم، حا، دال "مہدی" درست معلوم ہوتا ہے مگر آنے والے مہدی کا نام روایتوں میں محمدؐ بتایا گیا ہے۔

(م۔ع۔ علوی صاحب)

نوٹ :۔ مطبوعہ دیوان با مقدمہ استاد سعید نفیسی میں میم۔ حا۔ میم، دال ہے

(مولف)

اصل قصیدہ کا ترجمہؒ پیش ہے:۔

۱۔ میں خدا تعالیٰ کی قدرتوں کا مشاہدہ کر رہا ہوں اور زمانہ کے حالات دیکھ رہا ہوں۔

۲۔ اس سال کے حکم کی صورت دوسری (علیحدہ) ہے

۳۔ علم نجوم کی بناء پر بیان نہیں کر رہا ہوں بلکہ خدائے کردگار کے دکھانے سے دیکھ رہا ہوں۔

۴۔ بارہ سو سال کے گذرتے ہی عجیب عجیب کام مجھ کو نظر آتے ہیں۔

۵۔ خراسان، مصر، شام اور عراق میں فتنہ و فساد بَرپا ہو گا۔

۶۔ ضمیر جہاں کے آئینہ میں فتنوں کی گرد، گناہوں کا زنگ اور کینوں کے غبار دیکھ رہا ہوں۔

۷۔ صرف ایک ملک کا ہی یہ حال نہیں ہو گا بلکہ اس زمانہ میں بدامنی اور جنگ و جدال کے باعث سب ہی ممالک کا حال دگرگوں ہو گا۔

۸۔ ملکوں میں ظالموں کے ظلم کا اندھیرا انتہا کو پہونچ جائے گا۔

۹۔ میں عجیب قصہ سُن رہا ہوں۔ ملکوں میں کشیدگی اور اختلاف نظر آتا ہے۔

۱۰۔ میں دائیں بائیں بہت سے لشکروں کا قتل دیکھ رہا ہوں۔

۱۱۔ درمیان میں اور اس کے کناروں میں بڑے بڑے فتنے اُٹھیں گے اور جنگ ہو گی۔

۱۲۔ ایسے انقلاب ظہور میں آئیں گے کہ خواجہ بندہ اور بندہ خواجہ ہو جائے گا (یعنی مالک غلام ہو گا اور غلام مالک بنے گا)

۱۳۔ میں عالموں اور اُستادوں کو حقیر اور بے فیض دیکھ رہا ہوں۔

۱۴۔ گذشتہ سال جس شخص کا بوجھ دوسرے اُٹھاتے ہوتے تھے۔ میں اس کے دِل کو اس سال بوجھ کے نیچے دبا ہوا پاتا ہوں۔

ؒ شاہ نعمت اللہ ولیؒ از قمر اسلام پوری ص۶۲ تا ص۶۸ میں موجود ہے۔

۱۵۔ مذہبی عقائد کو میں کمزور پاتا ہوں اور لوگوں کو اس کمزور عقائد پر فخر کرتے دیکھتا ہوں۔

۱۶۔ پہلی بادشاہی جاتی رہے گی اور نیا سکہ چلے گا، جو قدر و قیمت میں کم ہوگا۔

۱۷۔ ہر قوم کے معزز لوگ مجھے غمگین اور رسوا دکھائی دیتے ہیں۔

۱۸۔ ہفت اقلیم کے بادشاہوں میں سے ہر ایک کو میں ایک دوسرے سے اُلجھا ہوا دیکھ رہا ہوں۔

۱۹۔ میں دیکھتا ہوں کہ کارکنوں کو منصب پر سرفراز کرنے کے بعد انھیں معزول کیا جائے گا اور پھر وہ تنگ حالی اور آزدگی سے دوچار ہوں گے اور یہہ دور ان پر دو مرتبہ آتے گا۔

۲۰۔ میں چاند کا چہرہ سیاہ اور سورج کا دِل زخمی دیکھ رہا ہوں۔

۲۱۔ ترکوں اور تاجکوں کو ایک دوسرے کے ساتھ برسرِ پیکار دیکھ رہا ہوں۔

۲۲۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ دور کے ملکوں کے تاجر راستوں میں تنہا تھکے ماندے پڑے ہیں۔

۲۳۔ میں ہر جگہ بڑوں اور چھوٹوں سے مکر و فریب اور حیلے دیکھتا ہوں۔

۲۴۔ میں ہندوؤں کی حالت خراب پاتا ہوں اور ترک خاندانوں کا ظلم و ستم دیکھتا ہوں۔

۲۵۔ نیکی کا باغ اُجڑ گیا ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ شریروں کے جمع ہونے کی جگہ ہے۔

۲۶۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ قحط پڑیں گے اور باغات کو پھل نہیں لگیں گے۔

۲۷۔ اگر آج تھوڑا سا امن کہیں ہے تو وہ مجھے پہاڑوں کے حدود میں نظر آتا ہے

۲۸۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ اب تنہائی و صبر اور گوشہ نشینی اختیار کرنی چاہیئے۔

۲۹۔ اگرچہ یہہ تمام باتیں مجھے نظر آرہی ہیں پھر بھی کوئی فکر نہیں کیونکہ مجھے اس کے ساتھ غموں کو دور کرنے والی خوشی بھی دِکھائی دیتی ہے۔

۳۰۔ مگر اس تشویش اور فتنہ کے زمانہ میں غم نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ
وصل یار کی خوشی بھی ان فتنوں کے ساتھ اور ان کے درمیان ہے۔
۳۱۔ اس سال اور چند سالوں کے بعد میں جہاں کو محبوب کی طرح آراستہ دیکھتا ہوں
۳۲۔ جب پانچواں موسم سرا ختم ہو تو چھٹا اچھا موسم بہار دیکھتا ہوں (مولف)
۳۳۔ نائب مہدی ظاہر ہوں گے بلکہ میں ظاہر دیکھ رہا ہوں۔
۳۴۔ میں ایک ہوشیار اور عقلمند بادشاہ کو باوقار حاکم دیکھ رہا ہوں۔
۳۵۔ خدا کے فضل سے وہ جہاں بھی نظر آتے ہیں اس کے دشمن کو خاکسار دیکھتا ہوں
۳۶۔ اے میرے بھائی! اس شہر یار کا عہد چالیس سال تک رہے گا۔
۳۷۔ جب اس کا زمانہ کامیابی کے ساتھ گزر جائے گا تو اس کے نمونہ پر اس کا
لڑکا یادگار رہ جائے گا۔
۳۸۔ میں دیکھتا ہوں کہ بعد ازاں وہ خود امام ہو جائے گا اور جہاں کا دارومدار اس
پر ہوگا۔
۳۹۔ اس کی خدمت میں حاضر رہنے والے سبھی غلام بادشاہ ہو جائیں گے۔
۴۰۔ وہ تمام دنیا کا بادشاہ اور امام ہوگا اور عالی خاندان بادشاہ ہوگا۔
۴۱۔ میں (ا ح م دال) پڑھتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ اس نامور کا یہی نام ہوگا

نوٹ:۔ کلیات و دیوان میں م۔ ح۔ م۔ دال لکھا ہوا ہے۔ (مولف)

۴۲۔ اس کا ظاہر و باطن نبی کی مانند ہوگا۔ اور علم و حلم اس کا شعار ہوگا۔
۴۳۔ اس کے آنے سے دین کو ترقی ہوگی اور دنیا کو بھی۔ اور لوگ بااقبال ہو جائینگے
۴۴۔ اس کے پاس چمکنے والا ید بیضا ہے۔ پھر میں اس کو ذوالفقار کے ساتھ
دیکھتا ہوں۔
۴۵۔ وہ اپنے وقت کا مہدیؑ اور اپنے دور کا عیسیٰ ہوگا۔ میں اس شہسوار میں
دونوں باتیں دیکھ رہا ہوں
۴۶۔ اس سے شریعت تازہ ہو جائے گی اور دین کے شگوفوں کو پھل لگیں گے۔

۴۷۔میں اس دنیا کو مصر کی طرح آراستہ دیکھ رہا ہوں اس امام کا عدل لوگوں کی پناہ گاہ ہوگا۔

۴۸۔میرے اس بادشاہ کے سات وزیر ہوں گے اور وہ سب کامیاب ہوں گے۔

۴۹۔اس امام کے مخالف اور نافرمان بھی ہوں گے جن کے لئے آخر خجالت اور شرمساری مقدر ہے۔

۵۰۔ساقیِ وحدت کے ہاتھ پر میں خوشگوار جام شراب دیکھ رہا ہوں۔

۵۱۔وہ ایک ایسا غازی ہے جو دوستوں کا دوست اور دشمنوں کا قاتل ہوگا۔

۵۲۔میں دیکھتا ہوں کہ اس کے آنے سے شرع آرائش پکڑ جائے گی۔ اور اسلام رونق پر آجائے گا اور دین محمدیؐ متین استوار ہو جائے گا۔

۵۳۔میں دیکھ رہا ہوں کہ چراگاہ میں بھیڑیا بکری کے ساتھ اور شیر ہرن کے ساتھ بڑے اطمینان کے ساتھ ہے۔

۵۴۔میں دیکھ رہا ہوں کہ کسریٰ کا خزانہ اور اسکندر کی دولت سب کام میں آرہی ہے۔

۵۵۔عیار ترکوں میں سستی اور ان کے دشمن کو مخمور دیکھتا ہوں۔

۵۶۔ پتھر دلوں کی تلوار کو میں زنگ خوردہ اور ناقابل اعتبار دیکھتا ہوں۔

۵۷۔ میں نعمت اللہ کو سب سے الگ ایک کونے میں بیٹھا دیکھ رہا ہوں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

مندرجہ ذیل قصیدہ حضرت سید نور الدین شاہ نعمت اللہ ولی ماہانی کرمانیؒ کا کلام نہیں ہے مکمل قصیدہ ترجمہ جناب محمد اسلم علوی قادری رضوی شائع کیا جارہا ہے۔ اس میں تشریح اشعار حذف کر دی گئی ہے۔

قصیدہ

۱۔ پارینہ قصہ شویم از تازہ ہند گویم — افتادہ قرن دویم کافتد از زمانہ

۲۔ صاحبقران ثانی نیز آل گورگانی — شاہی کنند اما شاہی چو ظالمانہ

۳۔ عیش و نشاط اکثر گیرد جگہ بخاطر — گم می کنند یکسر آں طرز ترکیانہ

۴۔ رفتہ حکومت از شاں آید بغیر مہماں — اغیار سکہ رانند از ضرب حاکمانہ

۵۔ بعد آں شود چوں جنگے با روسیان و جاپان — جاپان فتح یابد بر بر ملک روسیانہ

۶۔ سرحد جدا نمایند از جنگ باز آیند — صلح کنند اما صلح منافقانہ

۷۔ دو کس بنام احمد گمراہ کنند بے حد — سازند از دل خود تفسیر فی القرآنہ

۸۔ طاعون و قحط یکجا گردد بہ ہند پیدا — پس مومناں بمیرند ہر جا ازیں بہانہ

۹۔ یک زلزلہ کہ آید چوں زلزلۂ قیامت — جاپاں تباہ گردد یک نصف ثالثانہ

۱۰۔ تا چار سال جنگی افتند بہ بر غربی — فاتح الف گردد بر جیم کج ستانہ

۱۱۔ جنگ عظیم باشد قتل عظیم سازد — یکصد و سی و یک لک باشد شمار جانہ

۱۲۔ اظہار صلح باشد چو صلح پیش بندی — بل مستقل نباشد ایں صلح درمیانہ

۱۳۔ ظاہر خموش لیکن پنہاں کنند ساماں — جیم و الف مکرر دور مبارزانہ

۱۴۔ وقتیکہ جنگ جاپاں با چین فتنہ باشد — نصرانیاں بہ پیکار آیند باہمانہ

۱۵۔ پس سال بست و یکم آغاز جنگ دویم — مہلک ترین اول باشد بہ جارحانہ

۱۶۔ امداد ہندیاں ہم از ہند دادہ باشد — لا علم ازیں کہ باشد آں جملہ رائیگانہ

۱۷۔ آلات برق پیما اس طرح حشر برپا — سازند اہل حرفہ مشہور آں زمانہ

۱۸۔ باشی اگر بہ مشرق شنوی کلام مغرب — آید سرود غیبی بر طرز ہاتفانہ

۱۹۔ دو الف و روس و ہم چین مانند شہد شیریں — بر الف و جیم اولیٰ ہم جیم ثانیانہ

۲۰۔ با برق تیغ رانند کوہ غضب دوانند — تا آنکہ فتح یابند از کینہ و بہانہ

۲۱۔ ایں غزوہ تا بہ شش سال ماند بہ دہر پیدا — پس مرداں بمیرند ہر جا ازیں بہانہ

۲۲۔ نصرانیاں کہ باشند ہندوستاں سپارند — تخم بدی بکارند از فسق جاودانہ

۲۳۔ تقسیم ہند گردد در دو حصص ہویدا — آشوب و رنج پیدا از مکر و از بہانہ

۲۴۔ بے تاج بادشاہاں شاہی کنند ناداں — اجرا کنند فرماں فی الجملہ مہملانہ

۲۵۔ از رشوت و تساہل دانستہ از تغافل — تاویل یاب باشند احکام خسروانہ

۲۶۔ عالم از علم نالاں دانا ز فہم گریاں ۔ نادان برقص عریاں مصروف و البہانہ

۲۷۔ از امتِ محمدؐ سرزد شوند بے حد ۔ افعال مجرمانہ اعمال عاصیانہ

۲۸۔ شفقت بہ سرد مہری تعظیم در دلیری ۔ تبدیل گشتہ باشد از فتنۂ زمانہ

۲۹۔ ہمشیر با برادر پسران ہم بہ مادر ۔ نیز ہم پدر بہ دختر مجرم بہ عاشقانہ

۳۰۔ خلوت زرو سراسر حرمت رود سراسر ۔ عصمت رود برابر از جبر مغویانہ

۳۱۔ بے پردگی سراپا پردہ دری در آید ۔ عفت فروش باطن معصوم ظاہرانہ

۳۲۔ دختر فروش باشند عصمت فروش باشد ۔ مردانِ سفلہ طینت با وضع زاہدانہ

۳۳۔ شوق نماز روزہ حج و زکوٰۃ و فطرہ ۔ کم گردد و برآید یک بار خاطرانہ

۳۴۔ خون جگر بنوشم بار رنج با تو گویم .. ۔ للہ ترک گرداں ایں طرز راہبانہ

۳۵۔ قہر عظیم آید بہر سزا اگر شاید ۔ آخر خدا بسازد یک حکم قاتلانہ

۳۶۔ مسلم شوند کشتہ افتاں شوند حیراں ۔ از دست نیزہ بنداں یک قوم ہندوانہ

۳۷۔ چوں آخری زمانہ آید بایں زمانہ ۔ شہباز سدرہ بینی از دست رائیگانہ

۳۸۔ بینی تو عیسوی با بر تخت بادشاہی ۔ گیرند مومناں را بحیلہ و بہانہ

۳۹۔ غارت گرانِ اخلاق نوشند خمر بیباک ۔ ہم چرس و بھنگ تریاق نوشند ایں زمانہ

۴۰۔ فاسد کنند بزرگی بر قوم از سترگی ۔ پس خانۂ بزرگی خواہد شد ویرانہ

۴۱۔ احکام دین اسلام چوں شمع گشت خاموش ۔ عالم جہول گردد جاہل شود علامہ

۴۲۔ آں مفتیان گمراہ فتوی دہند بے جا ۔ از حکم شرع بیروں سازند بے بہانہ

۴۳۔ در مکتب و مدارس علم فرنگ خوانند ۔ در علم فقہ و تفسیر غافل شود زمانہ

۴۴۔ فسق و فجور ہر سو رائج شود بہ ہر کو ۔ مادر بہ دختر خود سازد دلیسے بہانہ

۴۵۔ در جستجوئے عصیاں بیباک چشم مردم ۔ چوں سگ پئے شکاری در فسق فاجرانہ

۴۶۔ از قلب پنج آبی خارج شوند ناری ۔ قبضہ کنند مسلم بر ملک غاصبانہ

۴۷۔ برعکس ایں برآید در شہر مسلمانان ۔ قبضہ کنند ہندو بر شہر جابرانہ

۴۸۔ شہر عظیم باشد اعظم ترین مقتل ۔ صد کربلا چوں کربل ہر جا [illegible] خانہ

۴۹۔ رہبر ز مسلماناں در پردہ یار آناں | امداد دادہ باشد از عہد فاجرانہ

۵۰۔ ایں قصہ بین العیدین از شین و نون شرطین | سازد ہنود بدرا معتوب فی زمانہ

۵۱۔ ماہ محرم آید چوں تیغ با مسلمان! | سازند مسلم آندم اقدام جارحانہ

۵۲۔ بعد آں شود چوں شورش در ملک ہند پیدا | غازی نمایند آندم یک عزم غازیانہ

۵۳۔ نیز ہم حبیب اللہ صاحبقران من اللہ | گیرند نصرت اللہ شمشیر از میانہ

۵۴۔ در یک ہزار سہ صد ہشتاد ہشت گردد | ہندوستان چو دشتے از گردش زمانہ

۵۵۔ جیم شکست خوردہ بار ابرابر آید | آلات نار آرد مہلک جہنمانہ

۵۶۔ چوں ہند ہم بمغرب قسمت خراب گردد | تجدید یاب گردد جنگ سہ نو بتانہ

۵۷۔ از دو الف کہ گفتم یک الف الف گردد | را تاخت کردہ باشد بہ الف صغریانہ

۵۸۔ کاہد الف ز دنیا جز نقطہ ئی بناشد | آلا کہ سہم و یادش باشد متورحانہ

۵۹۔ تعزیر عیب یابد مجرم خطاب گیرد | دیگر نہ سر فرازد بر طرز راہبانہ

۶۰۔ دنیا خراب کردہ باشد بے ایماناں | گیرند منزل آخر فی النار دوزخانہ

۶۱۔ ناگاہ مومناں را شورے پدید آید | با کافراں نمایند جنگے چو رستمانہ

۶۲۔ رود اٹک بہ سہ بار از خون اہل کفار | پر میشود بہ یک بار جریان جارحانہ

۶۳۔ پنجاب شہر لاہور کشمیر ملک منصور | دو آب شہر بجنور گیرند فاتحانہ

۶۴۔ چوں بشنوند مژدہ آیند کساں ز ہر جا | یک بار جمع آیند بر باب غائبانہ

۶۵۔ اعراب جمع آیند از ریگزار و ہامون | بہر حمایت دین بادشاہان مومنانہ

۶۶۔ خامس شوند علمبردار از بہر جنگ کفار | کافر شوند فی النار از تیغ آں یگانہ

۶۷۔ یکجا شوند افغاں ہم دکنیان و ایران | فتح کنند اینان کل ہند غازیانہ

۶۸۔ کشتہ شوند جملہ بدخواہ دین و دنیا | خالق نماید اکرام از لطف خالقانہ

۶۹۔ خوش میشود مسلماں از لطف و فضل یزداں | کل ہند پاک باشد از رسم ہندوانہ

۷۰۔ رازے کہ گفتہ ام دُرّ کہ سفتہ ام | باشد برائے نصرت استاد غائبانہ

۷۱۔ نعمت اگر بخواہی نصرت اگر بخواہی | کن پیروی خدا را و ز قول قدسیانہ

۷۲۔ چوں سال بہتری از کان ذھوقا آید — مہدی عروج سازد مہد مہدیانہ
۷۳۔ ناگاہ بر موسم حج مہدی عروج سازد — آں شہرۂ فروشی مشہور در جہانہ
۷۴۔ خاموش باش نعمت اسرار حق مکن فاش — در سالِ کنت کنزاً باشد چنیں بیانہ

ترجمہ

۱۔ قدیم باتوں کو نظر انداز کر کے ہندوستان کی ان تازہ افتادوں کو بیان کرتا ہوں جو امتدادِ زمانہ سے دوسری قرن میں پیش آئیں گی۔

۲۔ صاحب قران دوم اور تمام بادشاہانِ نسل گورگانی ہندوستان پر حکومت کریں گے لیکن آخر میں ان کی بادشاہت ظالمانہ ہوگی۔

۳۔ عیش و عشرت ان کے دلوں میں گھر کرے گی اور وہ اپنے ترکی طرزِ حکومت کو چھوڑ دیں گے۔

۴۔ حکومت ان کے ہاتھ سے نکل کر غیر کی مہمان ہو جائے گی اور غیر اپنا سکہ چلائیں گے۔

۵۔ اس کے بعد روس اور جاپان میں جنگ ہوگی اور جاپان کو روس پر فتح حاصل ہوگی۔

۶۔ لڑائی ختم کر کے اپنی اپنی سرحدیں جدا کر لیں گے اور ان میں صلح ہو جائیگی مگر یہ صلح منافقانہ ہوگی۔

۷۔ دو ایسے اشخاص جن کے نام میں احمد کا لفظ شامل ہوگا اپنے دل سے قرآن حکیم کی تفسیر بنا کر مسلمانوں کو گمراہ کریں گے۔

۸۔ طاعون اور قحط ساتھ ساتھ ہندوستان میں نمودار ہوں گے اور مسلمانوں کی موت کا ہر جگہ بہانہ بن جائیں گے۔

۹۔ ایک قیامت خیز زلزلہ آئے گا جس سے جاپان کا ½ حصہ برباد ہو جائے گا۔

۱۰۔ پھر برا اعظم یورپ میں چار سال تک سخت لڑائی ہو گی جس میں الف جیم پر مکاری اور دھوکے سے فتح پائے گا۔

۱۱۔ یہ جنگ عظیم ہو گی جس میں بہت قتال ہو گا اور ایک کروڑ اکتیس لاکھ جانیں ضائع ہوں گی۔

۱۲۔ پیش بندی کے طور پر صلح ہو جائے گی لیکن یہ صلح مستقل نہ ہو گی۔

۱۳۔ جرمنی اور انگلستان بظاہر خاموش رہیں گے لیکن درپردہ لڑائی کی تیاریاں کریں گے اور پھر لڑائی میں مشغول ہوں گے۔

۱۴۔ جبکہ چین اور جاپان آپس میں لڑ رہے ہوں گے تو عیسائیوں میں آپس کی جنگ شروع ہو جائے گی۔

۱۵۔ ۲۱ سال کے بعد دوسری جنگ شروع ہو گی جو جارحیت میں پہلی جنگ سے زیادہ مہلک ہو گی۔

۱۶۔ ہندوستانی بھی امداد دیں گے مگر اس بات سے بے خبر ہوں گے کہ آگے چل کر ان کی یہ امداد رائیگاں ثابت ہو گی۔

۱۷۔ بجلیوں کو ناپنے والے آلات اور حشر برپا کر دینے والے ہتھیار اس زمانے کے مشہور سائنسداں تیار کریں گے۔

۱۸۔ اگر تم مشرق میں ہو گے تو مغرب کی بات چیت سن سکو گے نغمے اور ترنم اس طرح سنائی دیں گے جس طرح ہاتف غیبی سے سن رہے ہیں۔

۱۹۔ دونوں الف روس اور چین شہد کی طرح شیریں ہو کر الف و جیم اول ثانی کے خلاف رہیں گے۔

۲۰۔ بجلی کی تلوار چلائیں گے اور غضب کے پہاڑ لڑھکائیں گے حتیٰ کہ ان پر کینہ اور بہانہ سے فتح پالیں گے۔

۲۱۔ یہ جنگ مغرب میں پورے چھ سال تک لڑی جائے گی اور ہر جگہ انسانی جانیں ختم ہونے کا بہانہ بن جائے گی۔

۲۲۔ عیسائی ہندوستان چھوڑ دیں گے لیکن اپنی کینہ برائیوں کا بیج ہمیشہ کے لئے بو جائیں گے۔

۲۳۔ ہندوستان دو حصّوں میں تقسیم ہوگا اور مکر و بہانہ سے آشوب فتنہ اور رنج و ملال پیدا ہوگا۔

۲۴۔ بے تاج اور نادان و نا اہل بادشاہ حکومت کریں گے اور مہمل قسم کے فرمان جاری کریں گے۔

۲۵۔ رشوت ستانی، لاپرواہی اور دانستہ تغافل کی وجہ سے شاہی احکامات التوا میں رہیں گے۔

۲۶۔ عالم اپنے علم پر اور دانا اپنی عقل پر روئیں گے اور ننگے ناچ مصروف رہیں گے۔

۲۷۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت سے مجرمانہ افعال اور قابل سزا اعمال سرزد ہوں گے۔

۲۸۔ زمانے کے فتنوں کے اثر سے محبت سرد مہری میں اور تعظیم دلیری میں تبدیل ہو جائے گی۔

۲۹۔ بہن بھائی کے ساتھ اور بیٹے ماں کے ساتھ اور باپ بیٹیوں کے ساتھ عاشقی کے مجرم ہوں گے۔

۳۰۔ حلت اور حرمت ختم ہو جائے گی اور اغوا بالجبر کے ذریعے عصمت بھی لٹے گی۔

۳۱۔ عورتیں بے پردگی مرد بے پردہ دری کے عادی ہو جائیں گے۔ عورتیں بظاہر معصوم لیکن باطن میں عصمت فروش ہوں گی۔

۳۲۔ کمینے مرد جن کی وضع قطع بالکل زاہدانہ ہوگی لیکن در پردہ دختر فروشی اور عصمت فروشی کا کام کریں گے۔

۳۳۔ نماز۔ روزہ۔ حج زکوۃ اور فطرہ کی ادائیگی کا شوق مسلمانوں میں بالکل کم اور بارِ خاطر ہو جائے گا۔

۳۴۔ بڑے رنج و کرب کے ساتھ تجھے کہتا ہوں کہ خدا کے لئے عیسائی طرز طریق کو چھوڑ دے۔

۳۵۔ (مسلمانوں کی اس غفلت) کی سزا کے لئے ایک قہرِ عظیم آئے گا اور اللہ تعالے ایک قاتلانہ حکم فرمائے گا۔

۳۶۔ مسلمان مارے جائیں گے بھاگیں گے اور تباہ و پریشان ہوں گے ان نیزہ بندوں کے ہاتھوں جو ہندوؤں کی ہی ایک قوم ہوگی۔

۳۷۔ جب آخری زمانہ آئے گا تو اس زمانے میں اخلاقی بلندی اور روحانی عظمتوں کا شاہباز نااہلوں کے ہاتھوں ضائع ہوگا۔

۳۸۔ پھر تو عیسائیوں کو بادشاہی کے تخت پر دیکھے گا جو حیلہ سازی سے مسلمانوں اور مومنوں کو پکڑیں گے اور قتل کریں گے۔

۳۹۔ اخلاق کو تباہ کرنے والے لوگ بے باکانہ شراب پئیں گے اور بھنگ چرس وغیرہ کا اس زمانہ میں تریاق کی طرح استعمال ہوگا۔

۴۰۔ بدکردار فسادی لوگ بزرگی کا لبادہ اوڑھ کر قوم کی رہنمائی کریں گے اس طرح بزرگ اور نیک کردار لوگوں کی جگہ خالی ہوجائے گی۔

۴۱۔ دینِ اسلام کے احکام شمع کی طرح خاموش ہوجائیں گے علمار کو جاہل گردانا جائے گا۔ اور جاہلوں کو علامہ کا درجہ ملے گا۔

۴۲۔ حکمِ شریعت سے بے بہرہ مفتی اپنی گمراہی کے سبب غلط فتوے دیں گے۔

۴۳۔ اسکولوں اور مدرسوں میں انگریزی تعلیم دی جائے گی اور علم فقہ و تفسیر سے بیگانہ ہوں گے۔

۴۴۔ ہر طرف فسق و فجور رواج پائیں گے اور ماں اپنی بیٹی سے بہانے تراشے گی۔

۴۵۔ لوگ گناہوں کی تلاش میں اس طرح بے باکانہ پھریں گے جیسے کتے اپنے شکار کی تلاش میں پھرتے ہیں۔

۴۶۔ پنجاب کے قلب سے ہندو خارج ہوجائیں گے اور ان کی جائیدادوں پر مسلمانوں کا غاصبانہ قبضہ ہوجائے گا۔

۴۷۔ اس کے برعکس مسلمانوں کے شہروں پر ہندوؤں کا قبضہ ہوجائے گا جو وہ

جبر و استبداد سے کریں گے۔

۴۸۔ سب سے بڑا شہر سب سے بڑا مقتل بنے گا اور ہر جگہ اور ہر گھر میں کربلا جیسی سینکڑوں کربلائیں بنیں گی۔

۴۹۔ ایسے مسلمان لیڈر بھی ہوں گے جو اپنے فاخرانہ وعدے کے مطابق در پردہ مدد دیں گے۔

۵۰۔ یہ واقعہ دونوں عیدوں کے درمیان ہوگا جبکہ چاند شرطین سے گذر جائیگا اور تمام دنیا ہندوؤں پر اظہار ملامت کرے گی۔

۵۱۔ محرم کے مہینے میں مسلمانوں کے ہاتھ میں تلوار آجائے گی۔ اور مسلح ہوکر جارحانہ اقدام کریں گے۔

۵۲۔ اس کے بعد پورے ملک ہندوستان میں ایک شورش برپا ہو جائے گی۔ اور غازی ایک غازیانہ عزم کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہوں گے۔

۵۳۔ اس کے ساتھ ہی اللہ کا ایک حبیب جو صاحب قرآن ہوگا اسے اللہ کی نصرت و تائید حاصل ہوگی وہ تلوار کو بے نیام کر لے گا اور ہندوستان پر اقدام کریگا۔

۵۴۔ ۱۳۸۸ھ میں ہندوستان زمانے کی گردش سے ایک جنگل کی صورت اختیار کرے گا۔

۵۵۔ شکست خوردہ جیم یعنی جرمنی روس کے ساتھ مل کر مہلک اور آتش جہنمی اسلحہ لائے گا۔

۵۶۔ ہندوستان کی طرح مغرب کی قسمت بھی خراب ہوگی اور تیسری جنگ عظیم پھر چھڑ جائے گی۔

۵۷۔ جن دو الفوں کا پہلے ذکر کیا گیا ہے (امریکہ اور انگلستان) ان میں سے ایک الف یعنی امریکہ بدلگام گھوڑے کی طرح سیدھا ہو کر شریک جنگ ہوگا اور روس چھوٹے الف یعنی انگلستان پر حملہ کرے گا۔

۵۸۔ الف جہاں سے اس طرح مٹ جائے گا کہ اس کا صرف نام اور یاد تاریخوں میں

رہ جائے گی۔

۵۹۔ اپنے گناہوں کی سزا پائیں گے اور عیسائی مجرم کے نام سے موسوم ہوں گے اور پھر کبھی عیسائیت کا رواج نہیں ہوگا۔

۶۰۔ یہہ بے ایمان جو ساری دنیا میں خرابیوں اور تباہیوں کے پھیلانے والے ہیں آخر کار جہنمی آگ کی نذر ہو جائیں گے یعنی تباہ ہو جائیں گے۔

۶۱۔ اچانک مومنوں میں (اللہ اکبر کے نعروں کا) شور اٹھے گا اور وہ کافروں کے ساتھ بڑی بہادری سے لڑیں گے۔

۶۲۔ تین مرتبہ دریائے اٹک کافروں کے خون سے رنگین ہوگا اور ان پر کافی سختی ہوگی۔

۶۳۔ پنجاب میں لاہور سے اور مفتوحہ کشمیر سے مسلمان دوآب اور بجنور تک پہنچ جائیں گے۔

۶۴۔ اطراف کے آدمی جب یہہ خوشخبری سنیں گے ایک دم باب غائبانہ پر جمع ہو جائیں گے۔

۶۵۔ عرب کے رتیلے میدانوں اور ٹیلوں سے مومن سردار اور غازی دین کے لئے جمع ہو جائیں گے۔

۶۶۔ خامس کفار کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے علم جہاد اٹھائیں گے اور ان کی بے مثال بہادری سے کافر جہنم رسید ہوں گے۔

۶۷۔ افغانی دکنی اور ایرانی مسلمان اکٹھے ہو جائیں گے اور تمام ہندوستان کو مردانہ وار فتح کر لیں گے۔

۶۸۔ دین اسلام کے تمام بدخواہ ختم کر دیئے جائیں گے اور اللہ تعالٰے مسلمانوں پر اپنا لطف اور بخشش نازل فرمائے گا۔

۶۹۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور مہربانی سے مسلمان مسرور ہوں گے اور سارا ملک ہندوستان ہندوانہ رسوم سے پاک ہو جائے گا۔

۷۰۔ وہ راز جو میں نے بیان کر دیئے ہیں اور جن کو موتیوں کی طرح اشعار کی

لڑیوں میں پردہ یا مسلمانوں کی نصرت کے لئے تائید غیبی کا کام دیں گے۔

۱۰ - اے مسلمان تو اگر جلدی فتح کا طالب ہے تو اللہ تعالیٰ کے قدسیانہ احکام کی پیروی کر۔

۱۱ - جب آئندہ کان زہوقا کا ابتدائی سال شروع ہو گا تو امام مہدی آخرالزماں اپنے مہد میں ظاہر ہوں گے۔

۱۲ - اچانک حج کے مہینے میں مہدی نمودار ہوں گے اور ان کے ظہور کی خبر ساری دُنیا میں مشہور ہو جائے گی۔

۱۳ - اے نعمت خاموش ہو جاؤ اور خدا کے رازوں کو بیان نہ کرو۔ یہ شعر کُنت کنزاً کے مطابق یعنی ۱۰۴۷ھ میں بیان کئے گئے ہیں۔

(واللہ اعلم بالصواب)

(از تائید غیبی صفحہ ۵ تا ۴۴) مرتبہ محمد اسلم علوی قادری رضوی

مندرجہ ذیل قصیدہ حضرت سید نورالدین شاہ نعمت اللہ ولی ماہانی کرمانیؒ کا کلام نہیں ہے۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "شاہ نعمت اللہ ولیؒ" مولفہ جناب قمرالسلام پوری صاحب۔)

راست گویم بادشاہے در جہاں پیدا شود
نام تیمورے بود صاحب قراں پیدا شود
بعد ازاں مرزا محمد وارثش گردد پدید
وائے صاحب قران اندر زماں پیدا شود
چوں کند عزم سفر او از فنا سوئے بقا
بعد ازاں اخوان شاہ انس و جاں پیدا شود
بعد ازاں گردد عمر شاہنشۂ مالک رقاب
گردد آں ہم مدعیش ہم درآں پیدا شود
شاہ نادر بعد ازاں در ملک کابل بادشاہ

پس بدہلی وا ے ہندوستان پیدا شود
از سکندر چون رسد نوبت با براہیم شاہ
این یقین دان فتنہ در ملک آن پیدا شود
باز نوبت بابر ہمایون چو رسد از لایزال
ہم دران اخبار یکے از آسمان پیدا شود
حادثہ رو آورد سوئے ہمایون بادشاہ
آن کہ نامش شیر شاہ باشد ہمان پیدا شود
میرود در ملکِ ایران پیش اولادِ رسولؐ
تا کہ قدر و منزلت زان قدر دان پیدا شود
شاہ شاہان مہربانیہا کند بر حال او
تا وقار و عزتش چون خسروان پیدا شود
تا زمان آنکہ او لشکر بیا رد سوئے ہند
شیر شاہ فانی شود، یورش بران پیدا شود
پس ہمایون میرسد در ہند و قابض مے شود
بعد ازان اکبر شہ کشورستان پیدا شود
بعد ازان شاہ جہانگیر است گیتی را پناہ
وارث او در جہان شاہ جہان پیدا شود
چون کند عزم سفر زین جا سوئے دار البقاء
ثانی صاحب قران شاہ جہان پیدا شود
بشتر از قرن کمتر از چہل شاہی کند
تا کہ پورش خورد بیش آن کلان پیدا شود
رخنہا گردد بعالم، ملک او گردد خراب
از عجائبہا چہ گرداب جہان پیدا شود

در تحیّر خلق افتد چوں جہاں گردد چنیں
مہترے از آسمان آتش فشاں پیدا شود
راستی کمتر شود کبر و دغل گردد فزوں
دوست دشمن می شود شک اندراں پیدا شود
ہم چناں دو عشر باسہ بادشاہی او کند
تا ز فرزندان کوچک بعد ازاں پیدا شود
او بہادر بر کند از حکم خود اندر جہاں
والیٔ از خلق عالم سر فشاں پیدا شود
اندر ایں آید قضا از آسمان گردد پدید
وآنکہ نام او معظم بے گماں پیدا شود
خلق را فی الجملہ اندر دور رو گردد سکوں
مرہمے بر زخم ہائے مردماں پیدا شود
ایں چنیں تا چند سال او پادشاہی را کند
عاقبت از کوششے ابدالیان پیدا شود
از طفیل مقدمش در دور گردد اعتدال
غم بدر گردد ز عالم خوش جہاں پیدا شود
ہم چنیں وہ عشر یک سال او بود آخر فنا
آں پسر آید دریں شاہ زماں پیدا شود
نادر آید ہم ز ایران او ستاند ملکِ ہند
قتل دہلی پس بزورِ تیغ آں پیدا شود
چوں کند عزم سفر سوئے بقا ایں بادشاہ
رخنہ اندر خاندانش زیں میاں پیدا شود
بعد ازاں شاہ قوی زور است گیتی را بنا

او بملک ہند آید حکم آں پیدا شود
قوم سکھاں چیرہ دستیہا کند بر مسلمین
تا چہل ایں دور بدعت اندر آں پیدا شود
بعد ازاں گیرد نصاریٰ ملک ہندوستان تمام
تا صدی حکمش میانِ ہندیاں پیدا شود
از برائے دفع دجالے ہمی گویم شنو
عیسیٰ احمد مہدی آخر زماں پیدا شود
پانصد و ہفتاد ہجری تا زمن ایں گفتہ شد
یک ہزار و دو صد و ہفتاد آں پیدا شود

(بحوالہ ہفت روزہ "بدر" ۲ مارچ ۱۹۰۶ء)

مسلک

شاہ صاحبؒ کے مسلک کے بارہ میں مورخین میں اختلاف رائے ہے:۔ مولف ماثر الامرار لکھتے ہیں:۔

"شاہ صاحبؒ قدسی نژاد، اسوۃ العرفاء صوری و معنوی کمالات سے متصف اور کشف وکرامات میں شہرۂ آفاق ہیں۔ اپنے عہد کے بیشتر اکابر سے آپ نے استفادہ کیا تھا۔ جب کرمان کے علمار نے آپ کے کفر کا فتویٰ دیا تو آپ نے جواب میں فرمایا۔

یَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰہِ ثُمَّ یُنْکِرُوْنَہَا وَاَکْثَرُہُمُ الْکَافِرُوْن
(سورۃ نحل۔ رکوع ۱۱۔ آیت ۷)

ترجمہ:۔ وہ اللہ کی نعمت کو پہچانتے ہیں پھر اس سے منکر ہوتے ہیں اور ان میں سے اکثر کافر ہیں)

چونکہ آپ حضرت سید عبداللہ شافعی، مکی یمنیؒ کے مرید تھے اس لئے بعض لوگ آپ کو شافعی مسلک کا پیرو سمجھتے تھے لیکن آپ کے اس قطعہ نے لوگوں کے شک کو رفع کر دیا۔

قطعہ

گویند مرا چہ کیش داری | اے بے خبراں چہ کیش دارم
از شافعیؒ و ابو حنیفہؒ | آئینہ خویش پیش دارم
ایشاں ہمہ تابعان جدّ اند | من مذہب جدّ خویش دارم

(ماثر الامرا (اردو) جلد سوم صفحہ ۲۸۳ - ۲۸۴)

استاد سعید نفیسی نے "سلسلہ نسب فرق تصوف ایران وہند" کے عنوان کے تحت شاہ صاحبؒ کے عقائد کے بارہ میں اس طرح لکھا ہے :-

درقرن ہفتم صدر الدین قونیوی وسپس درقرن ہشتم شاہ نعمت اللہ ولی وپس ازاں سید محمد نوربخش طریقہ تصوف ابن العربی راکہ باتصوف ایران بیگانہ بودہ است درمیان ایرانیاں رواج دادہ اند ونعمت اللہ ولی آنرا بامعتقدات شیعہ توام کردہ وطریقہ نعمت اللہی نخستیں طریقہ تصوف فرقہ شیعہ شدہ است وابستہ منحصر بایران وہندوستانست۔[۲]

مذکورہ بالا عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ شاہ نعمت اللہ ولیؒ نے طریقہ تصوف ابن العربیؒ کو جو ایرانیوں کے تصوف سے علیحدہ تھا ایرانیوں میں رائج فرمایا اور اس کو معتقدات شیعہ سے ملحق کر دیا۔ طریقہ نعمت اللہی پہلا طریقہ تصوف فرقہ شیعہ تھا، ایران وہندوستان میں۔"

مولف[۳] تاریخ برگزیدگان ومشاہیر ایران نے شاہ صاحبؒ کے مسلک کے بارہ میں اس طرح لکھا ہے :-

---

۱؎ ماثر الامرا میں فٹ نوٹ میں لکھا ہے کہ مندرجہ بالا قطعہ سے ظاہر ہے کہ شاہ نعمت اللہ ولیؒ امامیہ مسلک کے پیرو تھے مجھے اس رائے سے اختلاف ہے کیونکہ اس قطعہ سے ایسا ظاہر نہیں ہوتا۔ (مولف کتاب)

۲؎ دیباچہ "شاہ نعمت اللہ ولیؒ" بامقدمہ استاد سعید نفیسی ص۱۲ ۳؎ تاریخ برگزیدگان ومشاہیر ایران وعرب ص۵۸۶ از امیر مسعود سپہرم)

"شاہ نعمت اللہ ولی بن سید عبداللہ کرمانی ماہانی معروف بہ نعمت اللہ ولی از اکابر عرفا و اعاظم مشائخ شیعہ و اصل طریقت و پیشوائے اصل سلوک است کہ نسبتش با ہفدہ یا ہیجدہ واسطہ بامام محمد باقر میرسد..... وفاتش در روز ۲۵ ماہ رجب بین سالہائے ۸۳۰ تا ۸۳۴ ہجری قمری در سن متجاوز از ۷۵ و یا ۹۷ سالگی در زمان شاہرخ پسر امیر تیمور گورگان در قصبہ ماہان کرمان اتفاق افتادہ و ہمانجا نیز مدفون گردیدہ است۔ سلسلہ نعمت اللّٰہی بہ شاہ نعمت اللہ ولی منسوب است۔"

طہران یونیورسٹی کے دو ریسرچ اسکالر مسٹر نصر اللہ پرجاویدی اور مسٹر پیٹر لیمبرن ولسن نے اپنے جامع تحقیقاتی انگریزی مقالہ بعنوان شاہ نعمت اللہ ولی کے پسماندگان میں لکھا ہے کہ شاہ نعمت اللہ خود اپنے پیدائشی و آبائی مسلک کے پیرو "سنی" تھے البتہ آپ کے جانشینوں نے فارس میں خاندان صفویہ کے سیاسی مصالح و تصورات سے متاثر و منسلک ہو کر اسمعیل صفوی کی مدد کی۔ اور تصوف اہل تشیعہ کے اعتقادات و طریقوں پر مبنی سلطنت قائم کرنے میں مدد دی۔

(اسلامک کلچر شمارہ (۱) جنوری ۱۹۷۶ء حیدر آباد دکن)

شاہ صاحبؒ عارف باللہ تھے۔ آپ کو عرفان کے جو اعلیٰ مدارج حاصل تھے ان کا تعلق آپ کے ذاتی کسبِ عبادات و ریاضات کے علاوہ آپ کے آبا و اجداد کے تقدس اور جدِ امجد کی میراث سے تھا جو ہر کس و ناکس کو نصیب ہونا مشکل ہے۔ آپ کے مندرجہ ذیل قطعہ سے آپ کے مسلک پر روشنی پڑتی ہے۔

من حسینی مذہبم اے یار من
یافتم تعظیم از خلق حسن
علم تو باشد ہمہ از قیل و قال
واں من میراثِ من از جدِ من

(دیوان شاہ نعمت اللہ ولی ص۶۷۱)

ترجمہ:۔ اے دوست! میں حسینی مذہب کا ہوں۔ خلقِ حسن سے میں نے تعظیم

پائی ہے. تیرا علم قیل وقال سے ہوگا اور میرا علم مجھے اپنے جد سے میراث میں ملا ہے۔)

شاہ صاحبؒ نے خود اپنے مسلک کے بارہ میں ایک غزل میں جو تحریر فرمایا ہے اس کے چند اشعار درج ذیل ہیں :۔

نعمت اللہ ماست پیر و لی — یادگار محمدؐ است و علی
نعمت اللہ ہست و خواہد بود — نعمت لایزال لم یزلی
نعمت اللہ را اشو منکر — ورشوی کافری و در خللی
رافضی نیستم ولی ہستم — مومن پاک وخصم معتزلی
مذہب جدّ خویشتن دارم — بعد ازو پیر و علی ولی
سید ملک نعمت اللّہم — با چنیں بندہ ای چہ در جدلی

(دیوان شاہ نعمت اللہ ولی با مقدمہ استاد سعید نفیسی مطبوعہ تہران ص۵۸۰ غزل ۱۵۲۳)

شاہ صاحبؒ مے عشق الٰہی میں مخمور اور نشۂ بادۂ الست میں چور تھے. حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو جو دلی محبت تھی وہ آپ کے نعتیہ کلام سے ظاہر ہوتی ہے۔ مذہب اسلام میں تفرقے ڈالنا اور فرقہ بندی کو فروغ دینا آپ جیسے ولی کامل اور صوفی صافی و پابند شرع بزرگ ہستی کا کام نہیں ہوتا. یہہ الگ بات ہے کہ بعض متصوفین وعشاق الٰہی نے اپنے کلام میں کفر و ایمان کے امتیاز سے ہٹ کر اس طرح راگ الاپے ہیں۔

ہم عشق کے بندے ہیں مذہب سے نہیں واقف
گر کعبہ ہوا تو کیا بتخانہ ہوا تو کیا

آپ مست مئے حب الٰہی تھے فرماتے ہیں۔

ساقیا از روئے لطف بیکراں
ساغر مئے دہ بدستِ عاشقاں
مئے بہ زاہد گر دہی ضائع شود

مئے بہ رندے دہ کہ می نوشد بجاں

(دیوان شاہ نعمت اللہ ص ۶۷۱)

ترجمہ:۔ اے ساقی تو اپنے لطف و انتہائی محبت سے شراب کا پیالہ عاشقوں کو دے اگر تو زاہد کو دے گا تو شراب ضائع ہوگی۔ رند کو دے تاکہ دل و جان سے اس کو پی لے۔

شاہ صاحبؒ کے فضائل و مکارم تقدس اور علو مرتبت کا سلطان احمد شاہ ولی بہمنی، امیر تیمور، وسلطان شاہرخ وغیرہ پر اتنا گہرا اثر تھا کہ ان بادشاہوں نے آپ کے شایان شان آپ کی قدر و منزلت کی۔ شاہان مغلیہ نے بھی، خاصکر جہانگیر و اورنگ زیب عالمگیر نے آپ کی اولاد کی تعظیم و تکریم برقرار رکھتے ہوئے ان کو اعلیٰ خدمات، مناصب و نوازشات سے سرفراز کیا اور شاہان ایران کی طرح شہزادیوں کے ساتھ بعض کے عقد کر دیئے جس کا تفصیلی ذکر آپ کے پسماندگان کے حالات کے ضمن میں کیا گیا ہے۔ ان بیدار مغز، جلیل القدر اور راسخ الاعتقاد بادشاہوں نے آپ کی بہت عزت و توقیر کی کیونکہ آپ کی مقدس ہستی مذہبی اختلافات و تنازعات سے مبرا تھی۔ آپ کی اولاد کا بھی شاہان وقت نے احترام کیا۔

شاہ صاحبؒ نے جو نصیحت فرمائی ہے وہ حسب ذیل ہے:۔

نصیحت

بشنوائے یار اضطراب مکن
خویش رسوائے شیخ و شاب مکن

اگرت معصیت حاضر باش
صورت شرع را خراب مکن

چشم بر شاہد و شراب مہنہ
گوش با نغمہ و رباب مکن

مئے خوری خواب میکنی شب و روز
اعتمادی بخورد و خواب مکن

مئے مخور چوں حرارتے دارد
خوردن خود بغیر آب مکن

اے کہ گوئی کہ خمر ہست حلال
غلطی حکم ناصواب مکن

ذرّہ را آفتاب میخوانی | طعنہ بر نور سے آفتاب مکن
آخرت را چرا شوی منکر | سر آب چناں سراب مکن
کشف اسرار شرع جائز نیست | گوش کن منع واجتناب[1] مکن
عاقبت میروی سوئے گیلان | چند روزی گرشتاب مکن

نعمت اللہ را بدست آور
عمر بیجد منش حساب مکن

کلیات شاہ نعمت اللہ ولی ص۳۲۲ دیوان شاہ نعمت اللہ ولی صفحہ ۴۰۳ - ۴۰۴
(دیوان مطبوعہ ایران با مقدمہ استاد سعید نفیسی میں "چند روزی کی بجائے "دو سہ" ہے)

"مندرجہ صدر اشعار میں حضرت نے احکام شریعت کی پابندی کے متعلق تاکیدی ارشاد فرمایا ہے اور بتلایا ہے کہ کشف اسرار شرع نا درست ہے. پھر حضرت نے گیلان پہونچنے کا تذکرہ فرمایا ہے اشعار میں گیلان کا تذکرہ حضرت غوث الاعظم شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ کی جانب ہے کیونکہ آپ سلسلہ قادریہ میں بھی بیعت[2] ہیں"
(مخطوطہ جناب م. ع. علوی صاحب ص۴۷)

مؤلف سفینۃ الاولیاء نے لکھا ہے کہ شاہ صاحبؒ کو چند واسطوں سے حضرت غوث پاک شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ سے ارادت و عقیدت و خلوص تھا.
(سفینۃ الاولیاء اردو ص۱۰۱)

جناب م. ع. علوی صاحب تھانوی نے اپنے جامع مخطوطہ کے ص۲۵ پر

۱- مطبوعہ دیوان با مقدمہ استاد سعید نفسی کے ص۴۹۱ پر لفظ احتساب ہے.

۲- "ارادت از شیخ ابو عبداللہ یافعیؒ دادہ نسبت خرقہ اش بحضرت جناب پشت پناہ بیکساں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرسد" (ریاض الشعراء از علی خاں درخشانی ص۸۶۶) "و ایشاں مرید بیکساں آنحضرت بہ چند واسطہ بحضرت محبوب سبحانی حضرت غوث الاعظمؒ منتہی بود" (مخطوطہ سبع الانساب (فارسی) از سید مبین الحق بن شہاب الحق ص۲۹۲ بحوالہ مخطوطہ م. ع. علوی صاحب ص۴۷

شاہ صاحبؒ کے عقیدہ کے بارہ میں شاہ صاحبؒ کا کلام اس طرح درج فرمایا ہے۔

"در عقیدہ خود نسبت اہلبیت"

آنکہ ہستی غلام آل نبیؐ — مومنی کاملی و محب علیؓ
ہر کرا دچار یار دار د دوست — مومن پاک مذہب است ولی
رافضی کیست دشمن بوبکرؓ — خارجی کیست دشمنانِ علیؓ
راہ سنی گزین کہ مذہب ماست — ورنہ گم گشتہ در خللی

نعمت اللہ شد ز آل رسولؐ
چاکر خواجہ ام خفی و جلی

(مشکواۃ النبوت ورق ۲/۳۹۳)

دیوان شاہ نعمت اللہ ولیؒ با مقدمہ استاد سعید نفیسی مطبوعہ طہران میں ص۵۸۱ پر مکمل غزل نمبر ۱۵۲۵ اس طرح لکھی ہوئی ہے:۔

اے کہ ہستی محبِ آل علی — مومنِ کاملی و بے بدلی
رہِ سنی گزیں کہ مذہبِ ماست — ورنہ گم گشتہ و در خللی
رافضی کیست دشمنِ بوبکر — خارجی کیست دشمنان علی
ہر کہ او ہر چہار دارد دوست — امت پاک مذہب است و ولی
دوستدار صحابہ ام بہ تمام — یار سنی و خصم معتزلی
مذہب جامع از خدا دارم — این ہدایت مرا بود ازلی

نعمت اللہم وز آل رسولؐ
چاکر خواجہ ام خفی و جلی

توضیح:۔ اشعار بالا میں شاہ صاحبؒ نے صاف طور پر اہلبیت کی فضیلت، خلفاء راشدین پر اعتقاد، رافضی و خارجی کی تشریح اور خود کو سنی مذہب کا پابند ہونا بتایا ہے۔

ماثر الامرا کا بیان ہے کہ "کچھ لوگ بدخشاں کے علاقوں اور توران میں بھی اپنے کو سیّد (نعمت اللہ ولیؒ) سے منسوب کرتے ہیں ممکن ہے کہ زمانہ گزرنے کے ساتھ ان کی اولاد میں سے کوئی اس ولایت میں چلا گیا ہو۔ تعجب یہ ہے کہ ہر آدمی علیحدہ اعتقاد رکھتا ہے اور اس (اعتقاد) کو سیّد سے منسوب کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں یزد و کرمان میں جو لوگ اپنے جدِ بزرگوار کی جانشینی کا شرف رکھتے ہیں ان میں تفرقہ و اختلاف پیدا نہیں ہوا ہے۔ وہ صحت نسب اور اپنے بزرگوں کے طریقے کو برتنے میں دُرست ہیں۔"

(ماثر الامرا (اردو) جلد سوم ص۲۸۶)

میں اپنی ذاتی معلومات کی بنا پر نہایت وثوق کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ شاہ صاحبؒ کی اولاد سے سیڑم ضلع گلبرگہ شریف (دکن) میں جو سجادہ نشین سیّد شاہ اولیاء محمد الحسینی کے سلسلہ سے ہیں، وہ اور ان کا پورا خاندان حنفی المذہب ہے۔ نیز بیدر (دکن) میں شاہ صاحبؒ کے صاحبزادے امیر ضیاء الدین شاہ نوراللہ کے سلسلہ سے تعلق رکھنے والے خاندان کے افراد، سیّد شاہ ندیم اللہ حسینی وغیرہ (جو میرا ننہال ہے) سنّی اور حنفی ہیں۔ البتہ بیدر میں ایک اور خاندان ہے جس کے افراد اپنے آپ کو شاہ صاحبؒ کی اولاد سے بتاتے ہیں اور وہ امامیہ مسلک کے پیرو ہیں کہا جاتا ہے کہ مختلف مقامات پر امامیہ مسلک کے پیرو بعض ایسے خاندان ہیں جو اپنے آپ کو شاہ صاحبؒ کی اولاد بتاتے ہیں۔ حیدرآباد دکن میں بھی ایک خاندان سیّد کمال الدین عطیۃ اللہ حسینی بن شاہ محب اللہ بن شاہ خلیل اللہ بت شکنؒ کی اولاد سے موجود ہے جو حنفی مذہب کا پیرو ہے۔ اس خاندان کے ایک عالم و فاضل بزرگ سیّد کلیم اللہ حسینی کا چند سال قبل انتقال ہوا۔

غرض حضرت سیّد نعمت اللہ ولی کی اولاد و احفاد کی اکثریت سنّی حنفی مسلک کی پیرو ہے اور یہی ان کے بزرگوں کا قدیم مسلک رہا ہے۔ آپ کی اولاد سے جو صاحبین امامیہ مسلک کے پیرو ہیں ان کی تفصیلات شجرے وغیرہ دستیاب نہ ہو سکے معلوم

ہوا کہ طہران تفت، یزد وکرمان وغیرہ (ایران) میں ایسے خاندان موجود ہیں ....
شاہ صاحبؒ کے مسلک کے بارہ میں وثوق کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ ساوات عرب سے ہیں، حضرت سیّد عبداللہ یافعیؒ مکیؒ (حنفی المذہب) کے مرید اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کے پیرو اور اپنے جدّ کے مذہب پر قائم تھے جیسا کہ آپ کے قطعہ واشعار مذکورہ بالا سے ثابت ہے نیز یہ کہ آپ صوفی صافی، ولی کامل اور شرع کے سخت پابند تھے ہمہ وقت یادِ الٰہی میں مشغول اور معرفت حق میں مستغرق رہتے تھے۔ آپ کی برگزیدہ ہستی آپ کے جدّ امجد کے مسلک کی آئینہ دار تھی، آپ کے کلام میں وحدۃ الوجود کا فلسفہ جابجا نمایاں ہے۔ عالم استغراق میں آپ کو اختلافات مذہب یا عقائد پر غور کرنے کی نوبت ہی نہیں آتی تھی کسی شاعر نے سچ کہا ہے :-

مستغرق تو ترا نہ بیند

بیرونِ جہان و درجہان نیز

جیسا کہ ہر سعادت مند اولاد کا فرض ہے آپ نے بھی اپنے کلام میں اپنے اجداد امجاد کی فضیلت و تعریف میں قصیدے اور غزلیات لکھے ہیں۔ ان برگزیدہ ہستیوں کی فضیلت و عظمت بلحاظ نسبت، نسب وکسب ذاتی سب پر عیاں ہے۔
جناب ام۔ اے حفیظ نے اپنی تالیف "شاہ نعمت اللہ ولی" کے نویں باب ص۳۵ میں شاہ صاحبؒ کے مذہب کے بارے میں لکھا ہے کہ :-
"شاہ صاحبؒ کا مذہب جیسا کہ ان کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے تین اجزاء سے مرکب تھا، تشیع، وحدۃ الوجود۔ سلسلۂ تکوین
آل رسول (صلعم) کی فضیلتیں ان کے دیوان میں جابجا بیان ہوتی ہیں جناب امیر کی شان میں ان کے قصیدے موجود ہیں جن کے مضامین سے اکثر اہل سنت والجماعت اتفاق نہ کریں گے۔ ان کے اثنا عشری ہونے کے ثبوت میں ایک رباعی پیش کی جا سکتی ہے۔

خواہی کہ ز دوزخ برہانی دل و تن — اثنا عشری شو وگزیں مذہب من

دانی سہ محمدؐ بود و چار علیؑ   باموسیٰؑ و جعفرؑ و حسینؑ و دو حسنؑ

علویؒ وہ بے شک تھے مگر ان کے شیعہ اثنا عشری ہونے کا کوئی دوسرا ثبوت ان کی تصانیف میں نہیں ملتا۔

امام مہدی کے متعلق شیعہ و سنّی کے عقاید مختلف ہیں لیکن ان کے قصیدہ پیشگوئی قیامت اور رسالہ صفات مہدی میں امام موصوف کے بارے میں جو کچھ مذکور ہے اس میں شاید ہی ایسی کوئی بات نکلے جس پر شیعہ و سنّی آپس میں جھگڑتے ہوں۔ شاہ صاحبؒ کی روش صلح کل تھی۔

اس کی وجہ یہہ معلوم ہوتی ہے کہ ان کے اساتذہ، مرشد اور اکثر رفقا سنّی مذہب رکھتے تھے۔ پیری مریدی کا رواج بھی شیعوں میں بہت کم پایا جاتا ہے۔ ایران میں اس قسم کے صرف دو ہی بڑے سلسلے نظر آتے ہیں۔ ایک خاکسار، دوسرا نعمت اللّٰہی

جناب ام۔ اے حفیظ نے اس کے بعد مسئلہ وحدۃ الوجود پر بحث کی ہے پھر سلسلہ تکوین کے عقیدہ پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ آخر میں شاہ صاحبؒ کے اس شعر پر یہہ بحث ختم کی ہے کہ:۔

ہر نبی و ہر ولی را مسلکیست
لیک تا حق می برد جملہ یکیست

(یعنی ہر نبی اور ہر ولی کا مسلک ہوتا ہے لیکن چونکہ وہ حق تک پہنچاتا ہے اس لئے یہہ کہنا درست ہے کہ سب مسلک ایک ہی ہیں۔ بہ الفاظ دیگر منزل ایک ہے لیکن راستے جدا جدا)

اب وقت کا تقاضا یہہ ہے کہ دنیا کے تمام مسلمان آپس کے مذہبی و دیگر نوع کے اختلافات دور کر کے متحد ہو جائیں۔ کلمہ طیبّہ کے پرچم تلے سب جمع ہوں، کھوئی

۱؎ علویوں کے متعدد فرقے جو اثنا عشری نہ تھے کتابوں میں مذکور ہیں۔ شام و عراق و عجم میں ان میں سے چند کے افراد آج کل بھی پائے جاتے ہیں۔

ہوتی عظمت و وقار کو پھر حاصل کر کے دنیوی اور دینی ترقی کے حصول میں سعی بلیغ سے کام لیں ورنہ وہ کہیں کے نہ رہیں گے بمصداق اشعار ذیل کے :-

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم ۔۔۔ نہ ادھر کے نہ اُدھر کے رہے
گئے دونوں جہان کے کام سے ہم ۔۔۔ نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

اگرچہ عالم اسلام میں اتحاد کی ضرورت کو شدت سے محسوس کیا جا رہا ہے لیکن جناب ذوالفقار علی بھٹو وزیر اعظم پاکستان کی فاضلانہ قیادت میں ۱۹۷۴ء میں حکومت پاکستان نے لاہور میں اسلامک کانفرنس منعقد کر کے اسلامی اتحاد و اخوت کے فروغ دینے میں نہایت نمایاں کردار ادا کیا ہے جو قابل تحسین ہے۔ محولہ کانفرنس کی قراردادوں کو روبہ عمل لانے کے لئے اسلامک سکریٹریٹ کی جانب سے کوششیں جاری ہیں۔ دنیا کے جن جن علاقوں میں مسلمان اقلیت میں ہیں۔ ان کی مدد فلاح و بہبود کے منصوبے تیار ہو رہے ہیں[1] خدا ہمیں وہ دن دکھائے کہ یہ اتحاد شاہ صاحبؒ کی ان نیک تمناؤں و پیش گوئی کا پیش خیمہ ثابت ہو جس کو شاہ صاحبؒ نے ذیل کے اشعار میں بیان فرمایا ہے :-

گلشن شرع را ہمی بویم ۔۔۔ گل دین را بہ بار می بینم
برکفِ دستِ ساقی وحدت ۔۔۔ بادۂ خوشگوار می بینم
زینت شرع و رونق اسلام ۔۔۔ محکم و استوار می بینم
گنج کسریٰ و نقد اسکندر ۔۔۔ ہر یکے را دو بار می بینم
نعمت اللہ نشست در کنج ۔۔۔ از ہمہ بر کنار می بینم

(دیوان شاہ نعمت اللہ ولی صفحہ ۴۳-۴۴)

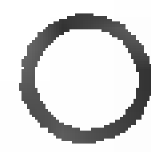
---

[1] (اخبار ڈان ۱۵ جولائی ۱۹۷۵ء ص ۱)

چوتھا باب

نمونہ کلام

حضرت شاہ نعمت اللہ ولی ماہانی کرمانیؒ



خوش بگو اے یار بسم اللہ بگو   ہر چہ میجوئی ز بسم اللہ بجو
اسم جامع جامع اسماء بود   صورت این اسم عین ما بود
در مقام جمع روشن شد چو شمع   آنچہ مخفی بود اندر جمع جمع
جملہ اسماء را با اعیان رو نمود   صد ہزار اسماء مسمیٰ یک وجود
ہر کجا اسمیت عینی آن اوست   ہر کرا عینیت اسمی جان اوست
مجمع مجموع اسماء آدم است   لاجرم او قطب جملہ عالم است
ہر کسے کو مظہر اللہ شد   ز آفتاب حضرتش چوں ماہ شد

۱؎ دیوان شاہ نعمت اللہ ولی با مقدمہ استاد سعید نفیسی مطبوعہ طہران کے ص۶۰ پر بجائے "بگو" کے "بیا" لکھا ہے اور یہ شعر درج ہے:

جسم و روح و عین اسم این چہار   ظلّ یک ذات‌اند نیکو یاد دار

نیز اوپر کے ساتویں شعر میں بجائے حضرتش کے "رحمتش" لکھا ہے۔

نعمت اللہ مظہرا و دانمش
صورت اسم الٰہی خوانمش

(مخطوطہ کلیات شاہ نعمت اللہ ولیؒ ص۱)

حضرت شاہ صاحبؒ کے کلیات نیز دو مطبوعہ دیوانوں کا آغاز مندرجہ بالا اشعار سے ہوا ہے۔

"سرور انبیاء سردار کونین کی محبت شاہ صاحبؒ کے قلم سے پھوٹ کر نکلتی ہے۔ اور آخر کیوں نہ نکلے۔ آپ حسینی سیّد ہیں بزرگ زادے ہیں، آپ عشقِ رسولؐ میں سرشار ہیں عظمت و احترام رسولؐ میں صلواۃ و سلام و درود کی بارش کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں"(م۔ ع۔ علوی)



خوش رحمتیست یاران صلواۃ بر محمدؐ — گوئیم از دل وجان صلواۃ بر محمدؐ
در آسمان فرشتہ مہرش بجان سرشتہ — بر عرش حق نوشتہ صلواۃ بر محمدؐ
صلوٰۃ اگر بگوئی یابی ہر آنچہ جوئی — گر تو ز خیل اوئی صلواۃ بر محمدؐ
واللہ کہ دیدۂ من از نور اوست روشن — جان منست و من تن صلوٰۃ بر محمدؐ
گفتیم از دل وجان با عارفان کرمان — شادی روی یاران صلوٰۃ بر محمدؐ
صدیقؓ یار غاراست فاروق راز داراست — عثمان بزرگوار است صلوٰۃ بر محمدؐ
بے شک علی ولی بود پروردۂ نبی بود — ختم ہمہ علی بود صلوٰۃ بر محمدؐ

گویم دعائے سیّد خوانم ثنائے سیّدؐ
جانم فدائے سیّدؐ صلواۃ بر محمدؐ

(کلیات نعمت اللہ شاہ ولی مخطوطہ ورق ص۳۸۵)

۱؎ دیوان با مقدمہ استاد سعید نفیسی نیں "عاشقان" لکھا ہے ص۵
۲؎ " " " " "شاہ" لکھا ہے ص۵

شاہ صاحبؒ کے ایک دیوان مطبوعہ ایران (کتب خانہ آصفیہ) کے ص۱۵۴ پر اور دوسرے مطبوعہ دیوان بامقدمہ استاد سعید نفیسی کے ص۵ پر حسب ذیل اشعار درج ہیں:۔

اے نور دیدۂ ما خوش مجلس بیارا — میگو خوشی خدارا صلوٰۃ بر محمدؐ
مانند گل شگفتیم دُرِ لطیف سفتیم — خوش عاشقانہ گفتیم صلوٰۃ بر محمدؐ

خوش گفت نعمت اللہ رمزی زلی مع اللہ
خوش گو بعشق اللہ صلوٰۃ بر محمدؐ

جناب م ۔ ع ۔ علوی اپنے مخطوطہ کے ص۲۳ پر لکھتے ہیں کہ:۔

"اس مختصر سی نعت شریف میں جہاں محبت رسولؐ (ہماری جانیں فدا ہوں) کی کیفیت زبان قلم نے بیان کی ہے وہیں حضرات صحابہ کبار، جو عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں ان کے لئے رشحات قلم نے اظہار عقیدت کیا ہے۔ اب اس نظم کے مطالعہ کے بعد حضرت کے عقیدہ سے متعلق کوئی غلط فہمی باقی نہیں رہ سکتی۔

مندرجہ ذیل نعت شریف میں درود شریف کی تعلیم فرماتے ہیں:۔

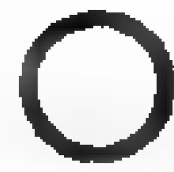
بیا اے مومن صادق بگو صلوٰۃ پیغمبر — اگر از جان شدی عاشق بگو صلوٰۃ پیغمبر
دِل خود را منور کن جہانے را معطر کن[۱] — دہن[۲] پر شہد و شکر کن بگو صلوٰۃ پیغمبر
اگر تو امت اوئی رضائے او بجان جوئی — چو ما شاید اگر گوئی بگو صلوٰۃ پیغمبر
خرد بویش بجان بوید ملک مہرش بجان جوید — خدا صلوٰۃ او گوید، بگو صلوٰۃ پیغمبر
بعرش و فرش انس و جان ہمی گویند دعا[۳] از جان[۴] — کریمانہ تو در کرمان، بگو صلوٰۃ پیغمبر
ز آتش گر امان خواہی و عمر[۵] جاوداں خواہی — بہشت حوریاں خواہی بگو صلوٰۃ پیغمبر
کسے کو یار یاران است نزد[۶] یار ما رانست — گرت میلے بدیشانست بگو صلوٰۃ پیغمبر

مطبوعہ دیوان بامقدمہ استاد سعید نفیسی میں اس طرح درج ہے۔

[۱] جہانے پر ز عنبر کن [۲] دہان [۳] دعائے او کنند از جان [۴] حیات جاوداں خواہی [۵] کسے کو یار یارانست بنزد یار یار آنس [۶] گر محمد بود ختم انبیاء، ہست بر خاتم نگیں یعنی علی

بیا ہر بندۂ شہ شو زحال خویش آگہ شو
مرید نعمت اللہ شو، بگو صلوٰۃ پیغمبر

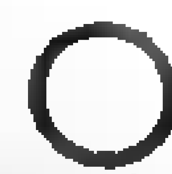
(کلیات نعمت اللہ شاہ مخطوطہ ص ۳۹۰ پ)



آں امیر المومنین یعنی علیؓ — واں امام المتقین یعنی علیؓ
آفتاب آسماں لا فتیٰ — نور رب العالمین یعنی علیؓ
شاہ مرداں بادشاہ ملک دیں — سرورِ خلد بریں یعنی علیؓ
کز محمدؐ ہست ختم الانبیاء — گشتہ برخاتم نگیں یعنی علیؓ
استغاثہ خواہد از درگاہ او[1] — خدمت روح الامین یعنی علیؓ
مخزنِ اسرار اسماء الٰہ — نفس خیر المرسلین یعنی علیؓ
بود با سرِ نبوت روز و شب — رازدار و ہمقریں یعنی علیؓ
ایں نصیحت بشنو از من یاد دار — دائما میگو ہمیں یعنی علیؓ

نعمت اللہ خوشہ چین خرمن است
دلنواز خوشہ چین یعنی علیؓ

(کلیات ورق ۴۰۱-۴۰۲ بحوالہ مخطوطہ م.ع. علوی صاحب ص۱۳)



گر خدا را دوست داری مصطفیٰ را دوست دار
ور محب مصطفائی مرتضیٰ را دوست دار
از سرِ صدق صفا گر خرقۂ پوشیدۂ
نسبت خرقہ بداں آل عبا را دوست دار
نعمت اللہ رند سرمستیست با ساقی حریف
ایں چنیں یار خوشی مہر خدا را دوست دار

---

[1] استعانت آخری شعر یہ ہے: بدر الایت اوّلین اولیاء اوّلین و آخریں یعنی علیؓ

(کلیات مخطوط ورق ۲۲۷ بحوالہ مخطوط م.ع.علی ص۲۴)

دیوان شاہ صاحبؒ با مقدمہ استاد سعید نفیسی میں ص۲۳۷ پر غزل ۸۵۳ کے تحت ۷ اشعار درج ہیں۔

یہہ اشعار زائد ہیں:۔

دردمندانہ بیا و درد دردش نوش کن	خوشبو دردی اگر داری دوا را دوست دار
بے فنا دار بقا دوست نتوان یافتن	گر بقائی جاودان خواہی فنا را دوست دار
چوں شہید کربلا در کربلا آسودہ است	ہمچو یاران موالی کربلا را دوست دار
دوستدار یار خود یاران ما دارند دوست	ما محب دوستدارانیم ما را دوست دار

"از مردان پارسا چہ خبر" کے عنوان سے شاہ صاحبؒ کے قصیدہ کے چند منتخب اشعار پیش ہیں:۔

چو تو بما نرسیدی تو راز ما چہ خبر	ولی نہ دیدہ کسے راز اولیا چہ خبر
چو تو بعرش نرفتی چہ دانی از معراج	چو تو خدا تے نہ دانی ز مصطفےٰ چہ خبر
چو از کدورت نفسی نہ کردہ گذرے	تو راز صوفی صافی با صفا چہ خبر
تو بستۂ زروزن گشتۂ ای وکشتۂ آں	تو راز مردی مرداں پارسا چہ خبر
منم ز جام الست و مئے بلیٰ سرمست	تو را چو نیست نصیبی ازاں بلیٰ چہ خبر
ہزار چشمۂ آب حیات در نظر است	تو را کہ دیدہ بنا شد ز چشمہ ہا چہ خبر
برآ بدار فنا تا بقا سے ما بینی	فنا نہ دیدہ چو منصور تے از بقا چہ خبر

۱؎ مراد از فنا فنای ابد است در حق ۲؎ بقا عبارتست از بدایت سیر فی اللہ

۳؎ اولیا بعد از انبیا مانند کرمن عند اللہ مؤید بجالا بت ومکاشفات گشتہ اندو باقی خلائق را دسترس برآں نیست۔ در مصباح الہدایہ حدیث آمدہ کہ الاولیاء عرائس اللہ فی الارض۔ مثال از نام نسرود۔

بہ قوم اندر جہاں اشرف برآیند	ز مردم آنچہ خاصا نند را بیند
نخستین پایہ برتر انبیار است	وزیں پایہ فروتر اولیار است
سلیم پایہ کلیمان جہانند	کہ اسب دانش از گردوں جہانند

۴؎ مقصود منصور حلاج است۔

ترا چو درد دلی نیست اے برادر من — زدردمندی رنجور بے دوا چہ خبر
بکنج زاویہ عشق منزوی نشدی — زشوق سلطنت و ذوق انزوا چہ خبر
چو تو بعشق نہ گشتی ز خویش بیگانہ — تو راز دولت عشاق آشنا چہ خبر
چو تو عزیز و زلیخائے خود نمیدانی — زحسن یوسف مصری جانفزا چہ خبر

زحال سید ما گر خبر نمیداری — عجب مدار گدا را ز پادشاہ چہ خبر

غزلیات

(مندرجہ ذیل غزلیات دیوان شاہ نعمت اللہ ولی با مقدمۂ استاد سعید نفیسی سے منتخب کی گئی ہیں)

عقل برو برو برو عشق بیا بیا بیا
راحت جان و دل توئی دور مشو ز پیش ما

داروے درد عاشقی ہست دوائے درد دل
نیست بنزد عاشقاں خوشتر ازیں دوا دوا

کشتۂ تیغ عشق او زندہ و لبست جاوداں
بندہ خویش اگر کشد نیست بخواجہ خوں بہا

مست و خراب و ساکنم بر سر کوے مے فروش
زاہد و کنج صومعہ او بکجا و ما کجا

جام جہاں نمائے ما آئنہ جمال او
جام جہاں نما نگر روئے بہ آئنہ نما

ہر کہ گدائے رو بود پادشاہ است بر ہمہ
شاہ چہ بود کہ پادشاہ بر در او بود گدا

سید ہست ما سزد بندۂ بندگی او
حضرت او از آن ما جنت و حوریاں ترا

(دیوان شاہ نعمت اللہ ولی ص۹۳)

○

عشقِ ما دریا و ما دروے صدف — از صدف گوہر طلب اے خلف
گوہر ہر کس کہ باشد خوب تر — باشد او را بر یکے دیگر شرف
گنج توانند بود کنعان ہمچو مصر — یا کجا باشد سقط مثل نجف
کشف کشافست ما را در نظر — کے بود چوں کشف با کشف کشف
گرچہ آبرو دارد و لے — غیر بادش نیست دریا را بکف
در پے نقش خیال این و آن — حیف باشد گر شود عمرت تلف
نعمت اللہ مجلسے آراستہ — آمدہ رندانِ مست از ہر طرف

○

خوش بود گر ایں دوئی یکتا شود — آفتاب حسن او پیدا شود
غیرِ نور او نبیا ید در نظر — چشم ما از نورِ او بینا شود
آبِ چشم ما بہر سو شد رواں — آید آں روزے کہ آں دریا شود
بحر میگوید بآواز بلند — آنکہ رو از ماست با ما وا شود
عارفے کا زہر دو عالم بگذرد — بر در یکتائے بے ہمتا شود
در خرابات مغاں رندے کہ شد — عاقبت سر دفتر غوغا شود
ہر کہ بوسد آں لب شیرین او — ہمچو سید لاجرم گویا شود

○

ہر زماں عشقے ز تو پیدا شود — ہر نفس جانے دگر شیدا شود
چوں در آید در سماں عارفاں — در سواد ملک دِل غوغا شود
چوں بر آید آفتاب مہر او — جان و دِل چوں ذرہ ناپیدا شود
گر ز پیش دیدہ بردارد نقاب — چشم نابینائے ما بینا شود
غرقہ شود در بحر عشقش کز یقین — قطرہ با دریا شود دریا شود
دست با او در کمر یاری کند — کو بعشقش سیر و بے پا شود

سیدما چوں سخن گوید ز حق
نعمت اللہ دیں چنیں گویا شود
(کلیات مخطوطہ شاہ نعمت اللہ ولی)

○

مدتے در بدر بجان گشتم — گرد میخانۂ جہاں گشتم
میر میخانہ خدمتش کردم — ہم بفرمان او روان گشتم
در خرابات عقل رندانہ — ساقی بزم عاشقاں گشتم
نام من شد نشانۂ عالم — گرچہ بے نام و بے نشاں گشتم
چوں محب جناب او بودم — نیک محبوب ایں و آں گشتم
جاں بجانان خویش بسپردم — زندۂ ملک جاوداں گشتم
موج بودم ولے شدم دریا — اینچنیں بودم آنچناں گشتم
عقل سرمایہ بود شد برباد — فارغ از سود و از زیاں گشتم
گنج در کنج دل طلب کردم — واقف از گنج بیکراں گشتم
پادشاہ خوش مرا کنار گرفت — چوں کمر گرد آں میاں گشتم

بندہ ام بندگی او کردم
سید جملہ سیداں گشتم

(دیوان شاہ نعمت اللہ ولی ص۳۵۴)

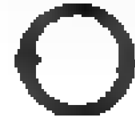
○

عشق را با کفر و ایماں کار نیست — عشق را با جسم و یا جاں کار نیست
عشق دُرد دردمی جوید مدام — عشق را با صاف درماں کار نیست
عشق را با مے پرستاں کار ہست — عشق را با غیر ایشاں کار نیست
عشق بازی کار بیکاراں بود — ہیچو کار عشق بازاں کار نیست
عقل می بندد خیال این و آں — عشق را با این و با آں کار نیست

عقل مخمور است و مست و خراب
زاہدش در بزم رنداں کار نیست

نعمت اللہ بادہ می نوشد مدام
باکسے او را ای عزیزاں کار نیست

(دیوان شاہ نعمت اللہ ولی ص۹۰)



نعمت اللہ خدا بما بخشید
خوشنوائی بہ بینوا بخشید

گنج اسماء بما عطا فرمود
پادشاہی بہ ایں گدا بخشید

خلعتے خوش مرصع از کرمت
رحمتے کردو آں بما بخشید

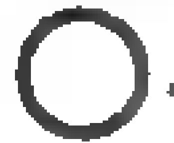
ہر چہ خواہد چنیں چناں بخشید
کس نگوید او چرا بخشید

ہم نبوت بہ انبیاء را او داد
ہم ولایت بہ اولیا بخشید

دِل اگر برُد جاں کرامت کرد
درد اگر داد ہم دوا بخشید

سیدی ساخت بندۂ خود را
منصبے عالیٔ مرا بخشید

(دیوان شاہ نعمت اللہ ولی ص۲۵۲)



موج است حباب و آب دریا
ہر چار یکے بود بر ما

ہم آب و ہوا و موج ماییم
دریا داند حقیقت ما

بنگر یقین کہ جز یکے نیست
ہم قطرہ و جو و سیل دریا

می داں کہ حجاب ما ہم از ماست
ما را بنود حجاب جز ما

از دیدہ ما ببیں بہ تحقیق
تا کشف شود حقیقت ما

بیگانہ شوی ز ہر دو عالم
گر زا کہ بود ترا سر ما

تا رستہ نگر دی از من و ما
سید نشوی تو واصل ما

(دیوان شاہ نعمت اللہ ولی ص۲۰)

جناب م. ع. علوی تھانوی صاحب نے اپنے مخطوطہ میں تحریر فرمایا ہے کہ "مندرجہ ذیل کلام میں خوش آہنگی ہے. عرفان ہے. خروش ہے. فیضان ہے. بادۂ عرفانہ کا جام دیکھ کر سرور ہونے لگتا ہے کیف اور کلام کے نمونے"۔

من حکمت غنائیہ

اے عاشقاں اے عاشقاں من پیر را برنا کنم
اے تشنگاں اے تشنگاں من قطرہ را دریا کنم
اے طالباں اے طالباں کحال ملک حکمتم
من کور ما درزاد را دریک نفس بینا کنم
گر ابکمے آید برم در وے دمے چوں بنگرم
چوں طوطی شکر شکن شیریں وخوش گویا کنم
من رند کوئے حیرتم سرمست جام وحدتم
زاں در خرابات آمدم تا میکدہ نعما کنم
پروانہ شمعش منم جمعیت جمعش منم
من بلبلم در گلستاں از عشق گل غوغا کنم
آمد ندا از لامکاں اے سید آخر زماں
پنہاں شو از ہر دو جہاں تا بر تو خود پیدا کنم
(کلیات نعمت اللہ ص ۲۸۲)

در مستی میگوید

کلام نعمت اللہی بصورت اشعار بادۂ عرفان

منم مجنوں منم لیلیٰ نمی گویم چہ میگویم
مگر گم کردہ ام خود را کہ خود را یار می جویم
اگر نہ ساقی مستم چرا جویائی رندانم
وگرنہ ذوق میدارم چرا میخانہ می پویم

خرابانست من سرمست دام جام مے در دست
بدین من مگو زاہد کہ من ساقی نیکویم
اگر گویم کہ نیکویم مکن عیبم کہ من اویم
چناں مستم از مستی نمی دانم چہ میگویم
مئے و جامے اگر جوئی کہ باشی ہمدمش یکدم
بیا و نعمت اللہ جو دریں دوراں کہ من اویم
(کلیات نعمت اللہ مخطوطہ ص ۹)

در مراتب حقیقت

مائیم کہ ذاکریم و مذکور
مائیم کہ ناظریم و منظور
مائیم کہ سیدیم و بندہ
مائیم کہ ناصریم و منصور
مائیم محیط و موج و زورق
مائیم گدا و شاہ دستور
دیں نکتہ سید ار ندانی
میدار بہ لطف خویش معذور
(کلیات ورق ۲۳۰)

در حقیقت انسان

در مرتبہ جسم است در مرتبہ روح است
در مرتبہ جانست در مرتبہ جاناں
در مرتبہ جامست در مرتبہ بادہ
در مرتبہ ساقی و در مرتبہ رندان
در مرتبہ شاہیست در مرتبہ درویش
در مرتبہ بندہ در مرتبہ سلطان
در مرتبہ فرعون در مرتبہ موسیٰ
در مرتبہ کفرست در مرتبہ ایمان
در مرتبہ مخمور در مرتبہ سرمست
در مرتبہ غمگیں در مرتبہ شاداں
در مرتبہ توریت در مرتبہ انجیل
در مرتبہ صحفست در مرتبہ قرآن
در مرتبہ یوسف در مرتبہ یعقوب
در مرتبہ مصر است در مرتبہ کنعاں
در مرتبہ عقلست در مرتبہ نفس است
در مرتبہ حیواں در مرتبہ انسان
در مرتبہ خم است در مرتبہ کوزہ
در مرتبہ قطرہ در مرتبہ عمان

رمرتبہ دوزخ درمرتبہ جنّت | درمرتبہ زندان درمرتبہ بستان
درمرتبہ طٰحہٰ درمرتبہ یٰسین | درمرتبہ حٰمٓ درمرتبہ سبحان
درمرتبہ دریا درمرتبہ چشمہ | درمرتبہ جو بیست درمرتبہ باران
ایں مرتبہا با تو از ذوق بیان کردم | گر ذوق ہمی خواہی ایں گفتہ ہمی خوان

ہم جسمی و ہم جانے ہم آنی ہم آنے
ہم سیّد و ہم بندہ با خلق گو میدان

(کلیات شاہ نعمت اللہ ص۴۶۲)

"حضرت کے اشعار عشقیہ جن کے پڑھنے سے ایک عالم سرمستی طاری ہوتا ہے۔
آپ نے "عشق" پر مختلف انداز میں شعر فرماتے ہیں" (م. ع. علوی)

✓ مئی زخمِ عشق مینوشیم ما | خلعتے از عشق می پوشیم ما
✓ در طریقِ عاشقی چوں عاشقاں | مدّتے شد تا کہ میکوشیم ما
✓ عشق میگوید سخن از من شنو | ما از و گوئیم خاموشیم ما
✓ ہمچو بلبل در ہوائے روئے گل | روز و شب مستانہ بجز وشیم ما

ما خم موقف را گویند و خم زلف اسرار الٰہی را گویند

نوٹ:۔ شاہ صاحبؒ کے مطبوعہ دیوان با مقدمہ سعید نفیسی میں ص۱۲ پر حسب ذیل اشعار زائد درج ہیں۔

عاشقانہ ہمچو خم مے فروش | باز سر مستیم و در جوشیم ما
جرعۂ مئے ما بصد جان میخوریم | نیک ارزانست نفروشیم ما
سربسر چشیم تا بینیم او | گر سخن گوید ہمہ گوشیم ما
ما بعشقش عاقل دیوانہ ایم | تا نپنداری کہ بیہوشیم ما

راقم الحروف

ہمیں مضمون از خیام۔

تا زہرہ و مہ در آسمان گشت پدید | بہتر ز مئے ناب کسے ہیچ نہ دید
من در عجبم زمیفروشاں کاایشاں | با از آنچہ فروشند چہ خواہند خرید

نعمت اللہیم و باسید حریف باده می نوشیم و مدہوشیم ما
(مطبوعہ دیوان شاہ نعمت اللہ ص۱۰ کلیات مخطوطہ ص۳۸)

در حقیقت عشق

عشق مست است و عقل مخمور است عاقل از ذوق عاشقان دور است
عالم از نور او منور شد ہرچہ آید بچشم ما نور است
آئینہ روشن است و من بینم در نظر ناظر است و منظور است
رند مستے کہ ذوق ما دارد خوشتر از زاہدے کہ مخمور است
آفتاب است بر ہمہ تاباں تو گماں می بری کہ مستور است
جام گیتی نما ست سید ما
در ہمہ کائنات مشہور است
(کلیات شاہ نعمت اللہ ولی ص۵۲ و مطبوعہ دیوان شاہ نعمت اللہ ص۶)

رموزِ عشق

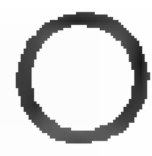
عشق مست است و عقل مخمور است عاقل از ذوق عاشقاں دور است
دِل ما کنج خانہ عشق است کنج خانہ بہ گنج معمور است
نظرے کن کہ نزد اہلِ نظر ہر کہ او ناظر است منظور است
زاہد از ذوق ما نمی داند ہیچ عیبش مکن کہ معذور است
آفتاب از بنور پیدا شد سید ما بنور مستور است
نعمت اللہ بہ رندی و مستی
در ہمہ کائنات مشہور ست
(کلیات شاہ نعمت اللہ ورق ۹۲
دیوان شاہ نعمت اللہ ص ۷۷)

در حقیقت عشق

همہ عالم تن است جاں عشق است — جان و جانان عاشقاں عشق است
عشق ہم صورتست و ہم معنی — آشکارا و ہم نہاں عشق است
درمیاں آی و کنارمش گیر — خوش کنارے کہ درمیاں عشق است
عشق و معشوق عاشق خویشیم — ہرچہ ہستیم ایں زماں عشق است
عمر جاوید خوش بود با عشق — غرض از عمر جاوداں عشق است
عاشقانہ در آ دریں مجلس — گر ترا عشق، آنچناں عشق است

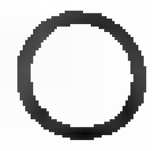
نعمت اللہ چو نور پیدا شد
نظرے کن ببیں کہ آں عشق است

(کلیات شاہ نعمت اللہ ولی ص۹۴ دیوان شاہ نعمت اللہ ص۷۸)



بادشاہِ ہمہ جہاں عشق است — حاکم مطلق العناں عشق است
عشق بخشد حیات جاویداں — حاصل عمر جاوداں عشق است
عالم از نور عشق شد روشن — نظرے کن کہ ایں و آں عشق است
دلِ عاقل بہ عقل مشغول است — مونس جان عاشقاں عشق است
خوش بہشتے ست مجلس سیّد — درچنیں جنتے چناں عشق است

(کلیات شاہ نعمت اللہ ولی ص۹۴ دیوان شاہ نعمت اللہ ولی ص۷۹)

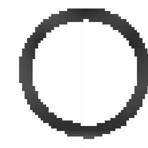


در حقیقت عشق و دل

شہرِ دل در ولایت عشق است — ملکِ جاں در حمایت عشق است
آں چہ عقلم نہانیش می گفت — دیدہ آمد ای ہدایت عشق است

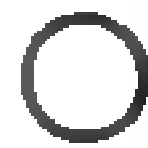
هرچہ گوئی ز عشق گو کہ مرا — سخن خوش حکایتِ عشق است
نالۂ زار بلبلان شب و روز — در گلستان سرایت عشق است
نعمت اللہ را چنیں حیران
کردہ حسن کفایت عشق است

(کلیات شاہ نعمت اللہ ولی مخطوطہ ص۹۴ دیوان شاہ نعمت اللہ ص۷۱)



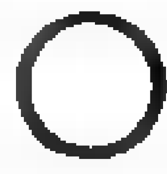
عالم بدن است و جان عشق است — جان است کہ در بدن روانست
عشقست کہ عاشقست و معشوق — عقلست کہ عین این و آنست
عشقست کہ نور دیدہ ماست — چو نور بچشم ما عیان است
عشقست کہ زندہ دل ازیم — عشقست کہ جان جاودان است
عاشق چو غلام عشق سلطان — عشقست کہ شاہِ عاشقان است
عشق است کہ عقل بندہ اوست
عشقست کہ سید زمان است

(کلیات شاہ نعمت اللہ ص۱۰۲ دیوان شاہ نعمت اللہ ص۸۸)



ما عاشق چشم مست عشقیم — سرمست مئے الست عشقیم
ما غمزدگان بادہ نوشیم — شوریدہ و می پرست عشقیم
در گوشۂ خلوت خرابات — رندانہ حریف مست عشقیم
ماہیم کہ ماہیِ محیطیم — افتادہ بدام شست عشقیم
گر سید و گاہ بندہ باشیم
گر عالی و گاہ پست عشقیم

(کلیات شاہ نعمت اللہ ولی ص۳۰۹)



ساقی بدہ آں مئے شبانہ — مستم کن از آں شراب خانہ
بشنو تو رموزِ عشق بازاں — کان است نشان ایں نشانہ
داریم بقائے مطلق از حق — از دولت عشق جاودانہ
پروانہ جانِ ماروان سوختہ — چوں آتش عشق زد بہانہ
مطرب بنواز قول سید
وز نغمہ ساز عاشقانہ

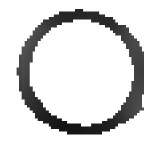
(کلیات شاہ نعمت اللہ ولیؒ ص ۲۴۵ مطبوعہ دیوان شاہ نعمت اللہ ص۴۳۷)

دِل و حقیقتِ دِل

شاہ صاحبؒ نے دِل اور اس کی حقیقت سے متعلق اس طرح ارشاد فرمایا ہے:۔

مجمع البحرین اگر جوئی دِل است — جامع مجموع اگر گوئی دل است
دِل بود خلوت سرائے خاص او — ہر چہ میخواہی بیا از دل بجو
اوسع است از عرش اعظم عرش دِل — چیست کرسی سدرہ از فرش دِل
جملۂ اسمار در وگنجیدہ اند — اہل دل دل را بدیں شاں دیدہ اند
از جمال واز جلال ذوالجلال — تربیت یابد دل ما لایزال
نقطۂ در دائرہ بنہفتہ اند — اہل دِل ایں نقطہ رادل گفتہ اند
نقدِ دِل را قلب میخوانند عرب — باشد از تقلیب او را ایں لقب
جامع غیب و شہادت دِل بود — تخت سلطانی ولایت دِل بود
رحمتِ ذاتی دہد دل راست — لاجرم اوسع بود دل از صفت
فی المثل گر عالم بے منتہا — در دل عارف در آید بارہا
یادگار نعمت اللہ یاد دار — یاد دار از نعمت اللہ یادگار

(مطبوعہ دیوان شاہ نعمت اللہ مطبوعہ ص۳۱)

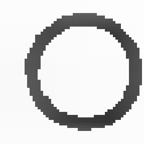


دل صفۂ صفاست و ما صوفیان دل — دلِ خلوت خداست و ما ساکنان دل
ہر کس معانی دل و جاں کئے بیاں کند — از جان ما شنو بحقیقت بیان دل
از اہلِ دل نشان ولم جو کہ در جہاں — جز اہلِ دل کسے نشناسد نشان دل
یار است در میانہ و من در کنار جاں — یا اوست در کنار و منم در میان دِل
عقلست در ولایت تن کار ساز جان — عشقست در ممالک جاں پاسبان دل[۱]
از جاں بیاد بادۂ صافی ما بنوشش — از دست ساقی کہ بود خاص از آن دِل

سیّد چو بلبلیست کہ در گلستان عشق
میسازد ایں نوائے خوش از داستان دِل

(دیوان مطبوعہ با مقدمہ استاد سعید نفیسی ص ۳۸۰)

"گو حضرت شاہ نعمت اللہ ملک فارس میں اقامت فرما ہو گئے تھے مگر پھر اپنے جدّی وطن کی یاد آپ کے صفحات قلب سے محو نہ ہو سکی۔ عرب سے اپنا تعلق، اپنا نسبی واسطہ برابر آپ کو یاد آتا رہا۔ چنانچہ درج ذیل اشعار اس مرکزی خیال کے آئینہ دار ہیں۔ (مخطوطہ م۔ع۔ علوی صاحب)



یاد وطن عرب میں فرماتے ہیں۔

نعمت اللہ نور دیں دارد لقب — نور دیں از نعمت اللہ می طلب
از رسول اللہؐ نسب دارد درست — خود کہ دارد اینچنیں دیگر نسب

---

[۱] شیخ ابو سعید ابوالخیر ایں موضوع را چہ نیکو سرود
گر با غم عشق ساز گار آید دل — بر مرکب آرزو سوار آید دل
گر دل نبود کجا وطن سازد عشق — در عشق نباشد بچہ کار آید دل

در همه آئینه یکی بنگر — آن یکی نیز بی شکی بنگر
متخلق به خلق او می باش — گنج اخلاق بر جهان می پاش
گر تو فانی شوی بقا یابی — عمر جاوید از خدا یابی
درد دردش بنوش درمان جو — جان بجانان سپار و جانان شو
در همه شئی جمال اسماء بین — با همه اسم یک مسمّا بین
گر خیالش بخواب می بینی — تو بخواب حجاب می بینی
ماه دیدی در آفتاب نگر — آفتابی بماهتاب نگر
گفته ام من ترا خلیل الله — خوش خلیلی اگر شوی آگاه
گر ز باطل تمام وارستی — حق پرستی بحق چو پیوستی
جبر تند و قدر بود و مران — مرکب خود میان شان می ران
تو ز هستی و نیستی بگذر — شاید آنجا که نیستی بگذر
در ولایت امام کامل جو — عمر داری ز عمر حاصل جو
جام گیتی نما بدست آور — دامن اولیا بدست آور
گر ز اسرار حق شوی آگاه — خوش بگو لا اله الا الله
تابع جدّ خویشتن می باش — هر چه یابی به این و آن می باش
هر که حق رالعین او بیند — بد نه بیند همه نکو بیند
چون هویت یکی است اسماء را — بهویت یکی بود اسماء
در نظر عالمست چون سایه — سایه بنگر به نور بی مایه
صنعت و اسم ذات را می دان — بر یکی و یکی بسی می خوان
یک وجودست اگر خبر داری — عین او بین اگر نظر داری
نور او را به نور او بنگر — در همه آئینه نکو بنگر
در ظهور است مظهر و مظهر — نیک دریاب باطن و ظاهر
ابداً علم از خدا میجو — چون بیابی به طالبان میگو

یک حقیقت باسم بسیارست — یک مؤثر ہزار آثار رست
کثرة و وحدت اینچنیں گفتم — دُر توحید رانکو سفتم[ملہ]

(حوالہ مخطوطہ م۔ ع۔ علوی صاحب ص۳۰۴)

رباعیات

در آئینہ وجود مطلق — خود بیند و خود نماید الحق
مائیم حباب وآب دریا — زورق بحرست وبحر زورق

(کلیات شاہ نعمت اللہ ص۴۶ دیوان شاہ نعمت اللہ ص۵۲۶)

○

گر علم بہ تعلیم الٰہی پابند — گنجینۂ گنج پادشاہی پابند
طالبان علم گر چنیں خوانند — انعام خدا لامتناہی پابند

(کلیات شاہ نعمت اللہ ص ۴۵۲)

○

نعمت اللہ بعشق حضرت شاہ — خوش بہ ماہان نشستہ ہمچو ماہ
عارفانہ بصدق می گوید — دائما لا الٰہ الا اللہ

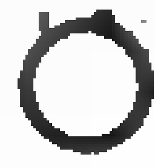
○

ہمہ نیکند ہیچ خود بدنیست — آنکہ نیکو نہ باشد آں خود نیست

ملہ۔ اس نصیحت میں شاہ صاحبؒ نے اپنے صاحبزادہ کو منجملہ اور اچھی باتوں کے وحدۃ الوجود کے مسئلہ پر قائم رہنے کی تاکید فرمائی ہے۔ یہی نکتہ ایمان اور تصوف کی جان ہے آپ کی نصیحت ہم سب کے لئے سبق آموز ہے۔ ہر شخص کا فرض ہے کہ اپنی اولاد کو عمدہ نصیحت کرے نیک اعمال کی طرف رغبت دلائے، اولاد کے اعمال کی نگرانی کرے نیک توفیق نصیب ہونے کی دُعا کرے اور اپنے آپ کو قابل تقلید عمدہ نمونے کے طور پر سب کے سامنے پیش کرے۔ (مؤلف)

جز یکے نیست در ہمہ عالم   صد مگو اے عزیز من صد نیست

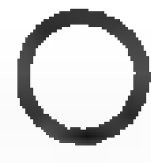
(دیوان شاہ نعمت اللہ ص ۵۳۴)



نقشے و خیالست کہ عالم خوانند   معنی سخن محققاں می دانند

ایں طرفہ کہ در حقیقت ایں نقش خیال   حقند ولے خیال را می دانند

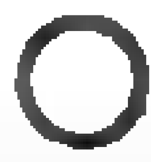
(دیوان شاہ نعمت اللہ ص ۵۳۸)



در ازل زندہ کرد او دل ما   دید زندہ دلی ما آنجا

تا ابد زندہ ایم چوں ز ازل   زندگی یافتیم ما بخدا

(کلیات شاہ نعمت اللہ ص ۴۳۸ و دیوان ۵۱۴)



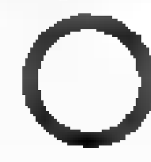
انسان کامل است کہ مجلاّئے ذات اوست

مجموعہ کہ جامع ذات وصفات اوست

او چشمۂ حیات وہمہ زندہ اند ازو

او حی جاوداں بقائے حیات دوست

(کلیات مخطوطہ ص ۴۳۰ دیوان شاہ نعمت اللہ ص ۵۱۵)



ما محرم راز حضرت سلطانیم   احوال درون وہم بروں میدانیم

منشئ قضا ہر چہ نویسد مجمل   بر لوح قدر مفصلش میخوانیم

(دیوان شاہ نعمت اللہ ص ۵۵۳)



نشان زمرۂ جنت چہار است   بقول بہترین مرد و عالم

دل نرم و کف بخشندہ آگاہ   دگر گفتار خوب وروئے خرم

(دیوان شاہ نعمت اللہ ص ۵۹ قدیم دیوان ص ۲۱۸)

نشانِ اہلِ دوزخ نیز چار است
ہم از دوزخ بنی آں روح اعظم
ترش روئی و دیگر تلخ گوئی
دِل سخت و کفے وز بخل محکم

دیوان شاہ نعمت اللہ ۵۵۶ . قدیم دیوان ص ۳۱۸)

○

نشان مردم عاقل ہمیں است
کہ بگزیند جنّت بر جہنم
طریقت عرفت سیّد گفت باتو
تو دانی بعدازیں واللہ اعلم

(دیوان شاہ نعمت اللہ ولی ص ۵۵۷ قدیم دیوان ۳۱۸) (منتخب از مخطوطہ م بع علوی صاحب)

○

شاہ صاحبؒ کے مطبوعہ دیوان با مقدمہ استاد سعید نفیسی (طہران) میں سے چند رباعیات منتخب کی گئی ہیں جو پیش کی جاتی ہیں۔

○

مطلوب خود از خود طلب اے طالب ما
خود را بشناس بیگز مانی بخود آ
گر عاشق صادقی یکے را دو مگو
کافر باشی اگر بگوئی دو خدا

(دیوان ص ۶۷۴)

○

عرش و فلک وستارہ ہمراہ منست
ایں ہفت فلک ستادہ از آہ منست
ایں من نہ منم جملہ از او می گویم
ایں گفتہ من تمام ز اللہ منست

(دیوان ص ۶۷۷)

○

گنجینہ و گنج پادشاہی دِل تو است
واں مظہرِ الطاف الٰہی دِل تو است
مجموعہ مجموع کمالات وجود
از دِل بطلب کہ ہر چہ خواہی دل تو است

(دیوان ص ۶۷۸)

○

○

عشق آمد و عقل رخت بربست و برفت
آں عہد کہ بستہ بود بشکست و برفت
چوں دید کہ بادشاہ در آمد سرمست
بیچارہ غلام زود برجست و برفت (دیوان ص ۶۸۰)

○

ما شاہ جہانیم گدائی چہ بود
واصل بخدائیم جدائی چہ بود
یا ربچہ در آئینہ مادر نگرد
بیند کہ تجلّی خدائی چہ بود

(دیوان شاہ ؒ ۶۸۵)

○

ما محرم راز حضرت سلطانیم
احوال درون وہم برون میدانیم
منشیٔ قضا ہرچہ نویسد مجمل
بر لوح قدر مفصلش میخوانیم

○

جوہر آبست و گوہرش دُرّ یتیم
دریاب بیان ما کہ سرّیست عظیم
موج است و حباب نزد ما ہر دو یکے
بگذر ز دوئی یکے مسازش بدو نیم

(دیوان ص ۶۹۴)

○

دانستن علم دیں شریعت باشد
چوں در عمل آوری طریقت باشد
گر علم و عمل جمع کنی با اخلاص
از بہر رضائے حق حقیقت باشد (دیوان ص ۶۸۸)

○

واصل بخورم عین وصالم انیست
بہر حال خورم ہمیشہ حالم انیست
در آئینہ ذات مثالی دارم
تمثال مثال بے مثالم انیست

(دیوان شاہ نعمت اللہ ص ۶۷۹)

○

○

گنجینۂ و گنج بادشاہی دل تواست
واں منظرِ الطافِ الٰہی دل تواست

مجموعۂ مجموع کمالاتِ وجود
از دل بطلب کہ ہر چہ خواہی دل تواست

○ (دیوان ص ۶۷۸)

فقرے کہ از و غنا مطلق آید
گر زانکہ طلب کنی بجان میشاید

من فقر ہمی جویم و آں خواجہ غنا
از خواجۂ ما فقر و غنا می آید

○ (دیوان ص ۶۸۳)

گر علم بتعلیم الٰہی یابند
گنجینہ و گنج بادشاہی یابند

طالب علمان علم چنیں گر خوانند
انعام خدا لا متناہی یابند

○ (دیوان ص ۶۸۴)

اے یار دل یار بدست آر خدا را
زایں بیش دلِ خستہ میازار خدا را

مستیم و خرابیم و سراز پائے ندانیم
اے عقل رہا کن من و دلدار خدا را

خوش آب حیاتیست اگر تشنۂ آبی
جامیؔ زمئے عشق بدست آر خدا را

گر یکسرِ موئیست حجاب تو دریں راہ
بردار حجاب خود و مگذار خدا را

ہر چیز کہ داری بامانت بتو دادند
تو نیز امینانہ نگہدار خدا را

عشق آمد و گفتا کہ دہم کام تو گفتم
تاخیر مکن یاد دریں راہ خدا را

گر جان عزیزت طلبد سیدؔ مستان
شکرانہ بنہ بر سر بسیار خدا را

(دیوان شاہ نعمت اللہ ولی ص ۵)

۱؎ دِل عارف را کہ مالا مال بادۂ معرفت است جام گویند۔ عراقی گوید مراد از جام، عالم وجود مراد از بادہ، حیات و معرفت است۔ مثال از مولوی:۔

گر چہ بشکستند جامت قوم مست
آنکہ مست از تو بود عذر یش ہست

لذت تخصیص تو وقت خطاب
آں کند کہ ناید از صد خم شراب

شاہ نعمت اللہ ولیؒ اور مولانا رومؒ و دیگر شعرا بزرگ کے چند ہم معنی اشعار ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ یہ کلام شاہ صاحبؒ کے دیوان با مقدمہ استاد سعید نفیسی سے منتخب کیا گیا ہے:۔

مولوی

داد جاروبے بہ دستم آں نگار — گفت کز دریا برانگیز آں غبار
باز آں جاروب در آتش بسوخت — گفت کز آتش تو جاروبے برار

شاہ نعمت اللہ ولیؒ

عقل جاروبت نگار آں پیر کار — باطنت دریا وہستی چوں غبار
آتش عشقش چو سوزد عقل را — باز جاروبے زعشق آید بکار

مولوی

تا ببینی نقشہائے دل ربا — تا ببینی رنگ ہائے لالہ زار
خاک و آب از عکس او رنگیں شدہ — جاں بنازیدہ تبرک ورنگبار

شاہ نعمت اللہ ولی

از حجب بیروں خرآمد بے حجاب — رونق گلزار و جان لالہ زا
لالہ زار و نقشہائے بے حساب — از تجلی باشد اے صاحب وقار

مولوی

من چراغ ہر سرم ہمچو فتیل — جملہ را اندر گرفتہ از شرار
شمعہا برمی شد از سرہائے من — شرق تا مغرب گرفتہ از قطار

شاہ نعمت اللہ

چون گذر کردی ازیں وآں بعشق
جامہ درپوش از صفاتش ذات وار
باز چوں ہمرنگ وبوئے او شدی
یار خود بینی نگار ہر نگار

مولوی

روز رفت و قصّه ام کوته نه شد — اے شب و روز از حدیثش شرمسار
شاه شمس الدین تبریزی مرا — مست می دارد خمار اندر خمار

شاه نعمت اللہ

سید ملک وجودم لاجرم — آنچه پنهان بود کردم آشکار

مولوی

اے قوم بحج رفته کجائید کجائید — معشوق همینجاست بیائید بیائید

شاه نعمت اللہ

سید بجستجوئے تو گرد دہر در روز و شب — او در برون جویائے تو، تو خود درون مخزنی

شاه نعمت اللہ

الموجود وجود عشق لاشئ شئ شد — وزآب حیات جملهٔ ما حی شد
گویند وفات یافت سید حاشا — باقی ببقائے اوست فانی کئ شد

مولوی

اے آنکه بجان این جهانی زنده — شرمت بادا چرا چنانی زنده
بے عشق مباش تا نباشی مرده — در عشق بے مستر تا بمانی زنده

شاه نعمت اللہ

تا نگیری دامن رہبر بدست — کئے زگمراہی توانی باز رست

مولوی

گر تو بے رہبر فرود آئی براہ — گر ہمه شیری فرد افتی بچاہ

حافظ

قطع این مرحله بے همرهی خضر مکن — ظلماتست بترس از خطر گمراهی

(دیوان ص ۶۱۶)

شاہ نعمت اللہ

قطب[1] عالم نقطۂ پرکار روح — شیخ ما سرمایۂ گنج فتوح

مولوی

قطب آں باشد کہ گرد خود تنند — گردش افلاک گرد او بود

او چو عقل و خلق چوں اجزائے تن — بستۂ عقل است تدبیر بدن

(دیوان ص ۶۱۰)

انتخاب از دیوان شاہ نعمت اللہ ولی با مقدمہ استاد سعید نفیسی شاہ صاحب اور آپ کے ہم عصر یا قریب العصر شعراء کا کلام ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

شاہ نعمت اللہ

مظہر اعیان[2] ما ارواح ما — مظہر ارواح ما اشباح ما

مغربی

ہست یک عین و اینہا اعیان — یک مسمیٰ است و اینہا اسماء

ذات و وجود است و اسم و نعت و صفت — عقل و نفس است و طبع شکل قوا

شاہ نعمت اللہ

ہر کہ را باشد ولایت از خدا
در ولایت باشد او از اولیاء[3]

---

[1] قطب از مردان خدا است و از اولیاء اللہ میباشد کہ ارشاد خلایق بدا کفا واگذار شدہ و خداوند طلسم اعظم را با و عنایت فرماید و قطب در عالم وجود بمنزلہ روح است در بدن [2] اعیان در اصطلاح سالکان صور علمیہ را گویند و صور اسماء الہیہ و ارواح، مظاہر اعیان اند و اشباح، مظاہر ارواح اند و حقیقت انسان اول در اعیان ثابتہ تجلی نمودہ و بعد از آں در ارواح مجردہ تجلی کردہ است [3] اولیاء از انبیاء اند کہ من عند اللہ موید بحالات و مکاشفات گشتہ اند کہ باقی خلایق را دسترسی باں نیست۔ در مصباح الہدایہ آمدہ است کہ الاولیاء عرائس اللہ فی الارض۔

مولوی

آنکہ گویداولیا درگہ بوند — تازچشم مردماں پنہاں بوند

پیش خلق ایشاں فرازصد کہ اند — گام خود برچرخ ہفتم می ہنند

شاہ نعمت اللہ

آمدآں ساقی سرمست وبدستش جامی — گوئیا میطلبد ہمچو من بدنامی

ازحافظ

دردیرمغاں آمد یارم قدحی دردست — مست ازمی ومیخواراں ازنرگس مستش است

شاہ نعمت اللہ

دلم بگرفت ازیں زھدریائی — بیا اے ساقی رنداں کجائی

ازحافظ

مسی صوفی افگن کجامیفروشند — کہ درتابم ازدست زھدریائی

ازسعدی

پردہ برداز کہ بیگانہ خود آں روی بنید — توبزرگی ودرآئنہ کوچک ننمائی

شاہ نعمت اللہ

اے ازجمال رویت نقش جہاں خیالی — وے زآفتاب رویت ہر ذرہ ای ھلالی

ازاوحدی

اے برشفق نہادہ ازشام زلف خالی — برگرد ماہ بستہ ازرنگ شب ھلالی

شاہ نعمت اللہ

نرسی درحرم کعبۂ مقصود بخود — ھمرھی جوکہ دریں راہ بجائی برسی

حافظ

قطع ایں مرحلہ بے ھمرھی خضر مکن — ظلماتست بترس ازخطر گمراھی

شاہ نعمت اللہ

هر ذره ای ز عالم بنموده آفتابی   آن آفتاب تابان بسته ز مه نقابی

از عطار

ای از شکنج زلفت هر جا که انقلابی   هرگز نتافت بر کس چون رویت آفتابی

از اوحدی

با اینچنین بلائی بعد از چنان عذابی   راضی شدم که بینم روی ترا بخوابی

شاہ نعمت اللہ

ساقی جامی به این و آن داد   خمخانه[1] بدست عاشقان داد

از حافظ

ما را ز خیال تو چه پروای شرابست   خم گو سر خود گیر که خمخانه خرابست

شاہ نعمت اللہ   (دیوان ص ۲۱۰)

حال عشق[2] از عقل می پرسی مپرس   ذوق عشق از عشق پرسیدن خوش است

خواجہ عبد اللہ انصاریؒ

هر دل که طواف کرد گرد در عشق   هم خسته شود در آخر از خنجر عشق
این نکته نوشته ایم بسر دفتر عشق   سر دوست ندارد آنکه دارد سر عشق

شاہ نعمت اللہ   (دیوان ص ۱۸۶)

مطرب عشاق گو شعرش بخوان   تا جهان از ذوق او گیرد طرب

از حافظ

مطرب[3] عشق عجب ساز و نوائی دارد   نقش هر پرده که زد راه بجائی دارد

۱؎ خمخانه عالم تجلیات را گویند که در قلب است و محیط علیات عشق را گویند ۲؎ عشق آتش است که در قلب واقع شود و محبوب را بسوزد، عشق دریایے بلاست و قیام قلب است با معشوق بلاواسطہ ۳؎ مطرب در اصطلاح صوفیہ فیض رسانندگان و ترغیب کنندگان را گویند کہ بکشف رموز و بیان حقائق و لطائف عارفاں را معمور دارند و نیز پیر کامل و مرشد مکمل را گویند۔

عالم از نالۂ عشاق مبادا خالی ‌ ‌ ‌ ‌ کہ خوش آہنگ و فرح بخش نوائی دارند

شاہ نعمت اللہ ‌ ‌ ‌ ‌ (دیوان ص٤٧)

درِ میخانہ بگشودند و دادِ عاشقان دادند ‌ ‌ ‌ ‌ بحمد اللہ اجابت شد دعا ر کہ دعای ما[۱]

از حافظ

بود آیا کہ درِ میکدہ ہا بگشایند ‌ ‌ ‌ ‌ گرہ از کارِ فرو بستۂ ما بگشایند

درِ میخانہ ببستند خدا را مپسند ‌ ‌ ‌ ‌ کہ درِ خانۂ تزویر و ریا بگشایند

شاہ نعمت اللہ

خوش آب حیاتیست اگر تشنۂ آبی ‌ ‌ ‌ ‌ جامی[۲] ز مئے عشق بدست آر خدا را

از مولوی

گرچہ بشکستند جامت قوم مست ‌ ‌ ‌ ‌ آنکہ مست از تو بود عذریش ہست

لذت تحقیق تو وقت خطاب ‌ ‌ ‌ ‌ آں کند کہ ناید از صد خم شراب

شاہ نعمت اللہ ‌ ‌ ‌ ‌ (دیوان ص ٥٠)

ساغری[۳] از مئے است و پر از مئے ‌ ‌ ‌ ‌ گر طلب می کنی بجو از ما

از شاہ نعمت اللہ

گر نہ مئے ساغر است و ساغر مئے ‌ ‌ ‌ ‌ در حقیقت بگو کہ ساغر چیست

نزد ما موج و بحر ہر دو یکے است ‌ ‌ ‌ ‌ بجز از آب عین مظہر چیست

شاہ نعمت اللہ ‌ ‌ ‌ ‌ (دیوان ص ٤٨)

عشق او بحرے و ما غرقہ در او ‌ ‌ ‌ ‌ تو در آ در بحر بے پایان ما[۴]

از حافظ

بحریست بحر عشق کہ ہیچش کنارہ نیست ‌ ‌ ‌ ‌ آنجا جز آنکہ جاں بسپارند چارہ نیست

---

۱ قرب ہمیں مضمون از حافظ ۲ دِل عارف را کہ مالامال بادہ معرفت است جام گویند۔ عراقی گوید مراد از جام عالم وجود و مراد از بادہ، حیات و معرفت است ۳ مراد از ساغر دل عارف است۔ در کشاف و ریاض العارفین آمدہ کہ ساغر چیزے است کہ در وے مشاہدہ انوار غیبی شود۔

شاہ نعمت اللہ

دوستدار نعمت اللہ خودیم ۔۔۔ نعمت اللہ باشد از یاران ما[1]

از حافظ

با یار ماست چہ حاجت زیادت طلبیم ۔۔۔ دولت صحبت آں مونس جان ما را بس

شاہ نعمت اللہ

غرقہ در دریائے بے پایاں کجا یابد کنار ۔۔۔ سرخوش بیند باشد بحر بے پاران ما

از حافظ

خوش خوش اندر بحر بے پایاں اوغوطہ خورد

تا ابد حاصے ابد خود این سر و پایان ما (دیوان ص۴۴)

شاہ نعمت اللہ

مجلس عشقست و رندان مست[2] و ساقی در حضور

ساغرے نوش کن شادی سر مستان ما

از مولوی

من مست و تو دیوانہ ما را کہ برد خانہ ۔۔۔ ہر یک بشر از دیگر شوریدہ و دیوانہ

شاہ نعمت اللہ ۔۔۔ (دیوان ص۴۴)

آب چشم ما، بہر سوی رود

ہم ز چشم ماست آب روی[3] ما

پیر[4] خرابات عشق داد مرا جام مستی ۔۔۔ ساقی رندان خود، کرد مقرر مرا

---

[1] یار، عالم شہود را گویند یعنی مشاہدات حق [2] مستی گرفتن عشق است جمیع صفات درونی را و آں عبارت از سکری است کہ عارفان کامل از بادہ ہستی مطلق سرمست شدہ و محو الموہوم گشتہ و از خود بیخود شوند [3] اطلاعات غیبی را کہ در دل سالک وارد میشود، آب روی گویند یعنی فیوضات وجودی حق تعالیٰ کہ بنود را نمود کردہ است نیز آمدہ است [4] پیر خرابات و پیر راہ کاملان و رہنمایان را گویند

از مغربی

طفل راهی رو طلب کن پیر رہ بینی بحق ۔۔۔ تا زمام اختیار خود بدست او دهی

روز و شب در نور ارشادش ہمی رو راه را ۔۔۔ تا قدم از ظلمت آباد بدن بیرون نهی

از مولوی

قصر چیزی نیست ویران کن بدن ۔۔۔ گنج در ویرانی است اے میر من

آں نمی بینی کہ در بزم شراب ۔۔۔ مست آنگہ خود شود کو شد خراب

(دیوان ص۳۸)

شاہ نعمت اللہ

مستیم مدام در خرابات ۔۔۔ رندانہ حریف اولیا ما

حافظ

گر بود عمر بمیخانہ روم بار دگر ۔۔۔ بجز از خدمت رنداں نہ کنم کار دگر

(دیوان ص۳۸)

شاہ نعمت اللہ

سر زلفش بدست ما افتاد ۔۔۔ می نماید مو بمو ما را

از سنائی

زلف را شانہ زدی باز چہ رسم آوردی ۔۔۔ کفر در ہم شدہ را پردۂ ایماں کردن

(دیوان ص۳۹)

شاہ نعمت اللہ

جام گیتی نماست سیدما ۔۔۔ جان و جانان ماست سیدما

از عراقی

در جام جہان نمائی اول ۔۔۔ شد نقش ھمہ جہان مشکل

جام از مئے عشق بر تر آمد ۔۔۔ گشت ایںہمہ نقشہا ممثل

(دیوان ص۳۹)

ا؎ زلف کنایت از مرتبت امکانیہ است از کلیات و جزویات و معقولات و محسوسات وارواح و اجسام ۔ جواہر و اعراض و گاہے کنایت از ظلمت کفر است ۲؎ مراد باطن مرد خدا و انسان کامل است۔

شاہ نعمت اللہ

مست و رندو لاابالی درجہاں افتادہ ایم

بردرِ میخانۂ خمار[1] سر بنہادہ ایم

عاقلی بودم بعشق یار دیوانہ[2] شدم — آشنائی یافتم از خویش بیگانہ شدم

از مولوی

وقت آں شد کہ بزنجیر تو دیوانہ شویم — بندرا برگسلیم از ہمہ بیگانہ شویم

(دیوان شاہ ص۴۴۰)

شاہ نعمت اللہ

پیر خرابات عشق یار عزیز منست — شیخ[3] مبارک نفس پیر خجستہ قدم

از مولوی

شیخ نورانی زرہ آگہ کند — با سخن ہم نور را ہمرہ کند

(دیوان شاہ ص۴۳۹)

شاہ نعمت اللہ

مستیم و خراب و مے پرستیم — پنہاں چہ کنیم مست مستیم

از فرحت شیرازی

ما مے زدگان سرخوش و دیوانہ و مستیم — پوشیدہ چہ گوئیم ہمینم کہ ہستیم

(دیوان ص۳۹۵)

شاہ نعمت اللہ

دل بدلبر جان بجاناں دادہ ایم — بستۂ او وز ہمہ آزادہ[4] ایم

(دیوان ص۶۴۳)

---

[1] خمار پیران کامل و مرشد واصل را گویند و نیز احتجاب و محجوبیت بحجب عزت و ظاہر شدن پردہ ہائے کثرت بر روئے وحدت و ایں مقام تلوین سالک است [2] دیوانگی در اصطلاح صوفیہ مغلوبی عاشق را گویند [3] شیخ در اصطلاح صوفیہ انسان کامل را گویند کہ در علوم شریعت و طریقت و حقیقت کامل شدہ باشد و کاشانی گوید شیخ نایب نبی است و شیخ باید در مرید تصرف کند و آئینۂ دل او را صاف کند [4] آزادی و آزادگی مقام محویت عاشق از ذات و صفات خود در ذات و صفات معشوق است و مقام حیرت را نیز گویند

شاہ نعمت اللہ

عاشقانہ در خرابات مغاں[۱] رو بدرگاہ مغاں بنہادہ ایم

از عراقی

اسرار خرابات بجز مست نداند ہشیار چہ داند کہ دریں کوئے چہ رازاست

از حافظ

در خرابات[۲] مغاں نور خدا می بینم این عجب بیں کہ چہ نوری زکجا می بینم
کیست دردی کش این میکدہ کہ درش قبلہ حاجت و محراب دعا می بینم
(دیوان ص۶۴۳)

شاہ نعمت اللہ

مقدم ما مبارک است بغال ذوق[۳] ما میر سد دریں مقدم

از مولوی

ذوقی کہ زخلق آید زان ہستی تن زاید ذوقی کہ زخلق آید زاید دل جان ای جان
(دیوان ص۶۴۱)

شاہ نعمت اللہ

تو از مئی گشتہ مخمور و من سرمست ساقیم
ترا چیزے اگر داند و من چیزے دگر دارم

از سعدی

من خود ای ساقی ازیں ذوق کہ دارم مستم تو بیک جرعہ دیگر ببری از دستم
ہر چہ کوتہ نظر انند بسر ایشاں پیمائی کہ حریفاں زمل و من زتامل مستم

نمونہ کلام جامی منتخب از تحفۃ الاحرار جامی معہ ترجمہ پیش ہے۔

ہست صلائے سر خوان کریم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱؎ خرابات مقام وحدت است از جہت آنکہ مرتبت محو و فنا نقوش و اشکال است از جہاں بے مثالی است و منزہ از جمیع صور است خواہ حسی و خواہ مثالی ۲؎ خرابات مغاں مقام وصل و اتصال را گویند کہ واصلان باللہ راز بادۂ وحدت سرمست کند ۳؎ ذوق نزد صوفیہ اول درجہ شہود را گویند و ذوق را مرتبت کا ملتر شرب گویند۔

(کریم کے دستر خوان کا بلاوا — بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے)
فیض کرم خوان سخن ساز کرد — پردہ ز دستان کہن باز کرد
(ازلی فیض نے سخن کا دستر خوان بنایا — اور پرانے وقایع کو ظاہر کر دیا)
(تحفۃ الاحرار مترجمہ سید شاہ کلیم اللہ حسینی نعمت اللہی ص۲)

مناجات

اے صفت خاص تو واجب بذات — بستہ بتو سلسلہ کائنات
(اے خدا تیری خاص صفت واجب الذات ہے — کائنات کا سلسلہ تجھ سے ہی وابستہ ہے)
گرنہ رسد قافلہ بر قافلہ — فیض تو برہم زند این سلسلہ
(اگر تیرا فیض قافلہ در قافلہ نہ پہنچے — تو یہ سلسلہ درہم برہم ہو جائے)
کون و مکان شاہد جود تو اند — حجت اثبات وجود تو اند
(کون و مکان تیری بخشش کے گواہ ہیں — اور تیری ذات کے اثرات کی دلیل ہیں)
دائرہ چرخ مدار از تو یافت — مرحلۂ خاک قرار از تو یافت
(تجھ سے ہی آسمان کے دائرہ نے گردش پائی — تجھ سے ہی زمین کی منزل نے آرام پایا)

نعت

اختر برج شرف کائنات — گوہر درج صدف ممکنات
(آنحضرت کائنات کے برج شرف کا ستارہ ہیں — ممکنات کے سبب کی ڈبی کا موتی ہیں)
(تحفۃ الاحرار ص۴-۵)

نمونہ کلام شمس الدین مغربی المتوفی سنہ ۸۰۹ھ ہمعصر شاہ صاحبؒ

ہر ذرہ ز نور مہر رویت — خورشید صفت شد آشکارا
ای مغربی بجدیث بگذار — بر دو جہان ممکن ہویدا
ای مغربی آفاق پر از ولولہ گردد
سلطان جمالم چو زند خیمہ بصحرا (دیوان مغربی ص۲۹۱)

غزل مغربی

گاہ ماتی وگہ شمائی تو · · · می نگوئی چنین چرائی تو
ہر زماں کسوت دگر پوشی · · · بلباسِ دگر بر آئی تو
ہیچ کس مرترا بناور داست · · · خود بخود آمدی خدائی تو
گرچہ بیگانگی کنی گر وگاہ · · · نہ تو بیگانہ کاشنائی تو
دائمت کز جہان نہ لیکن · · · می ندانم کہ از کجائی تو
جز تو کس نیست تا ترا بیند · · · زچہ برقع نمی کشائی تو
زاں کس نیستی کہ زان خودی · · · گرچہ ہم او وہم شمائی تو
رنگہائے عجب برآمیزی · · · رنگہائے عجب نمائی تو

مغربی تو ترا نمیدانی
بحقیقت بدانکہ مائی تو

(دیوان مغربی ص ۴۳، ۴۷)

مختصر حالات معہ نمونہ کلام امیر حسین (میر سادات حسینیؒ) شاہ صاحبؒ کے ہمعصر یا قریب العہد تھے۔

"شیخ بہاء الدین ذکریا کے مریدانِ صادق الاخلاص اور امیر حسین کے نام قوم سادات سے ہیں۔ اوّل مرتبہ اپنے والد سید نجم الدین کے ہمراہ برسم تجارت ملتان میں پہنچکر مرید ہوئے اور مقدمات علمی کو ساتھ کمال کے پہنچا کر فارغ التحصیل ہوئے لیکن اپنے والد ماجد کے بعد عالم تجرید میں قدم رکھا اور مال دنیوی سے جو کچھ رکھتے تھے فقرا کو دے کر ملتان میں آئے اور شیخ کے مریدوں کی سلک میں منتظم ہوئے اور تین برس ان کی خدمت میں رہ کر بہت کمال حاصل کئے اور اکثر کتب نزہت الارواح اور زاد المسافرین اور کنز الرموز وغیرہ شیخ کی شرف اصلاح سے مشرف ہوئی ہیں اور بشیخ بہاء الدین ذکریا اور ان کے فرزند شیخ صدر الدین عارفؒ

کی مدح کتاب کنز الرموز میں کہی ہے۔ ابیات:۔

شیخ ہفت اقلیم قطب اولیار

واصل حضرت ندیم کبریا

مفخر ملت بہارِ شرع و دین جانِ پاکش منبع صدق و یقین

از وجود او بہ نزد دوستان جنت الماوا شدہ ہندوستان

منکہ رواز نیک واز بد تافتم این سعادت از قبولش یافتم

رخت ہستی چوں برون برداز درمیان کرد پرواز ہما بر آشیان

آن بلند آوازۂ عالم پناہ سرورِ عصر افتخارِ صدر گاہ

صدر دین و دولت آں مقبول حق نہ فلک برخوان جودش یک طبق

اور میر حسین چھٹی شوال ۷۱۸ھ سات سو اٹھارہ ہجری میں ہرات میں فوت ہوئے" (تاریخ فرشتہ (اردو) جلد دوم ص ۵۵۱)

مثنوی کنز الرموز "میر سادات حسینیؒ" مطبوعہ در مطبع مفید دکن واقع چھتہ بازار حیدرآباد (دکن)، کے ص ۸ و ۹ پر مذکورہ بالا کلام و دیگر مثنویات (۱) "لسان العارفین صوفی سرمد" ۲۔ مثنوی مرۃ المعانی جمال الدین معنوی ۳۔ مثنوی عشقیہ فریدالدین عطارؒ معنوی کے ساتھ موجود ہے اس میں حسب ذیل اشعار کا اضافہ ہے۔

سالکاں را علمش استاد اند قدوۂ ابدال و اوتاد آمدہ

رحمت عالم دِل آگاہ او چوں پیمبر استقامت راہ او

نوش دار و سے دِل ہر دردمند قدر او چوں ہمت او سر بلند

ملک دنیا بروۂ دیں یافتند در بقائے صدق تمکیں یافتہ

از مئے وحدت لبالب جام او

در فضائے قدس باد آرام او

امیر حسینی کے تفصیلی حالات کتاب انوار اصفیا (مرتبہ ادارہ تصنیف

دنالیف (پبلشرز شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور) کے صفحہ ۲۴۳ پر ملاحظہ فرمائے جا سکتے ہیں۔ اس میں درج ہے کہ آپ کے مندرجہ ذیل شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ۷۲۹ھ تک زندہ تھے۔

درہفت صد و بست و نہ زہجرت
گشت آخر ایں کتاب ختمت

کلام میر سادات حسینی

میر سادات حسینیؒ ہمعصر شاہ نعمت اللہ ولیؒ کے کلام کا نمونہ شاہ صاحبؒ کے عقائد کے ضمن میں میر سادات حسینیؒ کا ذکر آچکا ہے۔ ذیل میں آپ کے کلام کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے جو آپ کی مشہور تصنیف "مثنوی کنز الرموز" سے لیا گیا ہے یہ اس دور کے کلام کا نمونہ ہے۔ حمد باری تعالےٰ۔

پر تو اِو دَاد مارا خرّمی
ورنہ چندیں چیست اصل آدمی

(مثنوی کنز الرموز ص ۳)

مناجات حضرت باری جلّ و علا

غافلم از کار وعقلم دادہ
می گریزانم تو در بکشادہ

اے امید نا امیداں کوے تو
ہر دو عالم را اشارت سوے تو

پیش ازاں کز تن توانائی رود
رحمتے کن گر نہ رسوائی رود

دانشم از عالم تحقیق بخش
بر طریق مصطفےٰ توفیق بخش

(مثنوی کنز الرموز ص ۴)

فی نعت سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

خواجہ کونین ختم المرسلین
صدر عالم رحمت للعالمین

۱۔ فہرست کتب خانہ شاہ اودھ ص ۴-۳ بحوالہ "بزم صوفیہ"۔

ذات او مقصود کونین آمدہ مسند او قاب قوسین آمدہ
بادشاہِ ملکِ روحانی ہمہ مخزنِ اسرار ربانی ہمہ
چرخ دیں را آنکہ قطب اعظم است
الحق آں شیخ الشیوخ عالم است
(مثنوی کنز الرموز ص ۸)

فی صفت العشق وبیانہ گوید

پرتو عشق آمد ایں افسانہ نیست آشنا داند کہ ایں بیگانہ نیست
عشق را یکساں نماید کفر و دیں عشق را نبود غم شک و یقیں
عشق غواصی است در دریائے حق مرکبش روح است در صحرائے حق
در حقیقت حلّ مشکلہاست عشق صیقل آئینہ دلہاست عشق
عقل گوید جبّہ و دستار پوش عشق گوید خانۂ خمّار نوش
عقل میگوید پریشانی مکن عشق میخندد کہ نادانی مکن
عقل گوید کارسازی میکنم عشق گوید پاکبازی میکنم
عقل گوید کہ خدائی میکنم عشق گوید بادشاہی میکنم
ہر چہ در فہم تو آید آں توئی بر گذر کاینجا نمیگنجد دوئی
عشق نبود پیشۂ ہر بوالہوس
عشق را ہم عاشقاں دانند بس
(مثنوی کنز الرموز ص ۱۸)

فی بیان التوحید

نفی کن اثبات ہر موجود را تا بدانی ہستی معبود را
چوں یقیں شد کافرینندہ خداست ذاتِ پاکش را مگو چون و چراست

حضرت او برتر از حدّ و مثال
در نگنجد صورت و وہم و خیال

او بخود ہست و ہمہ ہستی از وست
نیست آمد ہر چہ آمد جملہ اوست

ذات او را نیست نقصان و زوال
نے سکون و نے تحرک را مجال

در کمال لایزالی کامل است
بے جہت ہر جا کہ جوئی حاصل است

تا ندانی ہر کہ رفت آنجا رسید
با کسے کو دیدہ وار دا و بدید

(مثنوی کنز الرموز ص ۲۵-۲۶)

فی بیان المعرفت

چوں بوحدت درگذشتی از دوئی
عارف اسرار توحید کش توئی

کس نداند شرح حال معرفت
عاجزی آمد کمالِ معرفت

معرفت اصل شناسائی بود
چشم دِل را نور بینائی بود

عارف از خود ہیچ کا ہے بر نساخت
زانکہ حق را جز بحق نتواں شناخت

عارف اندر حال خود گشتہ جدا
از امید و بیم و از فقر و غنا

اے یگانہ چند ازیں نقش دوئی
طالب خود شو کہ ایں جملہ توئی

در طریق معرفت نائی درست
تا تو خود را باز نشناسی نخست

(مثنوی کنز الرموز صفحہ ۲۷-۲۸)

فی بیان القلب

دِل چہ باشد مخزنِ اسرارِ حق
خلوت جاں بر سر بازار حق

دل امین بارگاہِ محرمی است
دل اساسِ کارگاہِ آدمی ست

دل پذیرفت آنچہ عالم بر نیافت
دل بداست آنچہ عرش و فرش در نیافت

ہر کرا و غواص دریائے دل است
صد ہزارش دُرِّ معنی حاصل است

گر ترا معنئ دل حاصل شود
آں زباں دل در وجودت دل شود

آسمانِ دل چو آمد در وجود
آفتاب جان درو تابان نمود
(مثنوی کنز الرموز ص ۳۰-۳۱)

فی بیان العقل

اے ز نورِ عقل گشتہ بہرہ مند
در ہمہ عالم بدانش سر بلند

از درِ حق ہیچکس مہجور نیست
ہر کرا عقل آمدا و معذور نیست

آدمی بے عقل دانائی نیافت
معرفت بے او توانائی نیافت

روز و شب در قلعۂ دل پاسبان
روح بے او ہیچو طفلِ ناتوان

چوں بنورِ شرع بینا گشت عقل
از ورائے ملک دانا گشت عقل

یفعل اللہ ما یشاء وصف خداست
ہر چہ خواہد میکند او را رواست

چوں بدانی قدرت فعال را
علت و آلت گلو افعال را

ایں حکایتہا نیاید سر سری
تا بپائے عقلت ایں رہ نسپری
(مثنوی کنز الرموز ص ۳۲ تا ۳۵)

فی بیان التصوف

ساقیا مئے دہ کہ بزم آراستم
مست گشتم من زجاں برخواستم

صوفیانِ صاف را آوازہ
عرشیاں را شربتِ و مسازدہ

ہیچ راہے از تصوف پیش نیست
چار حرف اندر تصوف بیش نیست

توبہ و صدق است شرط او وفا
پس فنا کردن فنا اندر فنا

اولش فقر است و صدق و افتخار
آخرش تسلیم و ترک اختیار

علم تحقیق از دل آگاہ گیر
شارع شرع رسول اللہ گیر
(مثنوی کنز الرموز ص ۳۵-۳٦)

فی بیان مقام الورع

کم نشیں در صحبت ہر نیک و بد
تا بیابی معدن مقصود خود

یکدم از یاد خدا غافل مباش
در غم و اندوہ آتش گل مباش

(مثنوی کنز الرموز ص ۴۲)

فی بیان مقام التوکّل

تکیہ بر امید و بیم خود مدار
فضل حق داں ہم پناہ و ہم مدار

چوں تو روے از غیر حق بر تافتی
نقد اسرار توکل یافتی

(مثنوی کنز الرموز ص ۴۷)



نمونہ کلام حضرت لال شہباز قلندرؒ

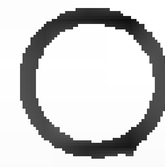
نمونہ کلام حضرت سید عثمان مروندی سخی لال شہباز قلندرؒ متوفی ۷۳۴ھ مطابق ۱۳۳۲ء بعمر ۱۱۲ سال۔ مدفن سہون شریف صوبہ سندھ پاکستان آپ حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ کے ہم عصر عالی مرتبت شاعر اور بلند پایہ صوفی تھے۔

زعشقِ دوست ہر ساعت درونِ نار می رقصم
گہی در خاک می غلطم، گہی بر خار می رقصم

بیا اے مطربِ مجلس، سماع ذوق زا در دہ
کہ من از شادیٔ وصلش قلندر وار می رقصم

شدم بدنام در عشقش بیا اے پارسا اکنوں
نمی ترسم ز رسوائی، بہر بازار می رقصم

منم عثمانِ مروندی کہ یارِ خواجہ منصورم
ملامت می کند خلقی، و من بر دار می رقصم



رسیدم من بدریائی کہ موجش آدمی خوار است
نہ کشتی اندراں دریا نہ ملاحی عجب کار است

شریعت کشتی باشد و طریقت بادبانِ او
حقیقت لنگری باشد کہ راہِ فقر دشوار است

چو آبش جملہ خوں دیدم بترسیدم ازیں دریا
بدل گفتم چرا ترسی گذر باید کہ ناچار است

ندا از حق چنیں آمد مگر ترسی ز جانِ خود؟
ہزاراں جانِ مشتاقاں دریں دریا نگوں سار است

ایا عثمان مروندی سخن با پردہ داری گو
نیابی در جہاں یاری جہانی پُر ز اغیار است

"مجمع الاشعار"

فہرست (۱۲۵) قلمی رسالہ جات فارسی مصنفہ حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ جو "مجمع الاشعار" سے موسوم اور مخطوطہ مشمولہ نمبر (۱۰۸) فن تصوف اسٹیٹ لائبریری (کتب خانہ آصفیہ) حیدرآباد دکن میں محفوظ ہیں۔

سلسلہ عنوان رسالہ	صفحات	زبان
۱۔ شرح المعات	۲ تا ۳۲	فارسی
۲۔ نوریہ جامع الانوار	۳۲ تا ۴۵	"
۳۔ رسالہ سوال و جواب از خصوص	۵۶-۶۰	"
۴۔ شریعۃ الشہود	۶۰-۶۰	"
۵۔ منازل اسماء الہیہ	۶۱-۶۲	"
۶۔ تشریح اسماء الہیہ	۶۲-۶۳	"
۷۔ نور السموات والارض	۶۳-۶۹	"
۸۔ رہبر وست	۶۹ تا ۷۰	فارسی
۹۔ محنت	۷۰ تا ۷۲	"
۱۰۔ دربیان نکات مراتب	۷۲ تا ۷۶	"
۱۱۔ سوال و جواب ترمذی و شیخ اکبر	۷۶ تا ۸۱	"
۱۲۔ بیان فیض	۸۱ تا ۱۰۰	"
۱۳۔ حج و صوم	۱۰۰ تا ۱۰۳	"
۱۴۔ اصطلاحات	۱۰۳ تا ۱۴۵	فارسی
۱۵۔ تحقیق	۱۴۶ تا ۱۵۵	▪
۱۶۔ شرح اسرار ذات	۱۵۵ تا ۱۵۶	"
۱۷۔ دائرہ	۱۵۶ تا ۱۶۳	"
۱۸۔ اعیان ثابتہ	۱۶۳ تا ۱۶۵	"
۱۹۔ مہدویہ	۱۶۵ تا ۱۶۷	"
۲۰۔ خلوت	۱۶۷ تا ۱۶۷	"
۲۱۔ نفس امارہ	۱۶۸ تا ۱۶۹	"
۲۲۔ عینیت	۱۶۹ تا ۱۷۰	"
۲۳۔ رموز	۱۷۰ تا ۱۷۵	"
۲۴۔ اصول	۱۷۶ تا ۱۷۸	"
۲۵۔ الفیت	۱۷۸ تا ۱۷۹	"
۲۶۔ رسالہ آلوجود	۱۸۰ تا ۱۸۱	"
۲۷۔ " عام	۱۸۱ تا ۱۸۳	"
۲۸۔ مجمع الاسرار	۱۸۳ تا ۱۸۶	"
۲۹۔ رسالہ رب	۱۸۶ تا ۱۸۷	"

۷۴۔	″ صغیر	۳۱۶تا۳۱۸	″
۷۵۔	صوم وتلاوت درج وجہاد	۳۱۹تا۳۲۰	″ ″
۷۶۔	تصوف	۳۲۱تا۳۲۴	″
۷۷۔	حورینہ	۳۲۵تا۳۲۶	″
۷۸۔	جاروبیہ	۳۲۸تا۳۲۹	″
۷۹۔	طالبین	۳۳۰تا۳۳۰	″
۸۰۔	فقہ	۳۳۱تا۳۳۱	فارسی
۸۱۔	کمال بلوغ وبلوغ کمال	۳۳۲تا۳۳۲	″
۸۲۔	شرح سوال المتل	۳۳۳تا۳۳۵	″
۸۳۔	دربیان فقہا	۳۳۵تا۳۵۵	″
۸۴۔	نقوش فصوص	۳۵۵تا۳۶۶	″
۸۵۔	دربیان	۳۶۶تا۳۷۵	″
۸۶۔	رسالہ وجود	۳۷۵تا۳۷۶	عربی
۸۷۔	شرح ھوالاول	۳۷۶تا۳۷۷	″
۸۸۔	تشریح الہیہ	۳۷۷تا	″
۸۹۔	کتاب العزیز درہ حق	۳۷۸تا۳۷۸	″
۹۰۔	نورالقدس	۳۷۹تا۳۸۰	″
۹۱۔	احب اللہ	۳۸۰تا۳۸۰	″
۹۲۔	ذوق	۳۸۱تا۳۸۸	فارسی
۹۳۔	وجود باری تعالیٰ	۳۸۸تا۳۹۰	″
۹۴۔	روح الارواح	۳۹۱تا۳۹۳	″
۹۵۔	حقیقت الر	۳۹۳تا۳۹۵	″
۹۶۔	اسماء الٰہی	۳۹۵تا۳۹۵	″
۹۷۔	عست مال	۳۹۵تا۴۰۲	″
۹۸۔	رسالہ وجود ارلج	۴۰۲تا۴۱۴	″
۹۹۔	مکاشفات	۴۱۴تا۴۲۵	″
۱۰۰۔	تعریفات	۴۲۵تا۴۳۳	″
۱۰۱۔	رسالہ ثانی	۴۳۳تا۴۴۶	″
۱۰۲۔	برازخ ثانی	۴۴۶تا۴۵۴	فارسی
۱۰۳۔	حروف منفحات	۴۵۴تا۴۵۵	″
۱۰۴۔	تحقیقات حروف	۴۵۵تا۴۵۹	″
۱۰۵۔	رسالہ صیاد	۴۶۰تا۴۶۳	″
۱۰۶۔	″ ذوقیہ	۴۶۳تا۴۶۴	″
۱۰۷۔	″ خیالیہ	۴۶۴تا۴۶۹	″
۱۰۸۔	″ نکات ثانی	۴۶۹تا۴۷۵	″
۱۰۹۔	″ ذوقیہ ثانی	۴۷۵تا۴۸۰	″
۱۱۰۔	″ فیوضات	۴۸۰تا۴۸۳	″
۱۱۱۔	″ توحید	۴۸۳تا۴۸۹	″
۱۱۲۔	تحقیقات	۴۹۰تا۴۹۲	″
۱۱۳۔	رسالہ سوال وجواب	۴۹۲تا۴۹۴	″
۱۱۴۔	منازل الاولیاء	۴۹۴تا۵۱۳	″
۱۱۵۔	رسالۃ الصحت	۵۱۳تا۵۱۵	″
۱۱۶۔	رسالہ فاتحہ	۵۱۵تا۵۲۰	فارسی
۱۱۷۔	″ اخلاص	۵۲۰تا۵۲۲	

۱۱۸۔ ″ تسبیح ۵۵۲ تا ۵۲۲ ″

۱۱۹۔ ″ نسبت خرقہ ۵۲۲ تا ۵۲۳ ″

۱۲۰۔ ″ توکل ۵۲۳ تا ۵۲۴ ″

۱۲۱۔ ″ مفتاح المسلمین ۵۲۴ تا ۵۲۷ ″

۱۲۲۔ ″ فرق الفاتحہ ۵۲۷ تا ۵۴۴ ″

۱۲۳۔ ″ ولایت و نبوت ۵۴۲ تا ۵۴۴ ″

۱۲۴۔ ″ مستحبات ۵۴۴ تا ۵۴۶ ″

۱۲۵۔ ″ دربیان حضرت رسالت ۵۴۶ تا ۵۵۶ ″

(مخطوط جناب م۔ع علوی صفحہ ۵۴۔ ۵۵)

میں نے جنوری ۱۹۷۵ء میں اسٹیٹ لائبریری (کتب خانہ آصفیہ) حیدرآباد دکن میں یہہ مخطوطہ رسالے دیکھے ان میں سے رسالہ جات نمبر ۷۱۔ ۹۸۔ ۱۱۴۔ ۱۲۳ بلحاظ نوعیت مضامین کے بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ یہہ تمام نادر و نایاب رسالے اس قابل ہیں کہ ان کو طبع کرایا جاتے ورنہ اگر یہہ مخطوطہ رسالے کرم خوردہ و تلف ہوجائیں تو تصوف و عرفان کے ایک لاثانی خزانہ و ورثہ سے ہم ہمیشہ کے لئے محروم ہوجائیں گے۔ شاہ صاحبؒ کے ایک بہت عقیدتمند بزرگ کو جو حیدرآباد دکن میں مقیم ہیں۔ ان رسالوں کو شائع کرانے کی جانب بالمشافہ توجہ دلائی گئی ہے۔

یہہ (۱۲۵) رسالے "مجمع الاشعار" کے نام سے موسوم اور (۵۵۶) صفحات پر مشتمل ہیں۔ زبان شستہ اور با محاورہ اور خط نہایت اچھا ہے سرورق پر "ملّا مہدی" کے نام کی مہر ثبت ہے۔

ایک رسالے کے دو صفحات پر علم ہیئت و فلکیات کے خاکے بھی بنے ہوتے ہیں آخر میں یہہ شعر درج ہے۔

نہ سپس ہمی شوند و لے کم
واللہ اعلم تمت الرسالہ

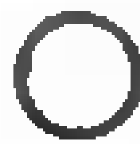
وصال

حضرت سید نورالدین شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ کا وصال بتاریخ ۲۵ رجب[1] ۸۳۴ھ مطابق ۱۴۳۰ء قصبہ ماہان میں ہوا۔ جو شہر کرمان (ایران) سے تقریباً ۲۰ میل دور ہے۔ بوقت وصال آپ کی عمر ۱۰۴ سال تھی۔ سر سائیکس[1] نے آپ کی وفات ۸۳۴ھ مطابق ۱۴۳۰ء میں ہونا بیان کیا ہے اور عمر ۱۰۰ سال لکھی ہے۔ تاریخ پیدائش ۷۳۰ھ مطابق ۱۳۳۰ء لکھی ہے اس بنا پر سنہ ہجری کے لحاظ سے آپ کی عمر ۱۰۴ سال ہوتی ہے۔ شاہ صاحبؒ کے مطبوعہ دیوان (طہران) کے دیباچہ میں مذکور ہے کہ آپ کی عمر آپ کے مندرجہ ذیل قطعہ کے لحاظ سے ۹۷ سال ہوگی۔ نیز یہ بھی لکھا ہے کہ بعضوں نے ۱۰۴ سال کی عمر بتائی ہے۔ قطعہ

نود و ہفت سال عمر خوشی
بندہ را داد حیّ پایندہ
گرچہ امسال ہست سال قران
تا چہ زائد ز سال آیندہ

(دیوان شاہ نعمت اللہ دیباچہ ص ۲۰)

اس کے بعد شاہ صاحبؒ نے مندرجہ ذیل اشعار میں اپنی عمر کے ایک سو سال گزر جانے کا ذکر فرمایا ہے۔ ان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے بہت سے تلامذہ تھے جو ہمیشہ اپنے استاد کے گرد جمع رہتے تھے۔



نعمت اللہ جاں بجاناں داد و رفت
بر در میخانہ مست افتاد و رفت
آفتابے از قمر بستہ نقاب
آں نقاب از روئے خود بکشاد و رفت

۱؎ پی۔ یم۔ سائیکس "ایٹ ایرس ان ایران" ص ۱۴۸

بود استادے وشاگردش بسے	گرد شاگرداں ہمہ استادرفت
درخرابات مغاں مست وخراب	سربپائے خم مئے بنہادورفت
اوخلیفہ بود دربغدادیں	رخت رابربست وازبغدادرفت
عارفانہ درجہاں صد سال بود	چونکہ غافل بودجان برباد رفت

سید مابود ظاہر شد نہان
بندگان راجملہ کرد آزاد رفت

(کلیات شاہ نعمت اللہ ولیؒ مخطوطہ ۱۳۰ بحوالہ مخطوطہ م۔ع۔ علوی صاحب ص ۳۹)

آپ کا سنہ وفات ۸۳۴ھ اور عمر ۱۰۴ سال بتائی گئی ہے پھر یہ بھی لکھا گیا ہے کہ آپ کی عمر ۱۰۲ سال اور حتمی روایت کے لحاظ سے ۱۱۴ سال بتائی گئی ہے (رسالہ تلاش فارسی شمارہ ۴۳ سنہ ۱۳۵۱ مطبوعہ طہران۔ ص ۱۵)

مولف مجمع الفصحانے آپ کی عمر ۱۰۵ سال بتائی ہے اور "عارف اسرار وجود"[1] سے سنہ وفات نکالا ہے اور پھر لکھا ہے کہ چونکہ ابجد کے حساب سے اس جملہ کے اعداد (۱۰۲) ہوتے ہیں اس لئے یہی عمر صحیح معلوم ہوتی ہے۔ (رسالہ تلاش مذکورہ صدر)

سلطان احمد شاہ ولی بہمنی شاہ صاحبؒ کا بیحد معتقد تھا جس کا تفصیلی ذکر اس سے قبل آچکا ہے سلطان مذکور کے عالی شان گنبد موقوعہ محمد آباد (بیدر دکن) میں طلائی حروف میں شاہ صاحبؒ کا سنہ وفات ۸۳۴ھ اس طرح درج ہے میں نے خود بھی اس کو دیکھا ہے۔

آنکہ روشن تراز خورشید و ماہ است	شاہ کونین نعمت اللہ است
قدوۂ دودمانِ آلِ عبا است	زندۂ خاندان صدق وصفا است
آنکہ مفتاح باب فردوس است	نقل او "آفتاب فردوس" است

اس مستند کتبہ کے لحاظ سے شاہ صاحبؒ کا سنہ وفات ۸۳۴ھ ثابت ہوتا ہے

---

[1] "عارف اسرار وجود" سے ۸۳۲ھ برآمد ہوتے ہیں (محمد ایوب قادری)

چونکہ مستند تواریخ میں آپ کا سنہ ولادت ۷۳۰ھ درج ہے۔ اس لئے آپ کی عمر بلاشبہ ۱۰۴ سال قرار پاتی ہے۔

شاہ صاحبؒ کے وصال کا سنہ تاریخ نامہ دکھنی (مخطوطہ) مصنفہ "حسن" میں صفحہ ۱۶۳ پر اس طرح درج ہے۔

اتھے خوب شاہ نعمت اللہ ولی — کرے یاد حق کوں خفی و جلی

رجب کا تج مہینہ انوں پائے ہیں — پچیسویں کر کے سب بھاتے ہیں

اگر توڈھونڈے گا انوں کا تج وصال

اتھے آٹھ سو تیس پر چار سال

۸۳۴ھ

(مخطوطہ م۔ ع۔ علوی صاحب ص ۱)

کتاب "رہبران طریقت و عرفان" مولفہ جناب حاج مرزا محمد باقر سلطان گنابادی مطبوعہ طہران میں ص ۱۸۳ پر مذکور ہے کہ شاہ صاحبؒ کا وصال ۸۳۴ھ میں قصبہ ماہان میں ہوا جب کہ آپ کی عمر ۱۰۴ سال تھی آپ ۷۴ سال تک مسند قطبیت پر رشد و ہدایت میں مصروف رہے۔

"حضرتش متجاوز از یکصد سال عمر یافت و ہفتاد و چہار سال آنرا مستقلاً بر مسند قطبیت وارشاد عباد متمکن و بہدایت طالبان حقیقت اشتغال داشت، در سال ہشتصد و سی و چہار خلافت و جانشینی خود را بفرزند ارجمند رشش سید برہان الدین خلیل اللہ تفویض و وی را ماموز تربیت سالکان و مراقبت و حفاظت خانقاہ و مریداں فرمود و خود رخت بعالم بقا کشید و در ماہان در مزار متبرکی کہ آکان مطاف عارفان و درویشان است مدفون گردید رحمۃ اللہ علیہ"

---

(۱) تاریخ نامہ دکھنی بزبان دکنی کتب خانہ آصفیہ راسٹیٹ لائبریری حیدرآباد دکن حوالہ نمبر کتاب (۴۷۴۵)

مقبرہ شاہ نعمت اللہ ولیؒ

شاہ صاحبؒ کا مقبرہ قصبہ ماہان میں واقع ہے۔ یہ قصبہ شہر کرمان (ایران) سے تقریباً ۲۰ میل دور ہے مقبرہ نہایت خوش وضع بنایا گیا ہے جو ایرانی فن تعمیر کا اعلیٰ نمونہ سمجھا جاتا ہے۔ سر سائیکس[۱] نے مقبرہ کی تصویر دے کر عمارت کی تعریف کی ہے۔ اس کی تحریر کا ترجمہ درج ذیل ہے:۔

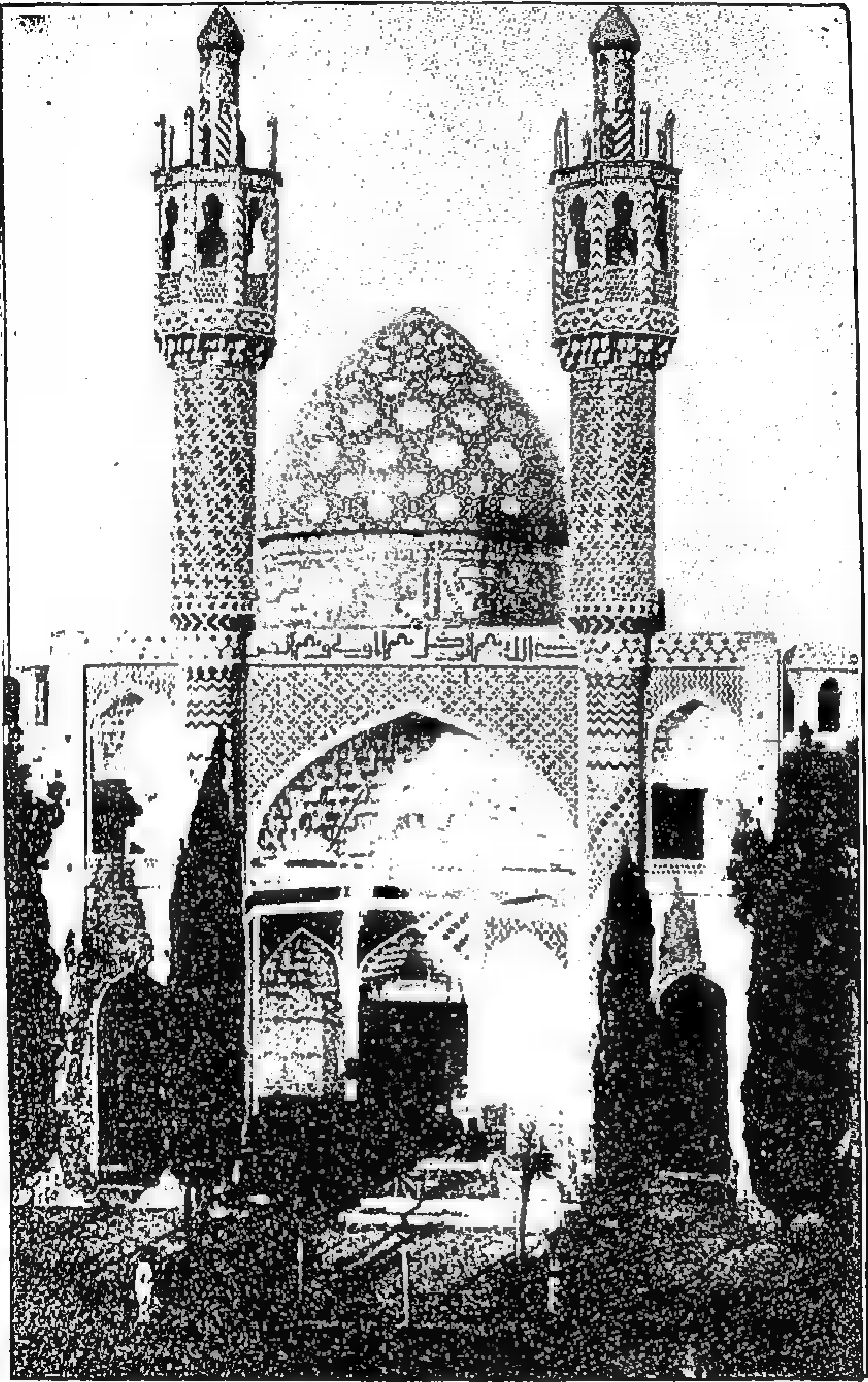
دور سے نیلگوں گنبد بہت خوبصورت نظر آتا ہے لیکن احاطہ میں داخل ہونے کے بعد بعض بڑے درختوں نے گنبد کو ڈھانک دیا ہے۔ صحن میں درختوں کا سایہ، پانی کے چشمے اور نیلے ٹائیلس کا فرش یہ سب دلکش منظر پیش کرتے ہیں۔ مقبرہ کی اندرونی دیواریں مرمت طلب پائی گئیں گنبد میں ایک قدیم اور عمدہ قالین بچھائی گئی ہے جو شاہ عباس کی جانب سے بطور عقیدت پیش کی گئی ہے۔ اس کی پشت میں جو تاریخ بتائی گئی ہے وہ ۱۰۶۷ھ مطابق ۱۶۵۶ء ہے (غالباً یہ سنہ تکمیل وتیاری قالین کا ہے) ایک نہایت پاکیزہ وعمدہ شال (بطور غلاف) سے مزار مبارک ڈھکا ہوا ہے۔ اور دیوار پر میں نے ہندوستانی سیاہ ہرن کے سینگوں کی ایک جوڑی دیکھی۔

کہا جاتا ہے کہ یہاں ایک بہت اچھا کتب خانہ بھی تھا لیکن میں نے سُنا کہ تمام قلمی ذخیرہ کرم خوردہ وضائع ہوگیا۔ اسی مقبرہ میں دوسری قبریں بھی ہیں جن میں سے ایک قبر شاہ صاحبؒ کے فرزند کی ہے۔

محمد شاہ نے ماہان کی نصف اراضی گنبد مبارک کے اخراجات کے لئے وقف کردی تھی لیکن جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے رقم کے کچھ حصہ میں تقلب وتصرف ہوتا ہے۔ باوجود اس کے مجھے یقین ہے کہ جو لوگ زیارت کے لئے آتے ہیں ان کی بلامعاوضہ تواضع

---

[۱] ایٹ ایرس ان ایران صفحہ ۱۴۹ سر سائیکس



حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ
کے مقبرہ کا بیرونی منظر

کی جاتی ہے۔ مجھے وہاں درویشوں کی ایک مستقل آبادی نظر آئی"

رسالہ تلاش (فارسی) شمارہ سی وچہارم، فروردی. اردی بہشت ۱۳۵۱ء مطبوعہ ایران کے صفحہ ۱۴۲- ۱۵۱ پر "ماہان" کے عنوان سے زامر زجودت کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جو ایک جامع وکامل مقالہ دکتر باستانی پرویزی کا خلاصہ ہے. اس مضمون میں شاہ نعمت اللہ ولیؒ کے حالات زندگی اور آپ کے مقبرہ کی تفصیلات مع تصاویر درج ہیں ان تفصیلات سے عمارت کی خوبصورتی کے علاوہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مزار مبارک شاہ عباس صفوی کے دورِ حکومت میں اور مینارے شاہ قاچار اور محمدشاہ کے عہد میں تعمیر کرائے گئے ہیں. بقعہ حرم (محل قبر) کی تعمیر سلطان احمد شاہ دکنی کی جانب سے ہوئی ہے جو شاہ صاحبؒ کا معتقد تھا نیز یہ کہ سلطان مذکور ہر سال خانقاہ کے اخراجات کی بابجائی کے لئے رقم بھیجا کرتا تھا۔

عبارت رسالہ تلاش

"بزیارت مزار شاہ نعمت اللہ ولی میرویم کہ امروز زیارت گاہ بزرگ عارفان و صوفیان این زاد وبوم است از در بزرگ مزار وارد باغ میشویم کہ پُر از سروہائے سر بفلک کشیدہ وبہم فشردہ است کہ تقریباً دید عمارت مزار را پوشیدہ است وبہمیں علت عکاسی از گنبد وبارگاہ مزار کمی مشکل مینماید۔

دریں صبح زود سکوت وآرامشی باغ مزار را دربر گرفتہ است۔ وتنہا صدائے شرشر آب وپرندگانے کہ لابلائے شاخہائے درختان سرولانہ کردہ اندرایں سکوت را برہم می زنند۔"

دو مینارہائے مرتفع در جلو خوان سردر مزار و در دو طرف گنبد مزار ساختہ شدہ و اندازیبائش خاص بہ محیط بخشیدہ اند. می گویند ایں منارہا بہ ارتفاع ۶۱٫۵ متر خود از بلندی مینارہ ہائے مساجد ایران می باشد"

البتہ ہر چند کہ بنائے مزار از بناہائے دورِ شاہ عباس محسوب می شود. ولے ایں مینارہ ہا در دور قاچار و در زمان سلطنت محمد شاہ ساختہ شدہ۔

حرم کہ محل قبر شاہ نعمت اللہ ولی است۔ عبارت است از اطاق بزرگے کہ طاق گنبدی آن با نقاشیہائے رفیعے یگچ زینت یافتہ و در وسط این اطاق قبر مرتفع بطول سہ میتر و چہل سانتیمیتر و بعرض دو میتر موجود است۔ روے قبر را با سنگہائے مرمر سفید پوشیدہ اند و بالائے ایں قبر یک سنگ مرمر زیبا و طریقے قرار دادہ اند کہ آیہ تطہیر بر روئے آن نوشتہ شدہ و در اطراف نام دوازدہ امام را بطرز برجستہ حصارے کردہ اند۔

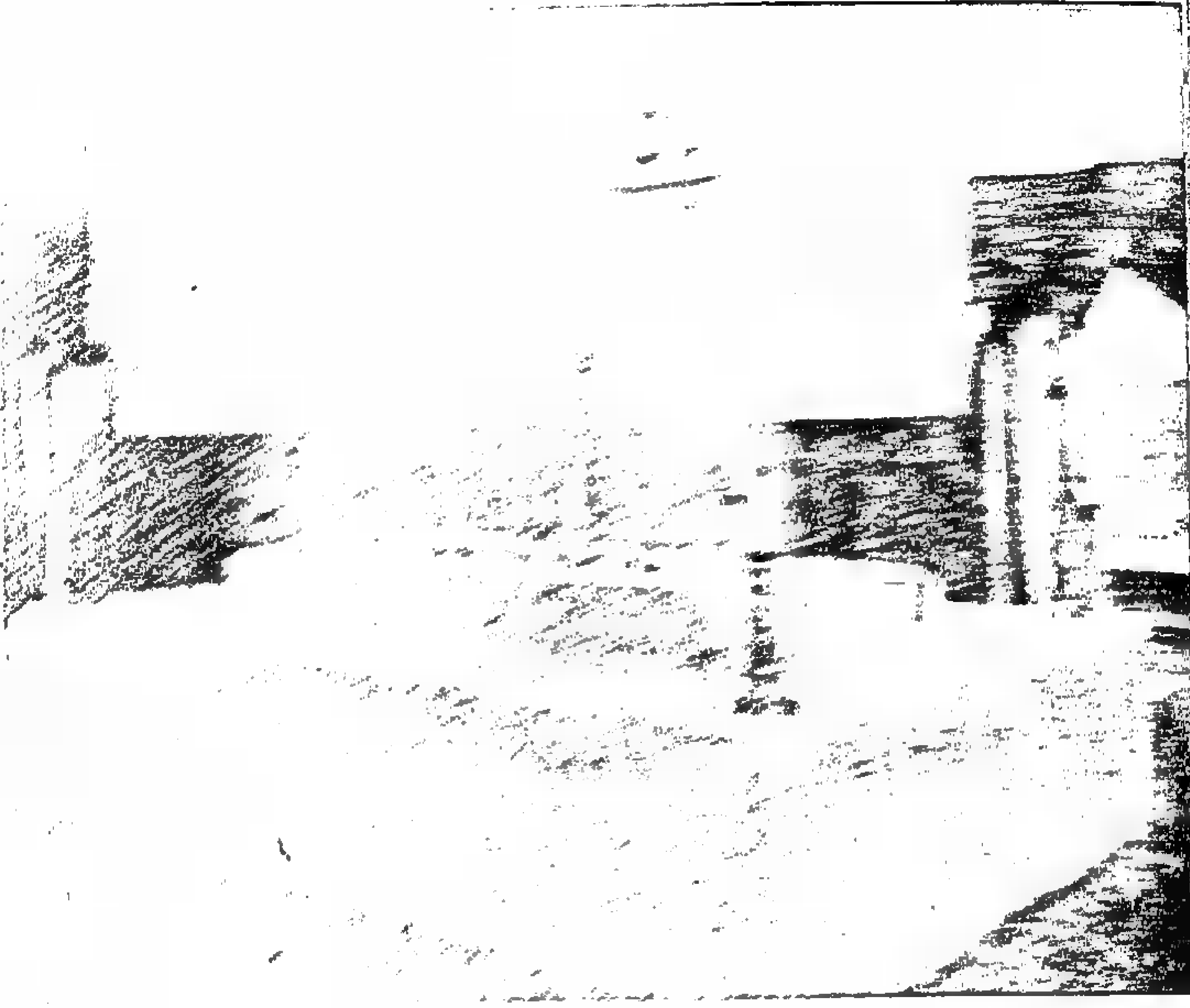
در چہار طرف حرم، چہار در خاتم ملبت کاری شدہ وجود دارد کہ بالائے ہر یک پنجرہ کاشی معرق نصب کردہ اند

بنائے بقعہ حرم منسوب بہ احمد شاہ دکنی است کہ از مریدان سید بودہ روایتے است کہ ہر سال، احمد شاہ مبلغے پول برائے مخارج خانقاہ سید می فرستادہ است۔ در یکے از سالہا ایں پول وقتے می رسد کہ شاہ نعمت اللہ رخت از جہان برکشیدہ بود، بدستور احمد شاہ پول مذکور را صرف ساختمان بقعہ می نمایند۔

از جملہ مردانے کہ در جوار شاہ نعمت اللہ دفن گردیدہ اند میتواں از نظام گروسی نویسندہ بزرگ قرن اخیر ایران نام برد و ہم چنیں از مقبرہ شاہ خلیل اللہ ثانی نوادہ شاہ نعمت اللہ۔ ایں را ہم بہ ملیست بدانید کہ در جنوب غربی رواق عباسی مقبرہ اطاقی قرار داد کہ قبر درویشے است کہ خود او قبل مرگ تمام آن اطاق را بطرز بیلد جالبی نقاشی کردہ است، مقبرہ شاہ نعمت اللہ ولی قسمتی دیگر صاحب دو منارہ دیگر بہ ارتفاع بست میتر و بفاصلہ ہشت میتر از یک دیگر می باشد کہ قدمتی بسیار پیش از دو منارہ بلند سردر خوان حرم دارد، در ینجا بہ شرح و تفصیل بنائے مزار شاہ نعمت اللہ ولی پایان میدہیم بہ زندگینامہ او میپر داریم کہ از مقالہ جامع و کامل دکتر باستانی پاریزی استخراج کردہ ایم۔ درایں در شرح احوالات شاہ نعمت اللہ ولی آمدہ است۔"

(رسالہ تلاش مذکورہ بالا)

مضمون نگار نے مقبرہ کی تفصیلات بیان کرنے کے بعد شاہ نعمت اللہ ولیؒ



[illegible]

[illegible]

سفر وغیرہ کا ذکر کیا اور اس کے مقبرہ کی تعمیر کے بارہ میں لکھا ہے۔

"از معاصرین شاہ ولی کہ با وارادت داشتہ اند خواجہ صاین الدین علی ترکہ و مولانا شرف الدین علی یزدی، و حافظ آبرو، و حاجی نظام الدین احمد شیرازی را در ایران کہ ہمہ از وزرار و امرار و علمای عصر بودند می تواں نام برد، در خارج نیز احمد شاہ بہمنی دکنی بہ سلسلہ ارادت او دست زد و مقبرہ شاہ را ہم او ساخت"

مولف مجمع الفصحا نے لکھا ہے کہ

"سلطان شہاب الدین احمد شاہ بہمنی دکنی کہ از مریدان سید بودہ امینی فرستاد، گنبد و بارگاہ وسیع عالی بر مرقد سید برافراشتند"

پروفیسر مقبول بیگ بدخشانی نے تاریخ ایران (اردو) جلد دوم کے صفحہ ۱۳۱۱ پر اس مقبرہ کی یہہ تفصیل دی ہے۔

"کرمان کے قریب ماہن کے مقام پر سید نور الدین کا مقبرہ ہے جو شاہ نعمت اللہ ولی کے نام سے مشہور ہیں۔ یہہ بزرگ، تیمور اور شاہ رخ کے عہد میں ہوئے ہیں۔ مقبرہ کا صدر دروازہ عظیم الشان ہے۔ اس کے دو کونوں پر دو مینار ہیں مقبرہ کا رنگ نیلگوں سبز ہے۔ اس پر بھی کاشی کاری ہوئی ہے۔ مقبرہ کا صحن اور صدر دروازہ محمد شاہ قاچار نے تعمیر کرایا تھا۔ مقبرہ کی عمارت کے وسط میں ایک دیوان ہے جس کے ساتھ گیلریاں ہیں جو نہایت موزوں اور مناسب ہیں۔ مغربی سمت کی گیلری شاہ عباس صفوی نے ۹۹۹ھ (مطابق ۱۵۹۰ء) میں تعمیر کرائی تھی۔ دروازوں کے اندرونی حصّوں پر کاشی کاری پر گلکاری ہوئی ہے"۔

مزار سنگ مرمر کے ٹکڑوں کا بنا ہے جو گنبد کے عین نیچے ہے۔ یہہ مزار ۸۴۰ھ مطابق ۱۴۳۶ء میں بنا تھا۔ اس کے دروازے صندل کی لکڑی کے ہیں جن کی حالت اب کچھ خستہ سی ہے۔ مقبرے کی ٹائلیں نہایت دلکش ہیں۔ مقبرہ کے اردگرد سبزہ

ہی سبزہ ہے۔ قریب ہی پانی کا چشمہ ہے جس میں نیلگوں آسمان کا عکس عجیب دِلربا منظر پیش کرتا ہے۔ اس کی خوبصورتی مسافروں کے دلوں پر گہرا نقش چھوڑتی ہے اور اہلِ فن اس سے متاثر ہو کر اس کی تقلید کرتے رہے ہیں۔ اس کی تصویریں ہیں مغلوں کے اوّلین عہد کی نقاشی کے نمونے ملتے ہیں جن میں عہد ایلخانی سے پہلے کی اسلامی اور چینی فن کا امتزاج پایا جاتا ہے۔ چینی نقاشوں، چینیوں کے موقلم، رنگ آمیزی اور ان کی ترکیب خطوط کا جہاں اثر ہوا وہاں بعض افسانوی حیوانات، جن کا رواج اسلامی عہد کی نقاشی میں نہ تھا۔ ایرانی نقاشی کا جزو بن گئے، چینی اور ایرانی فن نقاشی کا یہی امتزاج ہمیں تیموریوں کے عہد میں اپنے عروج پر نظر آتا ہے۔"

جناب ایم۔ اے۔ حفیظ صاحب نے شاہ صاحبؒ کی سوانح عمری آپ کی پیش گوئیوں اور کلام کے نمونہ پر نہایت محققانہ انداز میں ایک جامع کتاب شائع کی ہے جو "شاہ نعمت اللہ ولی" کے نام سے موسوم ہے اور ۱۳۵۸ھ میں مسلم یونیورسٹی پریس علیگڑھ سے شائع ہوئی۔ اس میں صفحہ ۱ پر آپ لکھتے ہیں:۔

"نعمت اللہ نام، نورالدین لقب، سیّد و نعمت اللہ تخلص عرف شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی قدس اللہ سرہٗ العزیز۔

امیر تیمور اور اس کے بیٹے شاہ رخ کے زمانوں میں یہ نامور سادات اور جلیل القدر مشائخ میں سے گزرے ہیں۔ ان کا مزار کثیر الانوار قصبۂ ماہان علاقہ کرمان میں ابتدا سے زیارت گاہ خاص و عام رہا ہے۔ غالباً یہ کہنا خلاف واقعہ نہیں کہ سارے ایران میں حضرت علی رضا کے مشہد مقدس کے بعد شاہ صاحبؒ کی درگاہ سب سے زیادہ مرجع خلائق رہی ہے۔ اس ملک کے فقرا کی ایک بڑی تعداد نے آج تک اپنے کو نعمت اللہی کہہ کر ان کا نام ان کے وطن میں زندہ رکھا ہے۔"

"بحوالہ آزاد۔ دربار اکبری طبع اوّل لاہور ص ۷۷"

مقبرہ کے متعلق جناب ام۔ اے۔ حفیظ مزید لکھتے ہیں کہ:۔

"وفات قصبہ ماہان میں واقع ہوئی اور وہاں ہی سپرد خاک ہوئے۔ احمد شاہ بہمنی اس وقت زندہ تھا اس نے دکن سے اپنا امین بھیجکر مرقد کے اُوپر ایک نیلے رنگ کا گنبد اور اس کے قریب ایک وسیع بارگاہ تعمیر کرائی۔ قبر کا تعویذ زرد سنگ مرمر کا ہے۔ کتبہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ عمارت سنہ ۸۴۰ھ میں تکمیل کو پہنچی۔ احمد شاہ کا انتقال اس سے دو سال پیشتر ہو چکا تھا"

عبدالرزاق سمرقندی لکھتا ہے کہ وہ ہندوستان سے واپسی کے وقت ۸۴۵ھ میں ماہان سے گزرا اور وہاں

"بزیارت آں مشہد منور و مرقد معطر مشرف گردید و قبہ و بارگاہ و گنبد و خوابگاہ در کمال عظمت و جلالت مشاہدہ نمود"

راقم الحروف نے اس کتاب میں شاہ صاحبؒ کے مزار مبارک اور مقبرہ کی تصاویر شائع کی ہیں جن سے مقبرہ کا جمال و جلال اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ نمایاں ہے یہ تصاویر مطبوعہ کتب و رسالہ جات سے لی گئی ہیں۔

سلسلۂ اقطاب

فہرست اقطاب مندرجہ بقیۃ متبرکہ صفحہ ۲۰ تا ۳۳ سلطانی صالحی بیدخت مطبوعہ ایران۔

۱۔ شاہ سید نعمت اللہ ولی قدس سرہٗ
۲۔ میر شاہ برہان الدین خلیل اللہؒ
۳۔ میر شاہ حبیب الدین محب اللہ الاولؒ
۴۔ میر شاہ کمال الدین عطیۃ اللہ الاولؒ
۵۔ میر شاہ برہان الدین خلیل اللہ ثانیؒ

ط شاہ نعمت اللہ ولی مطبوعہ مسلم یونیورسٹی پریس علیگڈھ ۱۳۵۸ھ ص ۲۱)

۶۔ میر شاہ شمس الدین محمدؒ اول

۷۔ میر شاہ حبیب الدین محب اللہ ثانیؒ

۸۔ میر شاہ شمس الدین محمدؒ ثانی

۹۔ میر شاہ کمال الدین عطیۃ اللہ ثانیؒ

۱۰۔ میر شاہ شمس الدین محمدؒ ثالث

(آپ کے بعد سلسلہ قطب دوسرے خاندان میں منتقل ہوا اور شیخ محمود دکنیؒ قطب مقرر ہوئے)

۱۱۔ شیخ محمودؒ ساکن دکن

۱۲۔ شیخ شمس الدین دکنیؒ

۱۳۔ رضا علی شاہ دکنیؒ

۱۴۔ سید معصوم علی شاہؒ

۱۵۔ نور علی شاہ اولؒ

۱۶۔ مولانا حسین علی شاہ اصفہانی

۱۷۔ مولانا مجذوب علی شاہ

۱۸۔ الحاج میرزا زین العابدین شیروانی مست علی شاہ

۱۹۔ الحاج میرزا زین العابدین شیرازی رحمت علی شاہ

۲۰۔ الحاج محمد کاظم سعادت علی شاہ اصفہانی

۲۱۔ مولانا الحاج ملا سلطان محمدؒ بیدختی گنا بادی سلطان علی شاہ

۲۲۔ الحاج ملا علی نور علی شاہ ثانیؒ

۲۳۔ الحاج شیخ محمد حسن صالح علی شاہ

۲۴۔ الحاج سلطان حسین تابندہ رضا علی شاہ

متذکرہ صدر اقطاب کے تفصیلی حالات کتاب "رہبران طریقت و عرفان" (فارسی)، مولفہ جناب حاجی مرزا محمدؒ باقر سلطانی گنابادی مطبوعہ طہران ۱۳۸۹ ق، میں صفحہ ۱۸۱ تا ۲۵۵ پر درج ہیں۔

ماخذ

اس کتاب کی تیاری میں حسب ذیل کتابوں و رسالوں سے مدد لی گئی ہے

شمارہ	نام کتاب	مصنف	کیفیت
۱	تاریخ فرشتہ (اردو) دو جلدیں	محمد قاسم فرشتہ	
۲	تاریخ خورشید جاہی ورشید الدین خانی		
۳	ماثر الامراء (اردو) (۳ جلدیں)	صمصام الدولہ شاہنواز خاں مترجمہ پروفیسر محمد ایوب قادری	
۴	تزوک جہانگیری (اردو)	مترجم اعجاز الحق قدوسی	
۵	تجدید سلوک و تصوف	پروفیسر عبد الباری ندوی	
۶	سلطان احمد شاہ ولی بہمنی	ظہیر الدین احمد	
۷	اٹ ایرس ان ایران (انگریزی)	میجر پی۔ یم۔ سایکس	مطبوعہ لندن
۸	انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ج ۳		
۹	مجمع الفصحا (فارسی)	رضا علی ایرانی	
۱۰	تاریخ برگزیدگان مشاہیر ایران و عرب	امیر مسعود سپہرم	
۱۱	دیوان شاہ نعمت اللہ ولیؒ	شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ	با مقدمہ استاد سعید نفیسی و حواشی یم۔ درویش (ایران)
۱۲	رسالہ تلاش (فارسی) شمارہ ۳۴	تلاش محل ادارہ خیابان شاہ	مطبوعہ طہران ۱۳۵۱ھ
۱۳	ماثر عالمگیری (ترجمہ اردو)	محمد ساقی مستعد خاں	مترجمہ محمد فدا علی طالب مطبوعہ کراچی ۱۹۶۷ء
۱۴	رسالہ انگریزی اسلامک کلچر جون ۱۹۷۱ء	مقالہ نویس نصر اللہ پرجاویدی و مسٹر پیٹر ولسن	مطبوعہ حیدرآباد دکن

	مضمون پسماندگاہ شاہ نعمت اللہ ولی	دمسٹر پیٹروسن	
۱۵	روضۃ الاولیاء بیجاپور وخمیمہ مطبوعہ ۱۳۱۴ھ	محمد عبد المجید خان	
۱۶	تذکرۃ الاولیاء ہند وپاکستان	مرزا محمد اختر دہلوی	مطبوعہ سراج الدین اینڈ سنز لاہور ۱۹۷۲ء
۱۷	رسالہ تائید غیبی	محمد اسلم علوی القادری رضوی	
۱۸	حضرت شاہ نعمت اللہ ولیؒ	قمر اسلام پوری	
۱۹	نقشہ ایران۔ ہائی وے میاپ (فارسی وانگریزی)	منسٹری آف روڈز (ایران)	
۲۰	فزیکل میاپ آف ایران		
۲۱	صنادید عجم	مہدی حسین جعفری	
۲۲	گلزار اولیاء	رستم علی سید	
۲۳	کلیات شاہ نعمت اللہؒ (مخطوطہ)	شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ	قلمی عبد العلی ۸۳۲ھ درکتب خانہ آصفیہ
۲۴	دیوان شاہ نعمت اللہ ولی مطبوعہ	" " "	اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد دکن
۲۵	" " "	مرتبہ گشتاسپ ایرانی	
۲۶	(۱۲۵) رسالہ جات (مخطوطہ) موسومہ مجمع الاشعار	" " "	یہ نایاب قلمی مجموعہ رسالہ جات ہے
۲۷	انوار اصفیا	ادارہ تصنیف وتالیف شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور کراچی	

۲۸	سفینۃ الاصفیا (اردو ترجمہ)	شہزادہ داراشکوہ	
۲۹	شرح بال جبریل	پروفیسر یوسف سلیم چشتی	
۳۰	میر نورالدین شاہ نعمت اللہ ولیؒ (مخطوطہ)	میر مصطفےٰ علی تھانوی	
۳۱	شاہ نعمت اللہ ولیؒ	ام۔ اے۔ حفیظ	مسلم یونیورسٹی پریس علیگڈھ ۱۹۳۱ء
۳۲	رسالہ ہلال (فارسی) جلد دہم شمارہ (۱) مطبوعہ کراچی اپریل ۱۹۶۳ء	سید محمد عابد شعیر (مدیر)	
۳۳	تاریخ محبوب الوطن	محمد عبدالجبار خاں صوفی ملکاپوری	
۳۴	تاریخ دکن المشہور تاریخ امجدی	سید امجد حسین	خطیب مسجد جامعہ ایلچپور ۱۲۹۱ھ
۳۵	جہاں گرد (سوانح ابن بطوطہ)	مولوی چراغ علی صغیر	مطبوعہ حیدرآباد دکن
۳۶	رہبران طریقت و عرفان (فارسی)	حاج مرزا محمد باقر سلطانی گنابادی	مفصل و مستند حالات شاہ نعمت اللہ ولیؒ اور آپ کے خانوادہ کے درج ہیں۔
۳۷	تاریخچہ مختصر لفقۂ متبرکہ (فارسی)	سلطان صالحی بیدختی	مطبوعہ ۱۳۵۰ طہران (شجرہ اقطاب نعمت اللہی معہ تفصیلی سوانح و حالات)
۳۸	رسالہ "آزادی"	مدیر مختار محمد کرمانی	مطبوعہ مارچ ۱۹۴۸ء حیدرآباد دکن
۳۹	ہندوستان تمام مسلمان ہونے والا ہے۔	مرکزی حزب اللہ دیندار انجمن پاکستان	بہت بڑا پوسٹر ہے ۱۹۶۶ء میں شائع ہوا تھا

حسب ذیل کتب میں بھی شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ اور آپ کی اولاد کے تفصیلی حالات درج ہیں۔

۱۔ سرچشمۂ تصوف در ایران (فارسی) استاد سعید نفیسی طہران
۲۔ جامع مفیدی (فارسی) مصنفہ مفیدی یزدی (ایران)
۳۔ طرائق الحقائق (فارسی) مرحوم نائب الصدر شیرازی (ایران)
۴۔ گنجینۂ پادشاہی (فارسی) تالیف مرحوم حاج رضا خاں نور (ایران)
۵۔ دیوان شاہ نعمت اللہ ولیؒ مؤلفہ جناب جواد نوربخش خانقاہ نعمت اللہی طہران ۱۳۴۶ھ
۶۔ سوانح وکلام Life and works of Shah Naeematullah Wali مؤلفہ ڈاکٹر جواد نوربخش طہران
۷۔ تاریخ منتخب (فارسی) مؤلفہ محمد ہاشم خافی مخاطب بہ ہاشم خافی خاں نظام الملکی صفحہ ۲۷
۸۔ نزہتہ الخواطر مؤلفہ مولانا شاہ عبدالحیؒ فرنگی محلی
۹۔ تذکرہ امیر خانی مؤلفہ پیر حسام الدین راشدی
۱۰۔ دیوان مشتاقیہ مؤلفہ ڈاکٹر جواد نوربخش خانقاہ نعمت اللہی طہران
۱۱۔ شجرہ ہائے افراد اولاد شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ

~~~~~~~~~~~~~~~~

جناب م۔ ع۔ علوی نے اپنے مخطوطہ کے ماخذ کی حسب ذیل تفصیل بیان کی ہے جو محققین کے لئے بہت مفید ثابت ہوگی (م ۱۴۲ مخطوطہ) یہ جملہ کتب اسٹیٹ لائبریری (سابق کتب خانہ آصفیہ) حیدرآباد دکن (آندھرا پردیش، بھارت) میں موجود ہیں۔

عنوان کتاب	مصنف	نمبر کتاب بحوالہ کتب خانہ	زبان	صفحات حوالہ
۱۔ مشکوٰۃ النبوۃ و مخطوطہ	غلام علی	(۱۴۲) تذکرہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد	فارسی	(۳۹۳-۳۹۴)
~~~~~~~~~~~~~~~~

۲۔ مرآۃ الاسرار (مخطوطہ)	عبدالرحمٰن چشتی	۱۹۷/۱ تذکرہ	کتب خانۂ آصفیہ	فارسی	صفحات ۱۳۲۷۔۱۳۴۱
۳۔ تذکرۃ القادری "	غلام قادر خاں منشی	۱۰۸۶ جدید "	"	"	" ۲۷ تا ۳۳
۴۔ منبع الانساب "	معین الحق	۳۹۳ متفرقات "	"	"	صفحہ ۱۸۷
۵۔ طبقات شاہجہاں "	محمد صادق	۷۲ تاریخ "	"	"	صفحات ۵۳-۵۴
۶۔ کشف الاسرار "	خواجہ معزو حسنی	۹ شاملات "	"	"	ورق ۱۵
۷۔ مجمع الاشعار (مخطوطہ شرح لمعات)	شاہ نعمت اللہ	۱۰۸ تصوف	"		صفحات ۱ تا ۲۷
۸۔ تاریخ بہمنیہ (مخطوطہ)	محمد قاسم فرشتہ	۶۴۰ تاریخ "	"	"	" ۱۴۲-۱۴۳
۹۔ ریاض الشعراء "	علی قلی خاں	۱۲۰ تذکرہ "	"	"	" ۸۶۶
۱۰۔ مجمع الفصحا "	رضا قلی ایرانی	۵۷ قدیم "	"	"	" ۴۲ تا ۴۴
۱۱۔ آتش کدہ ایران "	لطف علی آذر	۴ تذکرہ "	"	"	صفحہ ۱۱۴
۱۲۔ فہرست مشروح "	تصدق حسین	کتب خانہ	"	"	" ۵۸۵
۱۳۔ نفحات الانس "	عبدالرحمٰن جامی	۵۲ تراجم "	"	"	" ۳۷۵
۱۴۔ تاریخ نامہ دکھنی "	حسن	۴۷۸۵ جدید "	"	دکھنی	" ۱۴۳
۱۵۔ نظام الانساب "	منصور علی	۴۰۵ متفرقات "	"	فارسی	" ۲۹۹
۱۶۔ کلیات نعمت اللہ شاہ "	نورالدین رحمۃ اللہ	۱۲۹۵ تصوف "	"	"	" ۱ تا ۸۷۴
کاتب عبدالعلی درویش نعمت اللّٰہی					
۱۷۔ دیوان نعمت اللہ مطبوعہ ایران باہتمام ملاکت اشپ		۶۵۲ و ۱۲ "	"	"	صفحات ۱ تا ۳۲۲
۱۸۔ دیوان نعمت اللہ چھاپہ ایران باہتمام محمود بن الاسلام		۱۲-۶۵۲ "	"	"	" ۱ تا ۵۵۷
۱۹۔ ENCYCELOPEDIA OF ISLAM VOL 3		شائع کردہ کتب خانۂ آصفیہ حیدرآباد		انگریزی	صفحہ ۹۲۲
۲۰۔ اردو انسائیکلوپیڈیا	فیروز سنز لاہور	۷۷۶		اردو	" ۴۷۳
۲۱۔ تاریخ فرشتہ مخطوطہ	محمد قاسم فرشتہ	۱۲۳۳ تاریخ	کتب خانۂ آصفیہ	فارسی	صفحہ ۲۲۲-۲۲۳
۲۲۔ محمد قاسم سے بابر تک مطبوعہ تاریخ	نیاز فتحپوری	۲۲۱ شخصی کتب خانہ		اردو	۲۰۲ تا ۲۷۰
۲۳۔ اعراس نامہ مخطوطہ	محمد نجیب قادری ناگوری	۵۱۴ تراجم	کتب خانۂ آصفیہ	فارسی	ورق ۵۰ ب تا ۱۳۱
۲۴۔ تذکرہ نوادرات ایوان اردو مطبوعہ	ادارہ ادبیات اردو	۲۸ نوادرات ایوان اردو		اردو	صفحہ ۶۳

خانوادۂ
حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ

الحاج مرزا ضیاء الدین بیگ



۱۴۔ فاران سوسائٹی۔ جہاد آباد۔ کراچی ۵

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پسماندگان

حضرت سید نورالدین شاہ نعمت اللہ ولی ماہانی کرمانی کے پسماندگان کا نسب نامہ شامل کتاب ہذا کیا گیا ہے مختلف تواریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاہ صاحبؒ کے پسماندگان میں سے اکثر حضرات شاہان ایران سلاطین بہمنیہ (دکن) کے علاوہ ہندوستان کے مغل بادشاہوں کے دورِ حکومت میں بھی سلطنت کے اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے ہیں۔ شاہی خاندانوں میں سے بعض شہزادیوں کے ساتھ ان کی شادیاں بھی ہوئیں بعض پسماندگان نے سلطنت کے استحکام اور ترقی میں بادشاہوں کی مدد کی، ان کے مشیر و مددگار ثابت ہوئے، روحانی فیوض سے بھی مستفیض کیا۔ اور نمایاں خدمات انجام دیں جس کے صلے میں ان کو جاگیریں[1]، خطابات اور اعزاز و مناصب دیئے گئے مختلف سلاطین نے ان بزرگوں کے خاندانی تقدس کا خیال کر کے ان کی بڑی عزت و توقیر کی۔ ان سادات عظام کو مغل بادشاہوں نے اس زمانے کے دستور کے لحاظ سے مرزا، خان، خان زمان وغیرہ کے مروجہ خطابات دیئے۔ چنانچہ ان کی اولاد کے ناموں کے ساتھ بھی "مرزا" و "خان" کے الفاظ استعمال کئے جانے لگے جن سے ایسا معلوم ہونے لگا کہ یہ خاندانی مغل یا پٹھان ہیں۔ مثلاً خلیل اللہ خاں امیر خاں، اسد خاں، روح اللہ خاں، عزیز اللہ خاں، مرزا جعفر عقیدت خاں

---

[1] جاگیرات، خطابات اور اعزازات کی صراحت متعلقہ ناموں کے ساتھ کر دی گئی ہے

مرزا اسحاق خاں وغیرہ

دراصل یہ خطابات کارہائے نمایاں اور اعلیٰ خدمات، بہادری و وفاداری کے صلے میں دیئے گئے تھے جو نام کا ایک جز معلوم ہونے لگے۔ نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ ایک ہندو راجہ[1] جے سنگھ کچھواہا فرزند راجہ مہا سنگھ کو بارہویں سال جلوس جہانگیری میں جہانگیر نے "مرزا" کا خطاب دیا تھا اور وہ مرزا راجا جے سنگھ کچھواہا کہلاتا تھا
جب ملازمتوں اور عہدوں کے سلسلے ختم ہوئے تو دکن میں آصف جاہ اوّل کے زمانے سے نعمت اللّٰہی خاندان کے سادات نے "خان" یا "مرزا" کو اپنے اور اپنی اولاد کے ناموں کے ساتھ استعمال کرنا ترک کر دیا اور اپنے قدیم بزرگوں اور آبا و اجداد کے نام پر اپنی اولاد کے نام رکھنے شروع کر دیئے یعنی "سید شاہ" اور "حسینی" لکھنے لگے[2] ۔ بیدر اور شہر حیدر آباد دکن میں اس خاندان اور سلسلے کے جو افراد حال ہی میں گذرے ہیں یا اس وقت موجود ہیں۔ ان کے نام سید محمد اولیاء محمد الحسینی مرحوم سید شاہ خلیل اللہ حسینی مرحوم (فرزند) سید شاہ محب اللہ حسینی مرحوم، سید شاہ خلیل اللہ حسینی مرحوم (فرزند) سید شاہ ندیم اللہ حسینی، سید شاہ جانی حسینی سید شاہ عظمت اللہ حسینی، کلیم اللہ حسینی مرحوم، سید شاہ نعمت اللہ حسینی وغیرہ ہیں۔

پسماندگان شاہ نعمت اللہ ولیؒ کے بعض شجروں کے دیکھنے سے یہ ثابت ہوا کہ خاندان کے جو افراد کسی بادشاہ کی ملازمت کے زمرہ سے منسلک نہیں ہوتے تھے ان کے نام خاندانی روایت کے لحاظ سے سید اور حسینی کے ساتھ لکھے ہوتے ہیں (خان یا مرزا کے الفاظ لکھنے کی نوبت نہیں آئی)

---

[1] ماثر الامرا (اردو) جلد ۳ صفحہ ۳۷۴ میں لکھا ہے کہ ۱۲ سال کی عمر میں اس راجہ کو مرزا کے خطاب کے ساتھ ایک ہزار ذات اور ۵ سو سوار کا منصب بھی دیا گیا تھا

[2] ملاحظہ ہو شجرہ یا نسب نامہ مندرجہ کتاب صفحہ (   )

شجرۂ نسب

حضرت شا

ش

۲	۱
میر شمس الدین محمدؒ	میر ضیاء الدین شاہ نور اللہ
شاہ تقی الدین	سیّد شاہ بہاء الدین محمدؒ الحسینی
شاہ خلیل اللہ ثانی	سیّد شاہ علی محمدؒ الحسینی
میر شمس الدین محمدؒ	سیّد شاہ اسمعیل محمدؒ الحسینی
	سیّد شاہ نعمت اللہ محمدؒ الحسینی
	سیّد شاہ جعفر محمدؒ الحسینی
	سیّد شاہ ندیم اللہ حسینی
	سیّد شاہ علی محمدؒ الحسینی
	سیّد شاہ عبداللہ محمد الحسینی
	سیّد شاہ مرتضیٰ محمدؒ الحسینی
	سیّد شاہ ابراہیم محمدؒ الحسینی
	سیّد شاہ علی میر تقی حسینی
	سیّد شاہ محب اللہ حسینی
	سیّد شاہ علی میر جانی حسینی
	سیّد شاہ محب اللہ حسینی
	سیّد شاہ خلیل اللہ حسینی
	سیّد شاہ ندیم اللہ حسینی

د میر شمس الدین محمد بن شاہ خلیل اللہ تک اور شاہ حبیب اللہ کی اولا

شاہ صاحبؒ کے بعض پسماندگان کی شادیاں سلاطین ایران اور سلاطین مغلیہ (ہندوستان) کے خاندانوں میں ہوئیں۔ اس کے بارہ میں ایم۔ اے۔ حفیظ صاحب لکھتے ہیں:۔

"بہر حال اسی سلسلہ کے افراد کا خاندان صفوی اور خاندان مغلیہ سے تعلق رہا ہے اور انہی کے کارنامے صفحۂ تاریخ پر جھلکتے ہیں۔

سید نظام الدین عبد الباقی یزدی بن شاہ صفی الدین بن امیر غیاث الدین مذکورہ بالا شاہ اسمٰعیل بانی دولت صفوی کے عہد میں صدر اعظم، اور رستم ثانی نجم اصفہانی کے مقتول ہونے پر وکیل سلطنت کے اعلیٰ عہدہ پر مامور تھے۔ شمالی ایران میں ایک مقام چلدران تھا یہاں سنہ ۹۲۰ھ میں شاہ اسمٰعیل اور سلطان سلیم عثمانی کے درمیان جنگ ہوئی جس میں اول الذکر کو سخت شکست اٹھانی پڑی۔ اس جنگ میں سید نظام الدین سالار تھے، اور دیگر امرائے نامدار مثلاً سید شریف نبیرہ میر شریف، سید السند و سلطان علی مرزا محبوب، شاہ اسمٰعیل کے ساتھ مارے گئے۔ یہ سلطان سلیم وہی تھا جو مصر فتح کرنے کے بعد آل عثمان میں پہلا خلیفۃ المسلمین گزرا ہے۔ بعد از جنگ سپاہیوں کے اصرار سے سلطان کو روم واپس لوٹنا پڑا۔"

"شاہ نعمت اللہ یزدی سید نظام الدین کے بیٹے تھے۔ شاہ طہماسپ نے اپنی بہن جانش بیگم سے ان کا نکاح کرا دیا تھا۔ یہ بلقب مرتضائے ممالک اسلام صدارت پر مامور اور تعظیمات شاہانہ کے مورد تھے۔ شاہؒ کے مریدین کے حلقہ بگوش تھے۔ ان کے مرنے پر ان کی جائداد ان کے بیٹے امیر غیاث الدین محمد میر میران اور ان کی دختر پری پیکر خانم کے درمیان تقسیم ہوئی۔ آخر الذکر کی شادی شاہ طہماسپ کے ایک بیٹے سے ہوئی جو بعد کو اس کا جانشین اور شاہ اسمٰعیل خونی کے نام سے مشہور ہوا۔ امیر غیاث الدین شاہ طہماسپ کے عہد میں نقیب اصفہانی و صدر اعظم

تھے۔ شاہ نے ان کے بڑے بیٹے میر نعمت اللہ کی شادی اسمٰعیل خونی کی بڑی ہیگم خانم کی لڑکی شہر بانو سے کرادی۔ سنہ ۹۸۰ھ میں طہماسپ کے مرنے پر اسمٰعیل خونی دو برس کے قریب تخت نشین رہا۔ اس کے بعد محمد خدا بندہ نابینا پھر اس کا بیٹا شاہ عباس اعظم۔ اس درمیان میں سلطنت کی نزع جاری رہی جس میں امیر غیاث الدین نے اپنے سمدھی اسمٰعیل خونی کا ساتھ دیا۔ بالآخر شاہ عباس سبھوں پر غالب آیا اور یہ تباہ ہوگئے جہانگیر بادشاہ لکھتا ہے......

میر خلیل اللہ، داماد شاہ اسمٰعیل خونی فرار ہو کر ہندوستان آئے، لاہور میں جہانگیر کے پاس پہنچے اور عواطف بے دریغ کے مورد ہوئے جشن دہمیں کے زیر جہانگیر لکھتا ہے:۔

"میر خلیل اللہ مذکور ہفت، ہشت سال قبل ازیں از ولایت آمدہ در لاہور مرا ملازمت نمود۔ چوں از سلسلۂ مردم عزیز و عظیم بود، بہ احوال او بسیار پرداختیم و منصب و جاگیر و عزت او را معمور ساختہ در صدد تربیت و رعایت او بودیم۔ بعد ازاں کہ آگرہ مقام خلافت شد باندک مدتے بسبب افراط خوردن انبہ او را بیماری اسہال کبد روے داد، و در عرصہ دہ دوازدہ روز جاں را بجاں آفرین سپرد۔ از رفتن او آزردہ خاطر شدیم۔ بازگذاشت ہائے او را از نقد و جنس فرمودم کہ بہ فرزندان او کہ در ولایت بودند رسانند۔ دریں ولا میر میراں پسر میر خلیل اللہ مذکور) کہ در سن بست و دو سالگی قلندر و درویش شدہ کہ او را در دشناختند، خود را در اجمیر بمارسانید۔ کلفت ہائے خاطر و پریشانی ہائے باطن و ظاہر او را اصلاح نمود، بمنصب ہزار بذات و چہار صد سوار سرفراز ساختیم و سی ہزار درم نقد باو عنایت کردیم الحال در خدمت و ملازمت است"

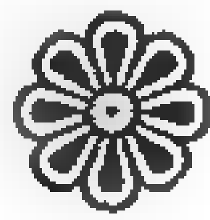
بادشاہ نے ان کے چھوٹے بھائی میر ظہیر الدین کا عقد اپنی بھتیجی شاہزادہ

۱؎ تاریخ جہان آرائے عباسی میں ان کو مرد فتنہ انگیز و شورش طلب لکھا ہے اور ان کی بغاوت و تباہی کے حالات تفصیلی مذکور ہیں ۲؎ توزک جہانگیری مرتبہ سید احمد خان ۱۸۶۴ء وقائع سال دوم از جلوس ص ۲۵

دانیال بن اکبر بادشاہ کی بیٹی سے کرا دیا[1]۔

خود میر میراں کی شادی صالحہ بانو بیگم، آصف خاں کی بیٹی اور نور جہاں کی بھتیجی سے ہوئی۔ ان کے ایک بیٹے خلیل اللہ خاں، حمیدہ بیگم[2] خواہر زادہ نواب ممتاز محل، کے شوہر اور عہد شاہجہاں میں حاکم شاہجہاں آباد تھے، حضرت محبوب الٰہیؒ کے روضۂ منورہ واقع نواح دہلی کے گرد بیت دری ہے وہ اوّل انہی نے ۱۰۶۳ھ میں تعمیر کرائی تھی جیساکہ کتبہ سے ظاہر ہے۔ ان کے ایک بیٹے روح اللہ خاں عہد اورنگ زیب میں میر بخشی اور دوسرے بیٹے امیر خاں صوبہ دار کابل تھے۔ آخرالذکر کے بیٹے امیر خاں عمدۃ الملک تھے۔ محمد شاہ بادشاہ کے مشہور و معروف ندیم و وکیل السلطنت تھے۔

شاہؒ کی اولاد کا ایک تیسرا سلسلہ بھی کتب تاریخ میں پایا جاتا ہے جس کے افراد اہلِ سیف نہ تھے بلکہ اہلِ قلم۔ میر منظفر جو اپنے کو شاہ برہان الدین خلیل اللہ بن شاہؒ کی اولاد میں سے بتاتے تھے۔ دسویں صدی ہجری میں ہندوستان آئے۔ ان کے بیٹے میر عبداللہ دہلی کے عہد اکبری کے مشہور خوشنویس تھے مشکین رقم خطاب خود اکبر نے دیا تھا۔ ان کے دو بیٹے تھے، ایک میر مومن عرشی، سلیمان شکوہ بن دارا شکوہ کے معلم خوشنویس، دوسرے میر صالح کشفی، جن کی تصنیف مناقب مرتضوی ہندوستان سے لے کر ایران تک شیعوں میں مقبول ہوئی[3]۔



---

[1] منتخب التواریخ عبدالقادر بدایونیؒ جلد ۳ صفحہ ۳۸۳ [2] شجرہ نسب میر میراں توزک جہانگیری (اردو) صفحہ [3] مجمع الفصحا زیر کشفی

شاہ خلیل اللہ بُت شکنؒ

نام ونسب آپ کا اسم گرامی میر برہان الدین شاہ خلیل اللہ تھا۔ اور بت شکن کے لقب سے مشہور ہوئے۔

آپ حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ کے اکلوتے صاحبزادے تھے۔ آپ کے سلسلۂ نسب پدری معلوم کرنے کے لئے آپ کے والد بزرگوار کا نسب نامہ ملاحظہ فرمایا جائے جو کتاب شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ مولفہ راقم الحروف میں شائع کیا گیا ہے۔

شاہ خلیل اللہؒ ۷۷۵ھ مطابق ۱۳۷۵ء میں کوہبنان (ایران) میں جہاں آپ کے والد بزرگوار سکونت پذیر تھے، تولد ہوئے۔ آپ کی پیدائش پر حضرت شاہ نعمت اللہ ولیؒ نے شکرانۂ رب اس طرح ادا فرمایا۔

از قضائے خدائے عزّ وجل
حیّ قیوم وقادر و سبحان
نیم ساعت گذشتہ بود از روز
روزِ آدینہ درمہِ شعبان
یازدہم بود ؔما وقت شریف[1]
ماہ در حوت ومہر در میزان
پنج وہفتاد وہفت صد از سال
رفتہ در کوہ بناں کہ ناگاہان

---

[1] مطبوعہ دیوان میں "یازدہم بود وقت ماہ شریف" لکھا ہے۔

میر برہان الدین خلیل اللہ[1]
آمد از غیب بندہ را مہمان
خیر مقدم بر آمد از عالم
مرحبا را شنیدم از یاران
کسب او باد علم ربانی[2]
حاصلش باد عمر جاویدان

(مخطوطہ) دکلیات شاہ نعمت اللہ صفحہ ۴۲۴
دیوان شاہ نعمت اللہ صفحہ ۶۵۱)

شاہ خلیل اللہ بت شکنؒ اپنے والد بزرگوار کے بہت چہیتے صاحبزادہ تھے چنانچہ آپ کے متعلق شاہ نعمت اللہ ولیؒ نے اپنی محبت اور جذبات کا اس طرح اظہار فرمایا ہے۔

اے بنورِ روئے تو روشن دو چشم جانِ من
اے خلیل اللہِ من فرزندِ من برہانِ من
شمعِ بزم جانِ من از نور رویت روشن است
باد روشن دائما چشم چراغ جانِ من

در نظر نقشِ خیال روے تو دارم مدام
اے دل دلدارِ من اے جان ولے جانانِ من
مجلس عشقست و من می گو تمت از جان دعا
گوش کن تا بشنوی اے میر مستانِ من

---

[1] مطبوعہ دیوان میں "میر برہان دین" لکھا ہے [2] مطبوعہ دیوان میں "کسب او بد بود ربانی" لکھا ہے

مدّتِ ہفتاد سال از عمر بگذشت است
حاصلِ عمرم توئی اے عمر جاویدان من
بیرضائے من نبودی یکزماں در ہیچ سال
یک سخن ہرگز نفرمودی تو بے فرمانِ من
یادگارِ نعمت اللہ قرۃ العینِ رسول
نورطٰہٰ آل یٰسین سایۂ سلطان من
رحمتے کن بر دل و بر جانِ من
بوسہ دہ بر لبِ جانانِ من

(مخطوطہ کلیات شاہ نعمت اللہ ولیؒ صفحہ ۵۳۰)

پرورش تعلیم وتربیت شاہ خلیل اللہؒ کی تعلیم وتربیت پر پیدائش کے وقت ہی سے آپ کے والد محترم عارف باکمال وفقیر بے مثال شاہ نعمت اللہ ولیؒ نے بطورِ خاص توجہ فرمائی۔ اپنے فرزند دلبند سے آپ کو فطرۃً بیحد محبّت تھی۔ ان کو اپنا جانشین بنانا تھا۔ ان کی آئندہ کی عظمت کا آپ کو پہلے ہی سے اندازہ ہوچکا تھا۔ ان کی ابتدائی تعلیم کے لئے اپنے مریدوں میں سے چند کا انتخاب فرماکر ان کو مقرر فرمادیا اور روحانی تعلیم کی جانب آپ نے خود بنفسِ نفیس توجہ فرمائی۔ فرزند دلبند سے اپنی فطری محبّت کا اظہار اس طرح فرمایا ہے:۔

در عالم حسن بر ہمہ شاہ توئی
خوباں ہمہ چوں ستارہ و ماہ توئی
اے نورِ دو چشم واے خلیل اللہ
سجادہ نشین نعمت اللہ توئی

(ماثر الامرا) (دیوان شاہ نعمت اللہ ولیؒ)

ؔ رسالہ اسلامک کلچر شمارہ (۱) جنوری ۱۹۷۴ء صفحہ ۵۰ حیدرآباد دکن)

فضیلت اور وقعت و احترام

شاہ نعمت اللہ ولیؒ نے اپنی زندگی ہی میں شاہ خلیل اللہؒ کو جن کی عمر ۵۹ سال تھی، قطب یعنی اپنا جانشین[1] اور صاحب سجادہ بنایا تھا۔ نصر اللہ پرجاوید (؟) نے آپ (شاہ خلیل اللہؒ) کو سلسلہ نعمت اللہی کا دوسرا قطب بتایا ہے نیز لکھا ہے کہ شاہ خلیل اللہ اپنے والد محترم کے وصال کے بعد خاندان کے بہت ہی اہم اور بااثر فرد بنے۔ آپ نے ایران اور ہندوستان میں سلسلہ نعمت اللہی کے پھیلانے اور اس کے فروغ میں بہت ہی اہم کردار ادا کیا ہے۔

اپنے والد محترم کے وصال (۸۳۴ھ مطابق ۱۴۳۰ء) کے بعد شاہ خلیل اللہؒ نے چند سال قصبہ ماہان علاقہ کرمان (ایران) میں قیام فرمایا۔ اس کے بعد آپ سلطان شاہ رخ فرزند امیر تیمور صاحبقران کی دعوت پر ہرات تشریف لے گئے جہاں سلطان شاہ رخ نے آپ کی بہت تعظیم و تکریم کی۔ یہاں تک کہ آپ کو دربار میں تشریف لانے کے لیے ہودہ[3] (غالباً اونٹ پر) کا انتظام کیا۔ ایک دفعہ ایسا اتفاق بھی ہوا کہ بادشاہ (سلطان شاہ رخ) کے سنہرے تخت پر بادشاہ کی طرح بیٹھنے کا آپ کو موقع دیا گیا۔ ان غیر معمولی اعزازات وسلوک کی وجہ سے درباریوں کے دل میں حسد کی آگ بھڑکنے لگی، چنانچہ ایک دن درباریوں میں سے ایک شخص امیر فیروز شاہ آپ (شاہ خلیل اللہؒ) سے اس طرح مخاطب ہوا۔

"آپ کے برتاؤ اور طرزِ عمل کے متعلق تین باتیں قابلِ اعتراض ہیں پہلی یہ کہ آپ بادشاہ کی طرح ہودہ میں بیٹھ کر دربار میں آتے ہیں۔ دوسری یہ کہ

---

[1] رسالہ اسلامک کلچر شمارہ (۱) جنوری ۱۹۲۴ء حیدرآباد دکن صفحہ ۵۰۔ [2] کمتر بین نے سلسلہ نعمت اللہی کے قطبوں کی فہرست رسالہ مذکور کے حوالہ سے اس کتاب میں علیحدہ شائع کی ہے [3]۔

ہودہ۔ عربی کا لفظ ہے جس کے معنی اونٹ کی پیٹھ کا کوہڑ ہے اس کی جمع ہودہ ہے۔ عام طور پر ہاتھی پر بیٹھنے کے لیے بنائی جانے والی آرام دہ نشست کو کہتے ہیں جو اوپر سے ڈھکی ہوتی ہے۔ قدیم زمانے میں بادشاہ ہودہ میں بیٹھ کر نکلا کرتے تھے۔

آپ شاہی تخت پر بیٹھتے ہیں جس کی وجہ سے بادشاہ کا اعزاز متاثر ہوتا ہے۔ اور تیسری یہ کہ آپ اپنی زمینوں کا جو کرمان میں ہیں ٹیکس ادا نہیں فرماتے"

شاہ خلیل اللہ بُت شکن نے ان اعتراضات کا یہ جواب دیا کہ "سلطان شاہرخ اعزاز میں اپنے والد امیر تیمور سے برتر نہیں ہیں۔ میرے والد بزرگوار (شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ) امیر تیمور سے ملاقات کرنے کے لئے ہودہ میں بیٹھ کر تشریف لے گئے تھے۔ نیز ایک مرتبہ انھوں نے امیر تیمور سے فرمایا تھا کہ میری سلطنت ایک دنیا ہے (یعنی دنیا میں پھیلی ہوئی ہے) جس کا کنارہ نہیں ہے برخلاف اس کے آپ کی سلطنت کے حدود ختطہ (چینا) سے شیراز تک محدود ہیں۔ دوسرے یہ کہ مجھ سے میرے والد بزرگوار نے یہ بھی فرمایا تھا کہ جو کوئی شخص اپنے پر میری اولاد کی فوقیت کو تسلیم کرنے میں پس و پیش کریگا وہ بیہودہ ہوگا مجھے یقین ہے کہ سلطان شاہرخ ایسے نہیں ہیں۔ رہا آپ کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔ ایسا نظر آتا ہے کہ آپ کو البتہ تھوڑا سا پس و پیش ہے۔ تیسری بات یہ کہ جہاں تک میرے ٹیکسوں (محصولات اراضی) کا تعلق ہے میں یہ وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ حضرت امام حسینؓ اور یزید کے مابین اسی معاملہ میں تنازعہ تھا۔ تم جتنا چاہتے ہو ٹیکس دے دوں گا۔ مجھ سے لے لو اور جاؤ"

سلطان شاہرخ کا جانشین بایسنقر (BAYSUNGUR) بادشاہ ہرات نے بھی جو ایک بیدار مغز حکمراں تھا۔ شاہ خلیل اللہؒ کی عزت و توقیر کی کہا جاتا ہے کہ جب شاہ صاحبؒ ہاتھ دھویا کرتے تھے۔ تو بادشاہ اپنے ہاتھوں سے پانی ڈالا کرتا تھا۔

دکن میں تشریف آوری

چند سال ہرات میں گزارنے کے بعد شاہ خلیل اللہؒ نے اپنے ایک صاحبزادہ شاہ شمس الدین محمدؒ سے فرمایا کہ وہ ماہان ہی میں قیام کریں اور خود اپنے دو صاحبزادوں شاہ محب الدین حبیب اللہ اور شاہ حبیب الدین محب اللہ کو اپنے ساتھ

لے کر دکن روانہ ہوئے اور محمد آباد بیدر پہنچے جو سلاطین بہمنیہ کا پایہ تخت تھا۔ یہاں سلطان احمد شاہ ولی بہمنیؒ حکمران تھا۔ پہلے ہی سے بیدر میں شاہ خلیل اللہ رح کے ایک صاحبزادہ میر ضیاء الدین نور اللہ موجود تھے جو سلطان احمد شاہ ولی بہمنی کے داماد تھے۔ جب شاہ خلیل اللہ رح بیدر پہنچے تو بادشاہ نے آپ کی بہت تعظیم و تکریم کی اور آخر دم تک آپ کی عزت و احترام میں فرق آنے نہیں دیا۔ یہ عجیب اتفاق کی بات ہے کہ جس دن آپ بیدر پہنچے تھے۔ اسی دن آپ کے صاحبزادہ شاہ نور اللہ نے بیدر میں وفات پائی اور بادشاہ آپ کی تجہیز و تکفین و تدفین سے فارغ ہو کر شاہ خلیل اللہ رح کے استقبال کے لئے پہنچا۔

شاہ خلیل اللہ رح بڑے پایہ کے صوفی اور بزرگ تھے۔ اپنے ہم عصر مشہور صوفیوں مثلاً سید السادات سید حنیفؒ اور قاضی مقبولؒ اور خود اپنے صاحبزادہ میر نور اللہ کی طرح بادشاہ کے دربار میں شریک رہا کرتے تھے۔ اور بادشاہ اور دوسرے لوگوں کو اپنے روحانی فیوض و برکات سے مستفید فرمایا کرتے تھے۔ آپ سلطان احمد شاہ ولی بہمنی کے مرشد تھے جو آپ کے والد بزرگوار کا بیحد معتقد تھا۔ بادشاہ کو آپ نے خلافت سے بھی سرفراز فرمایا تھا چنانچہ بادشاہ مذکور کے گنبد موقوعہ محمد آباد بیدر میں ایک طرف آپ کا "شجرہ خلافت" اس طرح لکھا ہوا ہے جس کو میں نے بھی بار ہا دیکھا ہے۔

شجرہ خلافت سلطان احمد شاہ ولی بہمنی مرید اور خلیفہ تھے سید شاہ خلیل اللہ کے، جو خلیفہ تھے سید شاہ نور الدین نعمت اللہ ولی کے، جو خلیفہ تھے عبد اللہ الیافعی کے، جو خلیفہ تھے کمال الدین الکوفی کے، جو خلیفہ تھے الفتوح السعیدی کے، جو خلیفہ تھے ابو المدین المغربی کے، جو خلیفہ تھے ابو البرکات ابو سعید اندلسی کے، جو

---

۱ تاریخ خورشید جاہی ص ۲۰۱/۲۰۲ ۲ سلطان احمد شاہ ولی بہمنی مولفہ محمد ظہیر الدین احمد ایم۔ اے صفحہ ۱۴۴

خلیفہ تھے ابوالفضل البغدادی کے، جو خلیفہ تھے شیخ احمد الغزالی کے، جو خلیفہ تھے ابوبکر النساخ کے، جو خلیفہ تھے الشیخ ابوالقاسم کے، جو خلیفہ تھے ابوعلی الکاتب کے، جو خلیفہ تھے ابوعلی رودباری کے، جو خلیفہ تھے خواجہ جنید بغدادی کے، جو خلیفہ تھے سرّی سقطی کے، جو خلیفہ تھے معروف کرخی کے، جو خلیفہ تھے داؤد طائی کے، جو خلیفہ تھے خواجہ حبیب عجمی کے، جو خلیفہ تھے خواجہ حسن بصری کے، جو خلیفہ تھے حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ بن ابوطالب کرم اللہ وجہہ کے، جو خلیفہ تھے حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ شجرۂ خلافت سلطان احمد شاہ بہمنی کے گنبد میں ہے۔ مختلف آیات قرآنی و اشعار بھی ہیں حسب ذیل اشعار یہ ہیں۔

تا محیط دیدہ بر زموج عشق	ہفت دریا را چو سیلی دیدہ ام
نعمت اللہ یافتم در ہر وجود	با ہمہ عشقی و میلی دیدہ ام
نعمت اللہ در ہمہ عالم یکیست	لا تجد مثلی و مثلی لا یجد

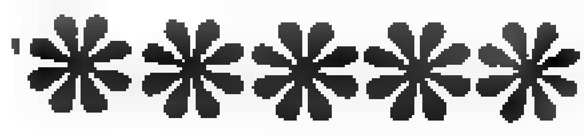
تاریخ وفات حضرت سید شاہ نعمت اللہ ولیؒ

آنکہ روشن تر از خور و ماہ است	شاہ کونین نعمت اللہ است
قدوۂ دودمان آل عباست	زبدۂ خاندان صدق و صفا است
آنکہ مفتاح باب فردوس است	نقل او آفتاب فردوس است

خورشید

بادشاہ نے شاہ خلیل اللہؒ کے قیام کے لئے بیدر ۸۳۴ھ میں قلعہ ارک کے قریب ایک مکان بھی بنوا دیا تھا۔ یہ وہی مکان معلوم ہوتا ہے جس کا ایک حصّہ نہایت پختہ وسیع ہال "دہلیز" کے نام سے موسوم اور تعلیم (محل) بیدار میں موجود ہے۔ مکان کا کچھ حصّہ منہدم ہوگیا ہے۔ یہاں ایک قدیم وضع کا پشت دار خوبصورت تخت بھی رکھا ہوا ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ اس پر شاہ خلیل اللہ رح تشریف رکھتے تھے۔

شاہ خلیل اللہ بت شکنؒ کے چار صاحبزادے تھے جن کے حالات آئندہ اوراق میں بیان کئے گئے ہیں۔ یہ چاروں بزرگوار عالم، متقّی اور اپنے وقت کے



مقبرہ

حضرت سید شاہ خلیل اللہ بت شکنؒ

واقع بیدر شریف۔ حیدرآباد دکن



نہایت بلند پایہ و عالی مرتبت صوفی تھے۔ ان بزرگوں کی اولاد و پسماندگان، سمرقند، ہرات، ایران، پاک و ہند اور بعض دیگر اسلامی ممالک میں پھیل گئے اور اپنی پاکیزہ زندگی اور عمل صالح کا اعلیٰ نمونہ پیش فرماکر لوگوں کو روحانی فیض پہنچاتے رہے۔ تاحال ان کے فیض کا سرچشمہ جاری ہے۔

وصال و مقبرہ | شاہ خلیل اللہؒ کا وصال محمد آباد بیدر میں ۸۶۰ھ مطابق ۱۴۵۵ء میں ہوا۔ شہر بیدر سے تقریباً ۲ میل کے فاصلہ پر ایک ٹیلہ پر آپ کا مقبرہ ہے۔ جہاں سے سلاطین بہمنیہ کے گنبد بہت قریب واقع ہیں۔ شاہ خلیل اللہؒ کے مزار پر گنبد بنا ہوا ہے۔ اور اس کے اطراف چوکھنڈی تیار کرائی گئی ہے۔ اس کا شمار فنِ تعمیر کے لحاظ سے ہندوستان کی بہترین عمارتوں میں ہوتا ہے۔ یہ عمارت محکمہ آثار قدیمہ کی نگرانی میں ہے۔ اس کے سامنے کی دیوار پر قرآنی آیات نہایت خوشخط جلی حروف میں لکھی ہوئی ہیں اور نقش و نگار بھی ہیں۔ گنبد میں تین مزار ہیں، بیان کیا جاتا ہے کہ درمیان میں شاہ خلیل اللہؒ کا داہنی جانب میر نور اللہ کا اور بائیں جانب شاہ محب اللہ کا مزار ہے۔ (شاہ حبیب اللہ بیجا پور (دکن) میں شہید ہوئے۔ ان کا مزار وہیں ہے۔ اور شاہ شمس الدین محمد ماہان میں رہ گئے تھے پھر ماہان جاکر وہیں فوت ہوئے ان کا مزار وہیں ہے)

گنبد کے دروازہ کے سامنے چوکھنڈی کے اندر ایک دالان کی شکل کا وسیع حصّہ ہے جس میں متعدد مزارات ہیں، جو شاہ خلیل اللہؒ کے خاندان کی بزرگ ہستیوں کے بیان کئے جاتے ہیں۔

چوکھنڈی میں داخل ہونے کے بعد بجانب مغرب دیوار کے قریب سیّد شاہ اولیا محمد الحسینی صاحب مرحوم سجادہ نشین کا مزار ہے۔ چوکھنڈی کے سامنے ایک نہایت

---

[1] بیدر میں شاہ خلیل اللہ بت شکنؒ کا مقبرہ 'چوکھنڈی' کے نام سے موسوم اور مشہور ہے۔ بعض متمول ایرانی حیدرآباد سے بیدر جاکر چوکھنڈی میں تمام دن گزارتے اور نیاز کرتے ہیں۔ یہ عمل چند سال پہلے سے ہو رہا ہے۔ [2] میرے ماموں سیّد شاہ خلیل اللہ حسینی صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ جب سیّد شاہ اولیاء محمد الحسینی کا انتقال ہوا تو قبر کے لئے جس جگہ کھدائی شروع کی گئی وہاں سنگ بستہ خالی قبر نکل آئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک صاف خالی قبر ان ہی کے لئے محفوظ تھی۔ چنانچہ اسی میں ان کو دفن کیا گیا۔

کشادہ چبوترہ ہے جس پر متعدد مزارات ہیں۔ مغرب کی جانب ایک حصہ میں میری والدہ محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ، میرے ماموں سید شاہ خلیل اللہ حسینی صاحبؒ اور نانا سید شاہ محب اللہ حسینی صاحبؒ، ان کے آباؤ اجداد اور میری نانی صاحبہ کے مزارات ہیں۔ اس وسیع قبرستان میں مزارات سے بھرے ہوئے تین چبوترے گنبد کے سامنے یکے بعد دیگرے کچھ نشیب پر واقع ہیں۔ ایک وسیع خانقاہ اور دو مساجد ہیں۔ نیز ایک کشادہ باولی سنگ بستہ موجود ہے جس کا پانی نہایت میٹھا اور صحت بخش ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شہر بیدر میں طاعون (پلیگ) کی وبا بہت شدت سے پھیلی۔ یہ ۱۹۱۴ء کا واقعہ ہے۔ ہزاروں جانیں تلف ہوئیں۔ لوگ جان بچانے کے لئے شہر کے اطراف واکناف میدانوں میں جھونپڑیاں ڈال کر آباد ہو گئے۔ ہم لوگ چوکھنڈی شاہ خلیل اللہؒ کے سامنے خانقاہ میں مقیم ہوئے جہاں سے میرے ماموں صاحب قبلہ مرحوم کی اراضیات بالکل قریب واقع تھیں۔ درگاہ شریف کا نورانی و دلکش منظر، خصوصاً فجر کی نماز اور مغرب کے وقت کا سہانا سماں اب تک میرے دل پر گہرا نقش کئے ہوئے ہے۔ لہلہاتے ہوئے ہرے بھرے کھیت ہر دو وقت اس شہر خموشاں (سنسان قبرستان) میں درخت کی ٹہنی پر بیٹھ کر لانبی چونچ والی ایک چھوٹی سی خوبصورت چڑیا نہایت تیز اور میٹھی آواز میں ایک خاص انداز سے بولا کرتی تھی جو دل پر عجیب اثر پیدا کرتی تھی۔ اس کی سُریلی آواز اب تک میرے کانوں میں گونج رہی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ نہایت غمزدہ ہے اور کسی دور افتادہ ہم جنس کو یاد کرتی ہے یا کسی کا تذکرہ کرتی ہے قریب کے ہرے بھرے درختوں پر کبھی پپیہا کا پیو پیو بولنا کبھی کوئل کی کوک عجیب سماں پیدا کرتی تھی۔ چاندنی راتوں میں درگاہ شریف اور پورے قبرستان پر نور کی ایک چادر بچھی ہوئی معلوم ہوتی تھی جنگل کی تکلیف دہ زندگی اور وبا (طاعون) کی پریشانی ایک پُرسکون و پُرمسرت

ماحول میں تبدیلی ہو گئی تھی۔

تبرکات

شاہ خلیل اللہ بُت شکنؒ کے تبرکات میں سے میرے ماموں زاد بھائی سیّد شاہ ندیم اللہ حسینی بن سیّد شاہ خلیل اللہ حسینی صاحب مرحوم کے پاس نہایت عمدہ ریشمی سبز رنگ کا ایک جُبّہ مُبارک ہے جس پر کلمہ طیبہ بُنا ہوا ہے (یعنی بنّت میں ہے) یہ خاص وضع کا جبّہ آپ ایران سے اپنے ساتھ لاتے تھے۔ اس کے علاوہ ایک کلاہ مُبارک اور چند قلمی تصاویر ایرانی مصوّر کی بنائی ہوئی اب بھی موجود ہیں۔ ان تبرکات کی زیارت ہر سال ۱۲ محرم کو کرائی جاتی ہے۔ ان تبرکات کے متعلق دو حقیقی واقعات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

پہلا واقعہ یہ کہ ایک مرتبہ جب گھر کو آگ لگی تو سارا اثاثہ جل کر خاک ہو گیا لیکن ٹن کا وہ ڈبّہ (صندوقچی) جس میں تبرکات رکھّے ہوئے تھے بفضل الٰہی محفوظ رہا جبّہ مبارک کا ایک گوشہ کسی قدر متاثر ہوا۔

دوسرا یہ کہ جب ۱۹۴۸ء میں ریاست نظام حیدر آباد دکن پر پولیس ایکشن کے نام سے ہندوستانی فوج نے قبضہ کیا تو فوج بیدر میں بھی داخل ہوئی اور ہر مسلمان کے گھر کو لوٹا۔ میرے ماموں صاحب کے اہل و عیال اپنی جانیں بچانے کے لئے درگاہ شاہ خلیل اللہؒ کی خانقاہ (چوکھنڈی شریف) چلے گئے تھے۔ فوج ان کے مکان میں بھی داخل ہوئی۔ فوجی سپاہیوں کی مدد سے ہندو غنڈوں نے گھر کا پورا اثاثہ لوٹ لیا لیکن جس صندوقچہ میں تبرکات رکھے ہوتے تھے اس کو گھر کے بیرونی دروازہ کے پاس رکھدیا۔ دوسرے دن صبح ایک ہندو نائی نے جو گھر کے قریب رہتا تھا اس صندوقچہ کو دیکھا وہ اس سے اس لئے واقف تھا کہ ہر سال محرم میں چراغاں وغیرہ کی خدمت وہی انجام دیا کرتا تھا۔ وہ تبرکات کو نکلتے اور رکھتے ہوتے بھی دیکھ چکا تھا۔ نیز گھر والوں سے اس کو عقیدت اور ہمدردی تھی۔ وہ اس کو احترام کے ساتھ گھر لے گیا۔ کچھ عرصہ بعد جب امن و امان بحال ہو گیا اور

مالک گھر لوٹے تو وہ نائی بڑے احترام کے ساتھ صندوقچہ کو اپنے سر پر رکھ کر لایا اور مالک کو پہنچا دیا۔ اور سارا واقعہ بیان کیا۔ خدائے تعالیٰ کو منظور تھا کہ یہ تبرکات محفوظ رہیں۔ وہی حافظ حقیقی ہے۔

"فاللہ خیرٌ حافظاً وھو ارحم الراحمین"

حتی الامکان کوشش، تلاش و تحقیق کے بعد شاہ خلیل اللہ بت شکنؒ کے پسماندگان کا شجرہ نسب و حالاتِ زندگی فراہم کر کے اس کتاب میں شائع کیے گئے ہیں۔ ناظرین سے استدعا ہے کہ اگر پسماندگان شاہ صاحب کے سلسلہ میں کسی صاحب کو مزید معلومات ہوں تو براہ کرم بحوالہ شجرہ و حالات کمترین کو مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔

شاہ خلیل اللہ بت شکنؒ کے صاحبزادگان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ امیر ضیاء الدین شاہ نور اللہ (شاہ نور اللہ)
۲۔ میر شاہ محب الدین حبیب اللہ (شاہ حبیب اللہ)
۳۔ میر شاہ شمس الدین محمدؒ (شاہ شمس الدین محمدؒ)
۴۔ میر شاہ حبیب الدین محب اللہ (شاہ محب اللہ)



شاہ نور اللہؒ

آپ کا اسم گرامی امیر[۱] ضیاء الدین شاہ نور اللہؒ تھا۔ آپ شاہ خلیل اللہ بت شکنؒ کے بڑے صاحبزادہ تھے۔

سلطان احمد شاہ ولی بہمنی کی استدعا پر شاہ نعمت اللہ ولیؒ نے اپنے صاحبزادہ کے بجائے اپنے پوتے شاہ نور اللہ کو محمد آباد بیدر بھیجا جس کا تفصیلی ذکر اس سے قبل کیا جاچکا ہے۔

جب شاہ نور اللہ بیدر کے قریب پہنچے تو بادشاہ نے مع شہزادوں اور امرا کے آپ کا استقبال کیا۔ بڑی عزت و توقیر کے ساتھ آپ کو شہر میں لایا، ملک المشائخ کا خطاب دیا، اپنی صاحبزادی کے ساتھ آپ کا عقد کر دیا اور جاگیر عطا کی بلاقات[۲] کے مقام پر ایک مسجد اور ایک گاؤں نعمت آباد بسایا۔

شاہ نور اللہ بڑے پایہ کے عالم و صوفی تھے۔ آپ دوسرے علماء کے ساتھ بادشاہ کے ساتھ دربار میں شریک رہا کرتے تھے۔

اس موقع پر ضمناً ایک واقعہ کا اظہار بے محل متصور نہ ہوگا۔

میں اپنے ماموں سید شاہ خلیل اللہ حسینی مرحوم کے ساتھ اکثر شاہ نور اللہ رح کے مزار پر فاتحہ خوانی میں شریک رہتا تھا۔ ایک دن فاتحہ خوانی سے فارغ ہونیکے بعد مجھ سے ماموں صاحب نے فرمایا کہ یہ مزار ہمارے خاندان کے بہت بڑے بزرگ کا ہے میں نے تمہارا نام ان ہی بزرگ کے نام پر امیر ضیاء الدین رکھا ہے۔ دراصل تمہارے ماں باپ نے تمہارا نام مرزا غیاث الدین بیگ رکھا تھا۔ تمہارے

۱؎ تاریخ خورشید جاہی ص ۲۰ پر بجائے میر کے مرزا کا نام ہے ۲؎ سلطان احمد شاہ بہمنی مولفہ محمد ظہیر الدین احمد ص ۱۴۳

جدِ اعلیٰ جو خطابی مغل تھے ۔ غدر کے زمانہ میں دہلی سے دکن آ کر گلبرگہ شریف میں درگاہ حضرت خواجہ بندہ نوازؒ کے سجادہ نشین کے پاس مقیم ہو گئے تھے۔

جب میں نے سرکاری مدرسہ (ہائی اسکول بیدر) میں داخلہ لیا تو داخلہ کے فارم میں میں نے اپنے نام کے ساتھ "مرزا" اور "بیگ" کے الفاظ اضافہ کر دیئے۔ کیونکہ میرے والد بزرگوار کا نام مرزا سرفراز بیگ تھا لیکن میرے ماموں صاحب کو مجھے صرف "ضیاء الدین" ہی پکارنا اور لکھنا پسند تھا چنانچہ میرے ولیمہ کی دعوت کے رقعہ میں جو ۱۳۴۴ھ میں ان ہی کی جانب سے چھپا تھا انھوں نے اپنی پسند کا نام "ضیاء الدین" ہی چھپوایا تھا اصل رقعہ اس طرح تھا۔

نحمدہٗ و نصلّی

۲۱ ذی الحجہ ۱۳۴۴ھ بروز جمعہ

تقریب ولیمہ عزیزم ضیاء الدین سلّمہٗ مقرر

ہے لہٰذا

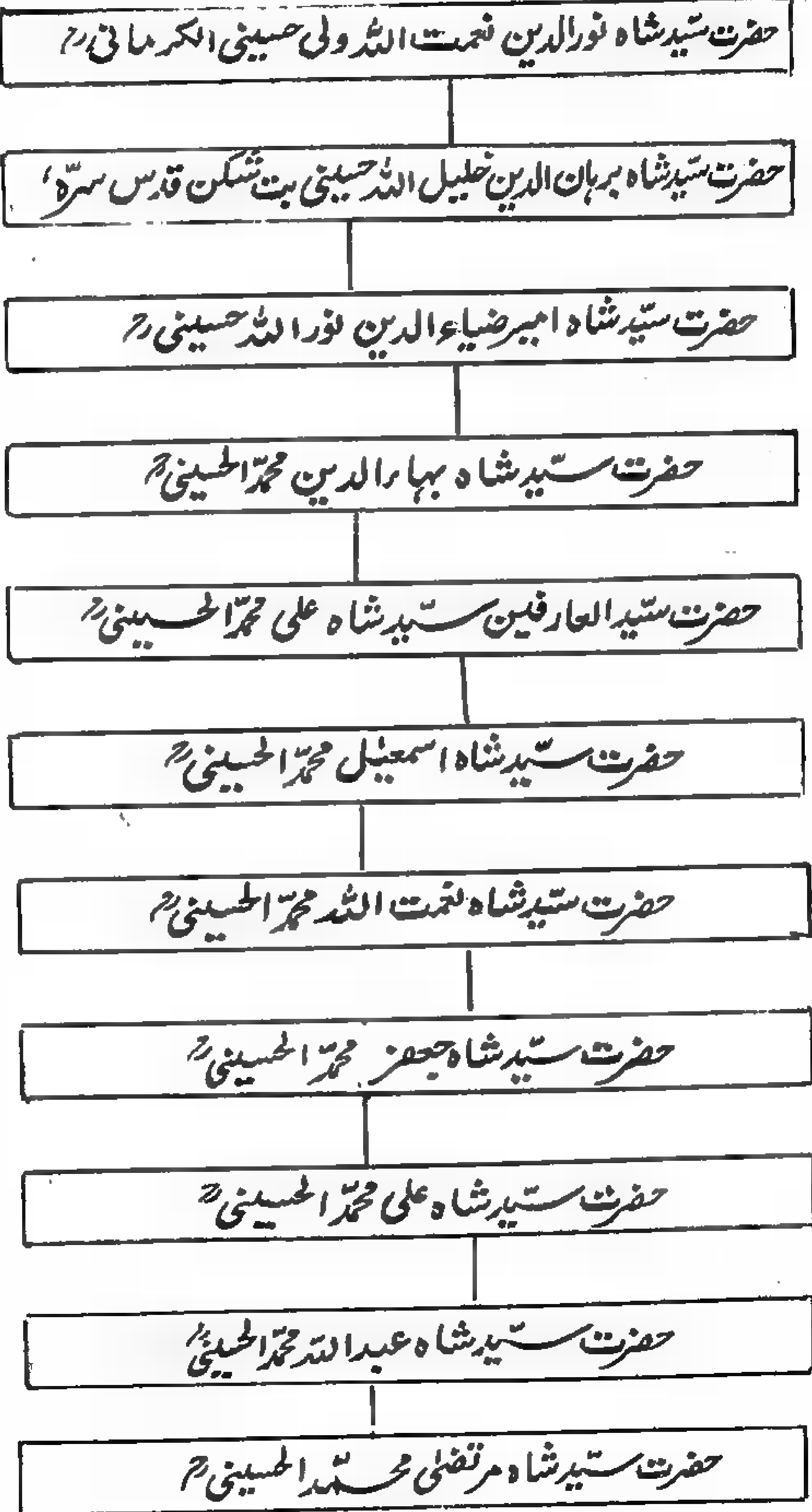
صبح سے دوپہر تک تشریف لا کر تناول ماحضر سے ممنون و مشکور فرمائیں گے

خاکسار: سیّد شاہ خلیل اللہ حسینی نعمۃ اللّٰہی

پتہ مکان برادرم مولوی شاہ منیر الدین صاحب قادری وکیل۔ واقع بازار گھانسی، باولی گونڈ

میرے ماموں صاحب قبلہ مرحوم کا سلسلۂ نسب امیر ضیاء الدین شاہ نور اللہؒ ہی سے ملتا ہے۔ ان کا شجرہ نسب میں نے اپنے ماموں زاد بھائی سیّد شاہ ندیم اللہ حسینی سے حاصل کیا ہے جو اب محمد آباد بیدر، محلہ تعلیم مینار میں "دہلیز" (سابق قیام گاہ شاہ خلیل اللہ بت شکنؒ) کے قریب اپنے آبائی مکان میں مع اہل و عیال سکونت پذیر ہیں اور ان چند اراضیات پر قابض و متصرف ہیں جو امیر ضیاء الدین شاہ نور اللہؒ کو بطور انعام و مدد معاش سلاطین بہمنیہ سے ملی تھیں۔ یہ اراضیات گنبد (چوکھنڈی) شاہ خلیل اللہ بت شکنؒ کے قریب واقع ہیں۔

شجرۂ نسب خانوادۂ شاہ نور اللہؒ بن شاہ خلیل اللہ بت شکنؒ جو سید شاہ نعیم اللہ حسینی متوطن بیدر سے حاصل کیا گیا ہے حسب ذیل ہے :-



حضرت سیّد شاہ ابراہیم محمدؒ الحسینیؒ

حضرت سیّد شاہ علی میر جانی حسینی صاحبؒ

حضرت سیّد شاہ محب اللہ حسینی صاحبؒ

حضرت سیّد شاہ خلیل اللہ حسینیؒ

سیّد شاہ ندیم اللہ حسینی



شاہ حبیب اللہؒ

میر شاہ محب الدین حبیب اللہ حضرت شاہ خلیل اللہ بت شکنؒ کے دوسرے صاحبزادے ہیں۔

جب ۸۳۴ھ میں شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ کا قریہ ماہان علاقہ کرمان میں وصال ہوا تو شاہ حبیب اللہ اپنے چھوٹے بھائی شاہ محب اللہ اور اپنے والد بزرگوار شاہ خلیل اللہ کے ساتھ محمد آباد بیدر تشریف لائے سلطان احمد شاہ ولی بہمنی نے آپ کی بڑی توقیر و عزت کی اور اپنی صاحبزادی کو آپ کے عقد میں دیا سلطان آپ کا بہت احترام کرتا تھا۔ آپ دوسرے مشائخین کے ساتھ بادشاہ کے دربار میں شریک رہا کرتے تھے۔ بڑے فرزند ہونے کے باوجود آپ نے سجادگی اپنے چھوٹے بھائی شاہ محب اللہ کو تفویض فرمادی تھی جو سلسلہ نعمت اللہی کے تیسرے قطب (صاحب سجادہ) ہوئے۔

شاہ حبیب اللہ کو سپاہ گری کی طرف بہت زیادہ رغبت تھی۔ آپ امارت کے کاموں کی طرف متوجہ ہوئے چونکہ آپ ہمایوں شاہ (ظالم) ابن علاؤالدین شاہ بہمنی کے عہد حکومت میں بادشاہ کے چھوٹے بھائی حسن خاں کی صحبت میں رہا کرتے تھے۔ اس لئے آپ کو قید کر دیا گیا۔ چند دن کے بعد بعض مریدوں کی کوشش سے آپ قید سے آزاد ہوئے اور بیجاپور تشریف لے گئے۔ جہاں کا تھانہ دار سراج خاں جنیدی مکروفریب سے پیش آیا اور آپ کو پکڑ کر اس نے ہمایوں شاہ ظالم کے پاس بھیجنے کا

ملہ تاریخ روضۃ الاولیاء بیجاپور مطبوعہ ۱۳۱۴ھ صفحہ ۳۵ ورسالہ اسلامک کلچر شمارہ (۱) جنوری ۱۹۲۷ء مطبوعہ حیدرآباد دکن صفحہ

تصدکیا۔ آپ نے ترکش اٹھایا، جنگ کی اور شہید ہوتے۔ یہ واقعہ ۸۶۴ھ کا ہے۔

مولف روضۃ الاولیا بیجاپور نے لکھا ہے کہ[۱] آپ کی اولاد محمد آباد بیدر میں موجود ہے اور سیڑم ضلع گلبرگہ میں سید شاہ نعمت اللہ حسینی و سید شاہ محمد اولیا محمد الحسینی موجود ہیں۔ شاہ حبیب اللہ کی شہادت سے متعلق محمد طاہر استر آبادی نے جو قطعہ تاریخ کہا ہے وہ حسب ذیل ہے:۔

ز شعیان شہادت یافت در ہند
حبیب اللہ غازی طالب مشواد
روان طاہرش تاریخ می جست
برآمد روح پاک نعمت اللہ

اس قطعہ کے آخری مصرعہ "برآمد روح پاک نعمت اللہ" سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔

شہادت کا واقعہ اور حالات روضۃ الاولیا بیجاپور میں درج ہیں۔ اس سے ثابت ہے کہ شاہ حبیب اللہ کی شہادت بیجاپور (دکن) میں ہوئی اور آپ کا مزار وہیں ہے۔

مؤلف محبوب الوطن تذکرہ سلاطین دکن نے شاہزادہ حسن خاں کی بغاوت کے عنوان سے ص ۵۶۱ پر تفصیل سے لکھا ہے کہ:۔

"تحفۃ السلاطین کے مؤلف نے لکھا ہے کہ شاہزادہ حسن خاں، شاہزادہ یحییٰ خاں وجلال خاں بخاری و شاہ حبیب اللہ وغیرہ معززین کو ہمایوں نے دار السلطنت کے قید خانہ میں قید رکھا تھا۔ شاہ حبیب اللہ اگرچہ سلاطین بہمنیہ کے تعلق سے

---

[۱] روضۃ الاولیاء بیجاپور صفحہ ۲۵۔

نوٹ: سیڑم ضلع گلبرگہ شریف (دکن) میں آپ کی اولاد موجود ہے لیکن محمد آباد بیدر (دکن) میں آپ کی اولاد سے کون کون ہیں۔ ان کا پتہ نہیں چل سکا۔ نیز ان کے ناموں کا اظہار مولف مذکور نے نہیں کیا ہے۔

امرار کے زمرہ میں شریک ہو گئے تھے لیکن ارادتمندوں کو اپنے بزرگانِ سلف کی طرح مرید کرتے تھے۔ دارالسلطنت میں آپ کے اکثر خاص و عام مرید تھے۔ حضرت مرشد کے قید ہونے سے رنجیدہ تھے اور چاہتے تھے کہ حضرت کو رہا کرائیں لیکن ان کو موقع نہیں ملتا تھا۔ جب بادشاہ تلنگانہ کی طرف چلا گیا، مریدوں نے باہم مشورت کی کہ حضرت کو قیدخانہ سے نکالیں، چند مرید یوسف ترک کچل کے پاس گئے۔ وہ بھی حضرت کا مرید تھا اور بادشاہ علاء الدین بہمنی کا غلام دیرینہ تھا۔ حضرت کی رہائی کی بابت مشورہ کیا، یوسف اس کام کے لئے مستعد ہوا۔ اس نے مخالفین و کوتوال کو ملا لیا اور بارہ سو پچاس پیادے ہمراہ لے کر محلات شاہی کی طرف جہاں قیدخانہ تھا روانہ ہوا۔ اس وقت شہر و قیدخانہ کا انتظام نہایت ہی عمدہ تھا۔ تخمیناً تین ہزار سوار و پیادہ محافظت کے لئے مقرر تھے۔ بدون اجازت قیدخانہ میں جانا محال تھا لیکن محافظین عالم غفلت میں تھے۔ اپنے ذاتی کاموں میں مصروف اور اکثر غیر حاضر تھے۔ یوسف ترک نے ایک فرمان التمغائی سلاطین بہمینہ اوّل دروازہ کے دربانوں کو دکھلایا کہ فلاں قیدی کے قتل کے لئے لایا ہوں دربانوں نے رہا کیا۔ جب دوسرے دروازہ پر پہنچا وہاں کے محافظین نے جعلی فرمان التمغائی کا اعتبار نہ کر کے کہا کہ کوتوال کا حکم لاؤ۔ تو تم کو اجازت ملے گی۔ اس بات پر یوسف ترک نے افسر محافظین کو مار ڈالا۔ شور و غل ہوا، تمام محافظین فرار ہو گئے۔ یوسف ترک قیدخانہ میں پہنچ کے اوّل وہاں گیا جہاں حبیب اللہؒ و شاہزادگان مقید تھے فوراً شاہ حبیب اللہ کی زنجیر کاٹی، شاہزادہ حسن خاں و یحییٰ خاں و جلال خاں بخاری نے نہایت تضرع و زاری سے التجا کی کہ خدا کے واسطے ہماری زنجیر توڑ کے ہم کو اپنے ہمراہ لے جائیے۔ یوسف نے قبول کر کے ان کی زنجیریں بھی توڑ دیں اور باقی تمام قیدیوں کو بھی رہا کرا دیا۔ کل قیدیوں کی تعداد تقریباً سات ہزار تھی۔ یہ تمام قیدی یوسف کے ساتھ ہو گئے۔ یوسف معہ جمعیت تخت گاہ کی طرف گیا اور محافظین قلعہ کو مار کے باہر نکال دیا۔ اندرون و بیرون

قلعہ و شہر شور و غل ہونے لگا. ایک پہر رات گزر چکی تھی. جب اس ہنگامہ کی خبر کوتوال کو معلوم ہوئی، معہ جمعیت مدافعت کے لیئے آیا. یوسف کی جمعیت نے فدویانہ سلوک کیا. کوتوال کو پتھر و لاٹھیوں سے مار کے بھگا دیا. اور اندھیری رات میں جس کو جدھر موقع ملا چل دیا. لیکن جلال خاں بخاری پیر دیرینہ عمر رسیدہ ہشتاد و سالہ تھا، و شاہزادہ یحیٰی خاں جوان نوخیز اندھیری رات میں کوتوال کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئے. نہایت خواری و زاری سے قتل ہوئے. شاہ حبیب اللہؒ و شاہزادہ حسن خاں ایک حجام خادم کے گھر میں پوشیدہ ہو کے قلندرانہ شہر سے برآمد ہوئے اور یوسف ترک بھی شاہزادہ کی رفاقت میں آیا. چھ سات دن باغ کمٹھانہ[1] میں سکونت پذیر رہے. جب شاہزادہ کے پاس تین ہزار سوار و پانچ ہزار پیادے جمع ہو گئے تب شاہزادہ یوسف ترک معہ جمعیت قلعہ کی تسخیر کے لیئے مستعد ہوئے. اہل قلعہ نے مدافعت و مخالفت میں خوب کوشش کی. شاہزادہ قلعہ کی تسخیر سے مایوس ہو کے قصبہ بیٹر کی طرف روانہ ہوا اور وہاں پہنچ کے شاہزادہ حسن خاں نے جلوس فرمایا. یوسف ترک امیر الامرا اور شاہ حبیب اللہ وزیر و جملۃ الملک ہوئے اور فوج فراہم کرنے لگے. ہمایوں بغاوت کی خبر سنکے ورنگل سے دارالسلطنت میں آیا اور اول محافظین قلعہ اور شہر کو جو تین ہزار سے زائد تھے تمام کو قتل کیا اور کوتوال کو آہنی پنجرے میں بند کیا. ہر روز اس کے بدن سے ایک جز کاٹتا تھا اس کو بجائے غذا کھلاتا تھا. اور شہر میں تشہیر کراتا تھا. آخر کو توال پنجرے میں مر گیا. پھر آٹھ ہزار سوار و پیادہ شاہزادہ حسن خاں کی مدافعت کے لیئے مقرر کیئے. چنانچہ بیٹر کے جنگل و میدان میں قریب خانقاہ طرفین میں خوب جنگ واقع ہوئی. شاہ حبیب اللہ وزیر کی کوشش بلیغ سے شاہزادہ حسن خاں کو کامیابی و فیروزی نصیب ہوئی. ہمایوں نے نہایت غصہ و غضب سے تمام سلحداروں کو معہ خزائن و

---

[1] کمٹھانہ ایک گاؤں ہے جو بیدر سے تقریباً ۹ میل دور بجانب مغرب ہے۔

فیلان جنگی قصبہ بیٹر مدافعت کے لئے بھیجدیا اور سلحداروں کے اعیال واطفال کو قید رکھا کہ آئندہ ایسا نہ ہو کہ ہم سے منحرف ہو کے شاہزادہ حسن خاں سے مل جائیں شاہزادہ حسن خاں اور ہمایوں کی سپاہ کے درمیان خوب معرکے ہوتے۔ آخر حسن خاں معہ جمعیت آٹھ سو سوار و پیادہ بیجانگر روانہ ہوا۔ جب بیجاپور کے اطراف میں پہنچا، سراج خاں جنیدی حاکم بیجاپور نے مکر و فریب سے شاہزادہ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ اس مملکت کے مالک ہیں اور یہاں کا طرفدار خواجہ محمود گاواں تلنگانہ کی مہم میں مصروف ہے یہ مملکت خالی ہے اگر آپ یہاں تشریف رکھیں تو میں عہد کرتا ہوں کہ تمام بیجاپور و رائچور کی رعایا آپ کی فرمانبردار رہے گی۔ شاہزادہ حسن خاں حسب تجویز شاہ محب اللہ و یوسف ترک تلو بیجاپور میں داخل ہوا۔ سراج خاں نے لوازم ضیافت میں خوب اپنی نیازمندی کا اظہار کیا اور شام کے وقت معہ خدام وحشم سلام کے بہانے قلعہ میں آیا اور شاہزادہ حسن خاں کی فرودگاہ کا محاصرہ کیا۔ دوسرے دن چاہا کہ دونوں کو ہمایوں کے پاس بھیجدے۔ شاہ حبیب اللہ نے مخالفین سے خوب مقابلہ کیا۔ آخر مقتول ہو گیا۔ اور شاہزادہ حسن خاں و یوسف ترک و دیگر ملازمین کو گرفتار کر کے دارالسلطنت بھیجدیا۔ ہمایوں نے سیاست کا بازار خوب گرم کیا۔ احمد آباد بیدر کے بازار و کوچوں میں جابجا سولیاں نصب کر دیں۔ اور مست ہاتھی و درندے اور دیگوں و قرابوں میں پانی و تیل جوش دیتے گئے اور خود تماشائی کی طرح محل شاہی کے دیوان خانہ میں بیٹھ گیا۔ اوّل حسن خاں کو شیر کے سامنے ڈالا تاکہ شیر اس کو مار ڈالے۔ اور پھر یوسف ترک اور اس کے احباب کی گردنیں ماری گئیں اور ان کے عیال واطفال کو گھر سے لاتے ان کو ذلت و خواری کے ساتھ سخت سزائیں دیں۔ اور شاہزادہ کے ملازمین کو قسم قسم کی تکالیف سے نیست و نابود کیا۔ بیجاپور کے ملازمین تقریباً سات آٹھ سو سے کم نہیں تھے اور جنگ و قتال کی باتوں سے دور رہتے تھے۔ یہ واقعہ ماہ شعبان ۸۶۲ھ میں واقع ہوا۔ سید طاہر استر آبادی

نے شاہ حبیب اللہ غازی کی تاریخ شہادت نصف تخرجہ لکھی یعنی اگر روح مادہ تاریخ کے مجموعہ سے خارج کئے جائیں تو تاریخ شہادت باقی رہ جائے گی۔

رباعی :- مہ شعبان شہادت یافت ورہتد
حبیب اللہ غازی طاب مشواہ
روان طاہر شس تاریخ می جست
برآمد روح پاک نعمت اللہ" ۸۶۴ ہجری

میر شمس الدین محمدؒ

میر شمس الدین محمدؒ حضرت شاہ خلیل اللہ بت شکنؒ کے تیسرے صاحبزادہ ہیں۔ آپ ایران میں پیدا ہوئے۔ جب شاہ خلیل اللہؒ اپنے دو صاحبزادوں (شاہ حبیب اللہ اور شاہ محب اللہ) کے ساتھ دکن تشریف لے جارہے تھے تو آپ نے میر شاہ شمس الدین محمدؒ کو قصبہ ماہان علاقہ کرمان (ایران) ہی میں قیام فرمانے کے لئے ارشاد فرمایا۔ اس ارشاد کی بنا پر آپ نے ماہان میں جو حضرت شاہ نعمت اللہ ولیؒ کا قدیم مسکن ہونے کے علاوہ مدفن بھی ہے سکونت اختیار فرمائی۔

آپ کچھ عرصہ تک ماہان میں قیام فرمانے کے بعد ہراتؒ تشریف لے گئے اور چالیس سال کی عمر میں وہیں انتقال فرمایا۔

آپ کے ایک صاحبزادے شاہ تقی الدین ہندوستان میں (دکن) تشریف لائے جن کے فرزند میر شاہ برہان الدین خلیل اللہ ثانی تھے۔ جو میر شاہ کمال الدین عطیۃ اللہ حسینی کے بعد قطب مقرر ہوئے۔

میر شمس الدین محمدؒ بن شاہ خلیل اللہ بت شکن کے مزید پسماندگان کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔

ملا عا مقالہ نصر اللہ پرجاویدی و مسٹر پی۔ ایل۔ ولسن (ریسرچ اسکالر تہران یونیورسٹی) مطبوعہ رسالہ اسلامک کلچر حیدرآباد دکن شمارہ (۱) بابتہ جنوری ۱۹۷۴ء صفحہ ۵۲)

شاہ محب اللہؒ

میر شاہ حبیب الدین محب اللہؒ حضرت شاہ خلیل اللہ بت شکنؒ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ آپ ۸۳۰ھ مطابق ۱۴۲۶ء میں ماہان (ایران) میں پیدا ہوئے۔ حضرت شاہ نعمت اللہ ولیؒ کے وصال (۸۳۴ھ) کے بعد آپ اپنے والد بزرگوار کے ساتھ محمد آباد بیدر تشریف لائے۔ چند سال کے بعد شہزادہ علاء الدین (بن سلطان احمد شاہ ولی بہمنی) کی بیٹی کے ساتھ آپ کا عقد ہوا۔ قصبہ سیڑم ضلع گلبرگہ شریف بطور جاگیر عطا کیا گیا اور وہاں ایک عالیشان محل بنوادیا گیا یہ محل اب بھی سید محمد اولیاء محمد الحسینی مرحوم صاحب سجادہ کی اولاد کے قبض و تصرف میں ہے۔

شاہ محب اللہ اپنے والد بزرگوار اور دونوں بھائی شاہ حبیب اللہ اور میر شاہ نور اللہ کے ساتھ بادشاہ کے دربار میں شریک رہا کرتے تھے۔

آپ (شاہ محب اللہ) کو باوجود چھوٹے ہونے کے، شاہ حبیب اللہ نے والد بزرگوار کا جانشین قطب (صاحب سجادہ) بنایا تھا۔ نصیر اللہ میر جاویدی اور مسٹر پی ایل ولسن نے صاحب سجادہ کے لئے لفظ قطب[۱] استعمال کیا ہے۔

جیسا کہ نسب نامہ سے ظاہر ہے کہ آپ کی اولاد کثیر تعداد میں پھیلی۔ خصوصاً شاہان مغلیہ کے دور حکومت میں لوگوں کو روحانی فیض پہنچانا سپاہ گری اور

---

[۱] رسالہ اسلامک کلچر بابتہ جنوری ۱۹۴۲ء صفحہ ۵۱ (حیدرآباد دکن) [۲] رسالہ اسلامک کلچر بابتہ جنوری ۱۹۴۲ء (حیدرآباد دکن) میں صفحہ ۵۱ پر مذکور ہے کہ شاہ خلیل اللہ نے خود اپنے صاحبزادہ محب اللہ کو قطب نامزد فرمایا تھا۔

امور سلطنت کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ سلطنت کے استحکام میں نمایاں حصّہ لیا جس کی تفصیل علیحدہ بتائی گئی ہے۔

جبکہ نظام شاہ بہمنی (جانشین سلطان احمد شاہ ولی بہمنی) ایک مرتبہ وجیا نگر کے حکمراں کے ساتھ جنگ میں مشغول تھا تو شاہ محب اللہ نے بہ نفس نفیس بادشاہ کی جانب سے لڑائی میں حصّہ لیا اور دشمن کے دس ہزار پیدل سپاہی اور ۴۰۰ سواروں پر اپنے صرف (۱۶۰) سپاہیوں کے ساتھ حملہ کر دیا اور لڑائی جیت لی۔ آپ نے بہادری کا ایسا اچھا جوہر دکھایا کہ بادشاہ نے خوش ہو کر نہ صرف آپ کو ضلع بیڑ بطور جاگیر عطا کیا بلکہ "غازی" کا خطاب بھی دیا۔ عرصہ تک یہ علاقہ (بیڑ) آپ کے ورثاء کے قبضہ میں رہا۔ بادشاہ نے شہر (بیڑ) کے باہر ایک خانقاہ بھی تعمیر کروائی تھی (مقالہ نصر اللہ پرجا ویدی و مسٹر پی۔ ایل۔ ولسن صفحہ ۵۱)۔ جب راقم الحروف کا تبادلہ ۱۹۲۱ء میں اوّل مددگاری مدرسہ فوقانیہ بیڑ پر عمل میں آیا تھا تو اس وقت اس خانقاہ کو دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا۔

مولف مآثر الامراء کا بیان ہے کہ یہ جاگیر (بیڑ) شاہ محب اللہ کے پسماندگان کے قبضہ سے آصف جاہ اوّل کے عہد میں نکل گئی۔ جبکہ بادشاہ مذکور نے اس کو ضبط کر لیا
شاہ محب اللہ شہزادہ علاء الدین بن سلطان احمد شاہ ولی بہمنی کے داماد تھے۔
آپ کو بڑی عزت و توقیر حاصل تھی۔ ان تمام اعزازات کے باوجود آپ خانقاہ بیڑ میں (جو آپ ہی کے لئے بنوائی ہوئی تھی) نہایت سادہ زندگی بسر فرماتے تھے۔ محمود شاہ بہمنی کی تاجپوشی کی رسم میں آپ نے اپنے بڑے بھائی شاہ حبیب اللہ کے ساتھ شرکت فرمائی۔ تاجپوشی کی رسم ادا فرمائی اور بادشاہ کے لئے دعائیں کیں۔

۱؎ رسالہ اسلامک کلچر بابتہ ۱۹۷۴ء مجریہ حیدر آباد دکن صفحہ ۵۱ ۲؎ فرشتہ جلد اوّل صفحہ ۴۴۲ پر بھی شاہ محب اللہ کی بہادری کا ذکر کیا گیا ہے اور راتے (راجہ) اڑیسہ پر فتحیاب ہونا بیان کیا ہے
۳؎ رسالہ اسلامک کلچر شمارہ (۱) بابتہ جنوری ۱۹۷۴ء حیدر آباد دکن)

شاہ محب اللہ کا وصال ۸۷ سال ۲ ماہ ۱۲ دن کی عمر میں بیدر میں ہوا۔ آپ چوکھنڈی شاہ خلیل اللہ بت شکنؒ میں مدفون ہیں۔ وصال سے قبل آپ نے اپنے صاحبزادے شاہ کمال الدین عطیۃ اللہ الحسینی کو اپنا جانشین صاحب سجادہ (قطب) بنایا تھا جو سلسلہ نعمت اللہی کے چوتھے قطب تھے۔

شاہ محب اللہ کے دوسرے تین صاحبزادے شاہ عبداللہ، شاہ صفی اللہ اور شاہ ظہیر الدین علی، ہندوستان سے ایران واپس چلے گئے اور شہر یزد میں اس خانقاہ میں مقیم ہوئے جس کو شاہ نعمت اللہ ولیؒ نے تعمیر کرایا تھا۔ شاہ ظہیر الدین علی کے ۲ دو صاحبزادہ تھے۔ دونوں نے بڑی عزت وشہرت حاصل کی۔ ایک نوراللہ ثانی تھے جو ہندوستان واپس آئے اور بہمنی خاندان کی ایک شہزادی سے شادی کی آپ دوبارہ اپنے بھائی شاہ نعیم الدین نعمت اللہ ثانی کے پاس ایران واپس چلے گئے پھر مکہ معظمہ پہنچکر حج سے فارغ ہوتے وہاں سے دکن (بیدر) واپس تشریف لائے یہیں آپ فوت ہوئے اور آبائی وطن چوکھنڈی شاہ خلیل اللہ بت شکنؒ میں مدفون ہوئے۔

دوسرے صاجزادے شاہ نعیم الدین نعمت اللہ ثانی (برادر نوراللہ ثانی) نے خصوصاً شہر یزد میں ایک صوفی شیخ کی حیثیت سے بہت شہرت وعزت حاصل کی۔



---

۲ رسالہ اسلامک کلچر جنوری ۱۹۲۴ء ص ۵۲

صفحہ ۵۳

سُلطان محمود شاہ بہمنیؒ کا جلوس

سلطان محمود شاہ بہمنی کے جلوس کا حال فرشتہ نے دلچسپ طریقہ سے اس طرح لکھا ہے :-

"ناظم مناظم اخبار ناظم جواہر سخن گورشتہ بیان میں یوں منتظم کرتا ہے کہ محمود شاہ نے بارہ برس کی عمر میں مسند عارینی شاہی کو بفر و شکوہ اپنے زیب و زینت بخشی۔ اور اعیان سلطنت اور ارکان مملکت مثل حسن نظام الملک بحری اور قوام الملک کبیرا ور قوام الملک صغیر اور قاسم برید ترک سرنوبت جو حاضر تھے ان سے بیعت کی لیکن صورت جلوس کی اسطور سے واقع ہوئی کہ تخت بہمینہ جو موسومہ بہ تخت فیروزہ تھا ابتدائے آفرینش سے اس وقت تک اس نفاست کا تخت بہت کم نشان دیتے تھے۔ قصر تخت گاہ میں لیجا کر اس کے دو طرف دو کرسی نقرہ رکھیں پھر شاہ محب اللہ اور سید حبیب نے کہ افضل اور اصلح مشائخ اس زمانہ کے تھے فاتحہ خیر پڑھ کر تاج بہمنی سلطان محمود شاہ بہمنی کے زیب سر کیا اور دست راست و چپ پکڑ کے تخت فیروزہ پر بٹھایا اور شاہ محب اللہ داہنی طرف کرسی پر بیٹھے اور سید حبیب بائیں طرف کرسی پر متمکن ہوئے۔ پھر نظام الملک اور قوام الملک کبیر و صغیر اور قاسم برید نے شاہ کے روبرو آن کر مبارک بادکہی اور اپنے مقام پر ایستادہ ہوئے۔"

(تاریخ فرشتہ۔ جلد اوّل صہ ۴۶۸)

فرشتہ نے سلطان محمود شاہ بہمنی کے مخالفین، اس کی جنگوں وغیرہ کا تفصیلی ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "ان کافر نعمتوں محسن کش نے ہزار سوار اور پیادہ سے مسلح اور مکمل ہو کر اس رات کو کہ اکیسویں شہر ذیقعدہ ۸۵۲ھ تھی۔ دفعتاً آپ کو جو سلطان محمود شاہ کا نشیمن تھا۔ پہونچایا..... سلطان محمود شاہ کہ اس وقت

بساط نشاط بچھاتے ہوتے تھا غوغائے عظیم سے ایستادہ ہوا..... سلطان محمود شاہ نے تخت پر اجلاس کر کے جمیع مغل اور ترکوں کو حکم کیا کہ.... جسے پاؤ قتل کر دا ور مال و اسباب ان کا غارت اور تاراج کرو۔ منقول ہے کہ تین روز اس شہر میں قتل و غارت کی آگ روشن اور افروختہ رہی اور کوئی شخص شاہ سے التماس عفو نکر سکتا تھا۔ آخر کو ایک شاہ محب اللہ کے فرزند[1] نے شاہ سے ان کی سفارش کی تو آتش غضب اس کی فی الجملہ ساکن ہوئی اور قتل و غارت اور تاراج نے تخفیف پائی"۔

(تاریخ فرشتہ۔ جلد اول صفحہ ۴۷۴ تا ۴۷۶)

میر نظام الدین عبد الباقیؒ

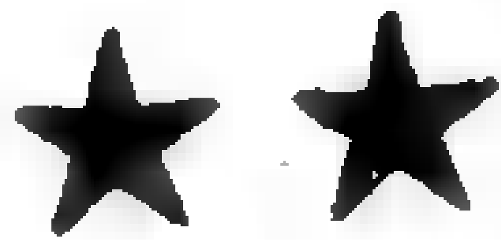
میر نظام[2] الدین عبد الباقی بن شاہ صفی اللہ ابن شاہ محب اللہ کے بارہ میں بیان کیا گیا ہے کہ فارس اور عراق میں آپ نے بہت دولت وحشمت حاصل کی تھی۔ شاہ اسمعیل صفوی نے آپ کو وزیر اعظم کا منصب عطا کیا تھا۔ امیر نجم ثانی وکیل السلطنت کو نعمت اللہی خاندان سے بہت عقیدت تھی۔ انھوں نے بلخ جاتے وقت میر نظام الدین عبد الباقی کو اپنا نائب بنایا تھا۔ جب امیر نجم مارے گئے تو میر نظام الدین عبد الباقی وکیل سلطنت بنا دیئے گئے۔ آپ ۹۲۰ھ (۱۵۱۴ء) میں رومیوں کے ہاتھوں سے "چالیدرن" کی جنگ میں شہید ہوئے۔ آپ نے شاہ اسمعیل صفوی کے ساتھ وفاداری کی اور اپنی جان قربان کر دی۔ آپ شاہ کے بھیس میں میدان جنگ میں آئے اور دشمن نے آپ کو شاہ اسمعیل سمجھ کر شہید کر دیا۔

۱؎ شاہ محب اللہ کے فرزند کا نام نہیں بتایا گیا ہے۔ غالباً یہ میرزا لطف اللہ ولد شاہ محب اللہ ہیں جو "سلطان محمود شاہ کے زخموں کی اصلاح میں مشغول اور وفاداری اور خدمات شائستہ میں کچھ کمی جبکہ سلطان بیجاپور جاتے ہوتے قصبہ النسد پور میں گھوڑے سے گر کر مجروح و فرد کش ہوا تھا

(تاریخ فرشتہ جلد اول ص۴۸۵ ۲؎ مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۲۸۷)

میر نظام الدین کے لڑکے سید نور الدین نعمت اللہ باقی (نعمت اللہ ثالث) تھے (رسالہ اسلامک کلچر جنوری ۱۹۴۷ء حیدر آباد دکن) مؤلف ماثر الامراء نے جلد سوم ص ۲۸۷ پر بجائے شاہ نور الدین نعمت اللہ باقی کے سہواً سید نعیم الدین نعمت اللہ باقی لکھا ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ شاہ طہماسپ صفوی نے اپنی بہن جانش خانم کو ان (نور الدین نعمت اللہ باقی نعمت اللہ ثالث) کے ساتھ بیاہ دیا تھا۔ توزک جہانگیری حصہ اول میں بھی صفحہ ۲۲۸ پر لکھا ہے کہ شاہ طہماسپ کی بہن جانش بیگم میرمیران کے والد میر نعمت اللہ کے ساتھ بیاہی گئی تھیں۔ غرض سید نعیم الدین نعمت اللہ باقی بجائے سید نور الدین نعمت اللہ باقی لکھنا درست ہے۔

مولف ماثر الامراء نے صفحہ مذکور الصدر پر شاہ نور الدین نعمت اللہ باقی نعمت اللہ ثالث کو نہایت متقی و پرہیزگار اور فلاحی کاموں میں حصہ لینے کے سبب سے عوام میں بہت مقبول ہونا بیان کیا ہے مزید لکھا ہے کہ آپ نے ترکہ میں چالیس لاکھ روپے چھوڑے تھے جو آپ کے فرزند امیر غیاث الدین محمد میر میراں اور لڑکی پری بیگم خانم میں تقسیم ہوئے۔



نوٹ:۔ امیر نظام الدین ولد شاہ صفی الدین ولد امیر غیاث الدین لکھا ہے۔ بجائے امیر غیاث الدین کے شاہ محب اللہ ہونا چاہیئے۔

شاہ نعیم الدین نعمت اللہ ثانیؒ

شاہ نعیم الدین[۱] نعمت اللہ ثانی، شاہ ظہیر الدین علی (بن شاہ محب اللہ) کے دوسرے صاحبزادے ہیں۔ آپ خاص طور پر شہر یزد (ایران) میں ایک صوفی و شیخ (بزرگ) مشہور تھے۔ مرزا جہاں شاہ (بادشاہ آذربائیجان ۸۴۱-۸۸۲ھ) بن خارا یوسف (بانی خاندان خارا) شاہ نعیم الدین نعمت اللہ ثانی کی بہت عزت کرتا تھا۔ اس نے اپنی بیٹی کا عقد ان کے ساتھ کر دیا۔

مرزا جہاں شاہ اور خارا خاندان کا تختہ کسی رشتہ دار نے اُلٹ دیا۔ جب امیر حسن بیگ آذربائیجان، فارس اور عراق کا نیا بادشاہ بنا تو اس نے سُنا کہ اس کے پیشرو بادشاہ (مرزا جہاں شاہ) کی لڑکی ایک صوفی (شاہ نعیم الدین نعمت اللہ ثانی) کی تحویل میں معہ قیمتی جواہرات کے ہے تو اس نے شاہ صاحب کو شیراز (ایران کا ایک شہر) بلایا۔ دراصل خفیہ طور پر اس کی نیت اچھی نہیں تھی۔ جب شاہ نعیم الدین شیراز پہنچے تو حسن بیگ بظاہر بہت احترام سے پیش آیا اور آپ کے پیچھے نماز کے لئے کھڑا ہو گیا۔ آخری رکعت ختم ہو رہی تھی کہ اچانک بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ نماز ختم ہونے کے بعد شاہ نعیم الدین نعمت اللہ نے اس کی طرف توجہ فرمائی حسن بیگ ہوش میں آیا اور کہنے لگا۔

"جب میں نماز میں تھا تو آپ کے دادا شاہ نعمت اللہ ولیؒ کا چہرہ مبارک[۲]

۱۔ رسالہ اسلامک کلچر شمارہ (۱) بابتہ جنوری ۱۹۴۲ء (حیدرآباد دکن)، صفحہ ۵۳

۲۔ اکثر تواریخ میں اس قسم کے واقعات دیکھنے میں آئے ہیں کہ جب کسی مرحوم بزرگ کی اولاد کسی مصیبت میں مبتلا ہوتی ہے تو مرحوم کی روح بے چین ہو جاتی ہے اور روحانی تصرفات ظاہر ہوتے اور مصیبت زدہ کو آفت و بلا سے نجات دلاتے ہیں۔ لہٰذا مرحومین بزرگوں کی ارواح کو ایصال ثواب کرنا، فاتحہ و قرآن پڑھ کر بخشنا ضروری ہے۔

دیکھا جسپر غصّہ کے آثار نمایاں تھے۔ آپ کو مجھ سے یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ "ہم تم کو اس سلطنت کا بادشاہ تسلیم کرتے ہیں اور ہم تمہیں تمہارا پوتا بخشتے ہیں" یہ الفاظ سنکر میں بے ہوش ہو گیا۔ میں نے آپ کے خلاف جو قدم اٹھانے کا منصوبہ بنایا تھا اس کے بارے میں آپ سے معافی کا خواستگار ہوں۔ مجھے اپنی غلطی اور بدنیتی کا بہت افسوس ہے"۔

اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاہ نعمت اللہ ولیؒ کو وصال کے بعد بھی اپنی اولاد کی حفاظت، فلاح و بہبود کا کتنا خیال تھا اور حکمرانوں نے خواہ وہ کسی ملک کے کیوں نہ ہوں آپ کے تقدس و احترام کو ملحوظ رکھا تھا۔

شاہ نعیم الدین نعمت اللہ ثانی شیراز سے یزد بخیر و عافیت واپس تشریف لائے۔ یہاں اِنتقال سے ایک سال پہلے ایک اور بلا میں مبتلا ہوئے۔ یہ واقعہ دوسرے بادشاہ کے ساتھ پیش آیا۔ یہ بھی آپ کی عظمت و بزرگی کے اظہار کا سبب بنا۔ ایران میں شاہ اسمٰعیل صفوی کی حکومت کے اوائل ۹۱۰ھ میں ایک جاں باز (Adventurer) محمدؐ کراہی نامی نے شہر یزد پر سات ہزار سپاہیوں کے ساتھ حملہ کر دیا۔ اس کی بہت کم مدافعت کی گئی۔ بالآخر اس نے گورنر حسین بیگ اور سلطان شملو کو تہ تیغ کرنے کے بعد شاہ نعیم الدین نعمت اللہ ثانی کو ایک اہم و با اثر شخصیت تصوّر کر کے اپنے سامنے بلایا اور کہا کہ اس کو (محمد کراہی کو) بادشاہ تسلیم کریں نیز اس کے ساتھ اپنی صاحبزادی[1] کا عقد کر دیں۔ شاہ صاحب کو ان امور کے تصفیہ اور حکم کی تعمیل کے لیئے بارہ دن کی مہلت دی اور انکار و عدم تعمیل کی صورت میں قتل کی سزا دینے کی دھمکی دی۔

شاہ نعیم الدین نعمت اللہ ثانی نے اپنے ایک غلام کو شاہ اسمٰعیل صفوی کے پاس اصفہان بھیجا اور اس سے امداد طلب کی۔ ادھر ۹ دن گزر چکے تھے۔

۱۔ ایک دوسری روایت کے لحاظ سے شاہ صاحب کی بہن کے ساتھ عقد کرنے کا ارادہ محمد کراہی نے ظاہر کیا تھا

محمد کراہی بے چین ہوا اور اس نے شادی کی تقریب منعقد کرنے کے لئے جبر و تقاضا شروع کر دیا۔ شاہ صاحب نے ٹال مٹول سے کام لیا۔ گیارہ دن گزر چکے تھے کہ رات کو غلام بہ خبر لے کر شاہ صاحب کے پاس واپس پہنچا اور خبر دی دوسرے دن شاہ اسمٰعیل صفوی خود بہ نفس نفیس تشریف لا رہے ہیں۔ شاہ نعیم الدین کے گھر پر جو جاسوس متعین کئے گئے تھے ان کے ذریعے سے محمد کراہی کو اس کی اطلاع مل گئی۔ شاہ صاحب اپنے افراد خاندان کے ساتھ گھر سے روانہ ہوئے اور شہر مابد (Maybud) میں اپنے ایک دوست حاجی عبدالقاسم کے گھر پہنچ کر پناہ لینے میں کامیاب ہو گئے۔ صبح سویرے محمد کراہی نے معہ اپنے تین ہزار آدمیوں کے شاہ صاحب کی پناہ گاہ کا محاصرہ کر لیا۔ تمام دن یہ محاصرہ قائم رہا یہاں تک کہ رات بھی بیت گئی۔ محمد کراہی یہ محسوس کر کے کہ اب کسی خطرہ کا اندیشہ نہیں رہا صبح اپنے کیمپ کو واپس چلا گیا۔

اسی رات شاہ اسمعیل صفوی مختصر فوج کے ساتھ یزد پہنچا اور حالات سے آگاہ ہو کر شاہ صاحب اور ان کے ساتھیوں کو شہر مابد سے صبح ہونے تک یزد لانے کی تدبیر کی۔ شاہ اسمعیل صفوی کو شکست دینے کی محمد کراہی کو امید بندھی اس نے اپنے محاصرہ کو منتقل کر دیا لیکن شاہ نعیم الدین نے یزد کے عوام میں یہ اطلاع گشت کرا دی کہ وہ شہر کے دروازے کھول دیں ادھر عوام نے اس کی تعمیل کی اُدھر اصفہان سے آتی ہوئی فوج اصفہان میں داخل ہو گئی اور محمد کراہی کے چار ہزار سپاہیوں کا کام تمام کیا۔ شاہ اسمعیل صفوی نے خود بہ نفس نفیس محمد کراہی کا تعاقب کیا۔ اور اس کو اس کی پناہ گاہ سے گرفتار کر کے لوہے کے پنجرہ میں مقید کر دیا اور اصفہان لے جا کر وہاں نذر آتش کر دیا۔ محمد کراہی کو اس کو بدنیتی اور بدخواہی کی سزا ملی۔ بمصداق چاہ کن چاہ در پیش۔

شاہ اسمعیل صفوی شاہ نعیم الدین نعمت اللہ ثانی کے اعلیٰ کردار اور بلند حوصلہ سے بہت متاثر ہوا اور اپنی صاحبزادی کے ساتھ شاہ صاحب کا عقد کر کے آپ کو یزد کا گورنر مقرر کر دیا۔ لیکن اس واقعہ کے ایک سال بعد ۹۱۱ھ

مطابق ۱۵۰۵ء میں قضائے الٰہی سے شاہ نعیم الدین نعمت اللہ ثانی نے بمقام ماہان اس جہان فانی کو خیر باد کہا اور راہی عالم بقا ہوتے۔

اس طرح سے دونوں مواقع پر اللہ تعالیٰ نے شاہ صاحب کو اپنے فضل و کرم سے مصیبت سے نجات دلاتی اور اپنے حفظ وامان میں رکھا۔ شاہ صاحب کو تائید غیبی حاصل تھی۔ جدّ امجد شاہ نعمت اللہ ولی کی دعائیں شامل حال تھیں۔

آپ کی حمیّت و شجاعت ہمارے لئے سبق آموز اور قابلِ تقلید ہے۔ باوجودیکہ آپ ظالموں کے جبر و تشدد میں پھنسے ہوتے تھے۔ آپ نے غیرت اور حمیّت کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اور مصیبت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

میر خلیل اللہ یزدی اوّلؒ

امیر غیاث الدین میر میراں کے دو صاحبزادے تھے ایک میر نعمت اللہ اور دوسرے میر خلیل اللہ یزدی۔

شہر یزد (ایران) میں جس مقام پر میر خلیل اللہ یزدی رہتے تھے وہ باغ گلشن[۱] کے نام سے موسوم تھا۔ ان کی بھاوج (میر نعمت اللہ کی بیوی) شہر بانو بیگم شاہ طہاسپ کی لڑکی تھیں جن کا انتقال ہوا تو شاہ طہاسپ تعزیت کے لئے گئے اور باغ گلشن ہی میں مقیم ہوتے۔

شاہ نے میر خلیل اللہ کو یزد کی مہمات پر مامور کیا اور ان پر بہت سی نوازشیں کیں۔ کچھ عرصہ کے بعد کسی سبب سے میر خلیل اللہ پر شاہی عتاب ہوا۔ وہ اپنے دو بیٹوں (میر میراں اور میر ظہیر الدین علی) کو اپنے ساتھ لے کر پریشانی کی حالت میں ہندوستان آتے اور دوسرے سال جلوس جہانگیری ۱۰۱۶ھ مطابق ۱۶۰۸ء میں بادشاہ جہانگیر سے لاہور میں ملاقات فرمائی جہانگیر[۲] نے آپ کے خاندانی تقدس کا

۱۔ ماثر الامرار (اردو) جلد سوم صفحہ ۲۸۹ ۲۔ ماثر الامراء (اردو) جلد سوم ص ۲۸۹

خیال کرکے آپ کو ایک ہزار ذات اور دو سو سوار کا منصب عطا کیا، بڑی جاگیر دی اور بارہ ہزار روپے بطور مدد خرچ پیش کئے اس واقعہ کو توزک[۱] جہانگیری (اردو) میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:۔

"میر خلیل اللہ یزدی:۔ یہ یزد سے عتاب شاہی کی وجہ سے بالکل تباہ حالی میں ہندوستان آیا اور جلوس جہانگیری کے دوسرے سال ۱۰۱۶ھ میں لاہور میں جہانگیر کی ملازمت میں منسلک ہوا جہانگیر نے اس کو منصب ہزاری ذات و دو صد سوار سے سربلند کیا اور بارہ ہزار روپیہ بطور مدد خرچ عطا کئے۔ اسی سال اس نے وفات پائی (رک: ماثر الامراء ج ۳ ص ۲۳۵، ۲۴۲)"

ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ میر خلیل اللہ یزدی مرض اسہال میں مبتلا ہوئے اور اس جہان فانی کو خیرباد کہا مدفن کا پتہ نہ چلا میر خلیل اللہ یزدی کے دو صاجزادے

ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ میر خلیل اللہ یزدی کے دو صاجزادے میر میر عبدالہادی اور میر خلیل اللہ کم سنی کے سبب سے ولایت (ایران) میں رہ گئے تھے بادشاہ جہانگیر نے شاہ عباس صفوی کو لکھ کر ان دونوں کو ہندوستان بلا لیا۔ ان دونوں کو آئندہ سلطنت کے اعلیٰ عہدے دیئے گئے ان کے حالات علیحدہ بیان کئے گئے ہیں۔



---

[۱] توزک جہانگیری (ترجمہ اردو) جلد اوّل صفحہ ۲۴۶

امیر خاں میر میرانؒ

آپؒ خلیل اللہ خاں یزدی کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی والدہ حمیدہ بانو بیگم، سیف خاں یمین الدولہ کی بیٹی تھیں اور آصف خاں کی نواسی ہوتی تھیں۔ نہیویں سال جلوس شاہجہانی میں آپ کے منصب میں پانچ سو سوار کا اضافہ کر کے میر توزک کا عہدہ عطا کیا گیا۔ جب خلیل اللہ خاں دہلی کے صوبہ دار مقرر ہوئے تو میر میراں کو "میر خاں" کا خطاب ملا۔ عالمگیر بادشاہ کے زمانہ میں آپ کے والد (خلیل اللہ خاں یزدی) کے انتقال کے بعد آپ کے منصب میں اضافہ کر کے آپ کو کوہستان جمو کا فوجدار مقرر کیا گیا۔

دسویں سال جلوس عالمگیری (۱۰۷۷ھ بمطابق ۱۶۶۶ء) میں امیر خاں میر میراں کو باغی گروہ یوسف زئی کی تادیب کے لئے مامور کیا گیا۔ آپ متعدد دیہات کو غارت کر کے کوہ کرڑہ[۲] مار کی وادی میں پہنچ گئے۔ بارہویں سال جلوس عالمگیری میں حسن علی خاں کی بجائے منصب داران جلو کی داروغگی پر مامور کئے گئے اور اسی سال وہ الہ آباد کے صوبہ دار مقرر ہوئے۔ اس کے ساتھ ان کے منصب میں اضافہ بھی ہوا۔ کچھ مدت کے لئے آپ پر بادشاہ کا عتاب ہوا آپ نے گوشہ نشینی اختیار کی۔ پھر شاہی عنایات سے سرفراز کئے گئے اور "امیر خاں" کا خطاب عطا کیا گیا۔ پھر آپ نے باغی افغانوں کی تنبیہ و تادیب کی۔ اور ان کو گرفتار کیا۔

---

۱ ماثر الامرا جلد اول ص ۲۷۲ ۲ کوہ کرڑہ مار ایبٹ آباد کے قریب ہے (اقتباس از عالمگیر نامہ)

انیسویں سال جلوس عالمگیری ۱۰۸۶ھ ۱۶۷۶ء میں آپ بادشاہ کے حضور میں آئے اور شاہ عالم بہادر کے ہمراہ کابل کی مہم پر روانہ ہوئے۔ آپ نے افغان قبائل کی بغاوت اور فتنہ انگیزی کو ختم کرنے میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ جب افغانوں نے پھر بغاوت شروع کردی اور بہت فتنہ پھیلا دیا تو محمد معظم کو شاہ عالم بہادر کا خطاب دے کر بھیجا تاکہ اس فتنہ کو فرو کریں۔ شہزادے نے اپنی "فراست، الہامی کیفیت اور صائب رائے" سے اس بدنظمی کے ملک افغانستان کی صوبہ داری کے لئے امیر خاں کا نام تجویز کر کے بادشاہ کے حضور میں عرضداشت پیش کی جو منظور فرمائی گئی۔

بیسویں سال جلوس عالمگیری میں ۱۰ محرم ۱۰۸۸ھ مطابق ۱۲ فروری ۱۶۷۷ء کو امیر خاں اس صوبہ (افغانستان) کے ناظم مقرر کیے گئے۔ آپ نے پہلے پشاور کے اطراف واکناف کے افغانوں کی تادیب کے لیے آغر خاں کو بطور ہراول بھیجا جس نے بہت افغان مارے۔ اس زمانہ میں ایمل خاں نے اپنے آپ کو کوہستان میں بادشاہ مشہور کر کے اپنا سکہ جاری کیا تھا۔ امیر خاں کا اس نے دلیری سے مقابلہ کیا۔ آخرکار اس کو پسپا ہونا پڑا۔ اس کے ساتھی اس کو بچا کر لے گئے۔ امیر خاں نے اپنے اس دلیرانہ اور بہادرانہ مظاہرہ کے بعد ان افغانوں کو تالیف قلوب، دلجوئی اور ہمدردی سے اپنا گرویدہ و مطیع بنا لیا۔ یہاں کے سردار مانوس ہو گئے بدانتظامی دور ہو گئی۔

بیالیسویں سال جلوس عالمگیری میں ۲۷ شوال ۱۱۰۹ھ مطابق ۲۷ اپریل ۱۶۹۸ء کو امیر خاں میر میراں کا انتقال ہوا۔ آپ کا مزار دارالخلافہ دہلی میں آپ کے والد خلیل اللہ خاں یزدی کے مقبرہ[۲] میں ہے۔

---

[۱] مآثر الامراء جلد اوّل (اردو) صفحہ ۲۷۵ [۲] یہ مقبرہ نہایت خوبصورت بنایا گیا تھا۔ تقریباً ۸ سال قبل مجھے اس کو دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا۔ ترمیم طلب! درکمپرسی کی حالت میں پایا گیا (راقم الحروف)

مولف ماثرالامرا نے آپ کو شیعہ مذہب کے عقائد میں متعصب ہونا بتایا ہے اور آپ کے تدبر وغیرہ کو اس طرح سراہا ہے۔

"وہ بہت دانشمند اور خرد مند امیر تھا۔ اگر زمانہ کے مدبرین اور متدبرین کلی یا جزوی طور پر سے تدابیر اس (امیر خاں) سے حاصل کریں تو مناسب ہے۔ اس کی حکیمانہ فکر ملک سے فساد کو دفع کر دیتی تھی اس کی زمانہ کی نبض شناس اُنگلی سوتے ہوئے فتنہ کی رگ کو پکڑتی تھی۔ اس کے عجیب وغریب کارنامے ظالموں کو عاجز کر دیتے تھے۔ وہ ظلم کی بنیاد گرا دیتا تھا۔ ستم کو دفع کر دیتا تھا۔ بڑا بلند اقبال اور صاحب دولت تھا۔ وہ اپنے فکر کے باغیچے میں جو پودے لگاتا تھا، تقدیر الٰہی سے وہ بارآور ہوتے تھے۔ اس کا ارادہ ہمیشہ پورا ہوتا تھا۔ اور اس کی امیدیں ہمیشہ مقصدور ہوتی تھیں۔

اس نے افغان سرداروں کی جو نہایت مفسد اور خودسر تھے اس طرح دلجوئی کی کہ وہ دوستی کے خواہشمند ہو گئے۔ ان وحشی نژادوں کو جو دوستی سے بھاگتے تھے اپنے خلوص اور دوستی میں ایسا گرفتار کیا کہ انھوں نے خود اطاعت قبول کر لی۔ اس کی عقلمندی کے عجائبات ملاحظہ ہوں کہ اس قوم کے سرداروں میں نزع کھڑا کر کے خود ان کو ایک دوسرے سے لڑا دیا۔ اور عجیب بات ہے کہ ہر ایک اس (امیر خاں) کے مشورہ میں اپنی بھلائی سمجھتا تھا۔"

مؤلف ماثر عالمگیری (اردو) نے عالمگیر بادشاہ کی علالت کے بارہ میں بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ دفعتاً شہنشاہ کا مزاج ناساز ہو گیا۔ جہاں پناہ نے ابتدا میں اپنے فطری ضبط، استقلال و عالی ہمتی سے کام لیا اور امراض پر غالب رہے۔ آخر کار مرض نے شدت اختیار کی اور ضعف کی وجہ سے شہنشاہ پر غشی طاری ہونے لگی۔ بدخواہوں نے وحشتناک خبریں اڑائیں اور فتنہ و فساد برپا کرنا

ؔ ماثرالامرا (اردو) جلد اوّل ص ۲۷۶

چاہا لیکن فضل الٰہی سے دس بارہ روز کی شدید بیماری کے بعد جہاں پناہ روبصحت ہونے لگے۔

مؤلف مآثر عالمگیری نے شہنشاہ عالمگیر کی علالت کے زمانہ میں امیر خاں کی ملاقات اور شہنشاہ کے روبصحت ہونے کا حال اس طرح بیان کیا ہے۔

"امیر خاں ناقل ہے ایک روز انتہائے ضعف کے عالم میں جہاں پناہ زیر لب ان اشعار کو پڑھ رہے تھے۔

بہشتاد و نود چوں در رسیدی ○ بسا سختی کہ از دوراں کشیدی

وز آنجا چوں بصد منزل رسانی ○ بود مرگے بصورت زندگانی

میں نے حضرت کے ترنم کو سنکر عرض کیا کہ قبلۂ عالم شیخ گنجہ رحمتہ اللہ علیہ نے صرف ایک شعر کے لئے تمام اشعار نظم کئے ہیں اور وہ بیت یہ ہے۔

پس آں بہتر کہ خود را شاد داری
در آں شادی خدا را یاد داری

جہاں پناہ نے فرمایا کہ اس شعر کو پھر پڑھو میں نے دوبارہ عرض کیا۔ غرضیکہ چند مرتبہ اس شعر کی تکرار ہوئی۔ اور حضرت نے فرمایا کہ اس شعر کو لکھ کر مجھ کو دو میں نے ارشاد پر عمل کیا۔ قبلۂ عالم عرصہ تک اس شعر کو پڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ خدائے کریم نے ہم بہی خواہان ملک پر رحم فرمایا اور قبلۂ عالم کو فی الجملہ صحت ہو گئی۔

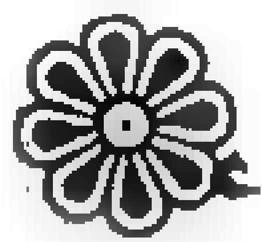
اس واقعہ کے دوسرے روز حضرت دیوان عام میں تشریف لائے اور مربی دارین کو زندہ و سلامت دیکھ کر نمک خواروں کے مردہ جسم میں جان تازہ ہو گئی قبلۂ عالم نے مجھ سے فرمایا کہ تمہارے شعر نے مجھ کو صحت کامل عطا کی اور میرے ناتواں جسم میں طاقت عود کر آئی"۔

"حکیم حاذق خان نے بے حد دانائی اور مستعدی کے ساتھ حضرت کا علاج کیا۔

مآثر عالم گیری (اردو) ص۴۰۸

اور اس میں شبہ نہیں کہ اس معالجے میں جالینوس اور بو علی سینا کا مدّمقابل رہا حکیم مذکور کو اس خدمت گذاری کے صلہ میں سر تویج عطا ہوا۔"

اورنگ زیب عالمگیر جیسے عالم باعمل، پابند شرع اور پر جلال شہنشاہ کو یادِ خدا میں مصرف رہ کر اپنے دل کو خوش رکھنے کی تلقین کرنا امیر خاں ہی کا کام تھا اور ان کے خاندانی تقدس کو بھی اس میں دخل تھا ورنہ کس کی مجال تھی کہ عالمگیر کو نصیحت کرے۔



صاحب جیؒ

میر میراں امیر خاں کی بیوی 'صاحب جی' کے لقب سے منسوب تھیں۔ اس قابل احترام خاتون کے حالات مولف ماثرالامراء (اردو) نے جلد اوّل ص ۲۷۶ تا ۲۷۸ میں اس طرح بیان کیے ہیں :-

"اس (امیر خاں) کی صاحب احترام بیوی "صاحب جی" کے لقب سے مشہور تھی۔ اور وہ علی مردان خاں امیرالامراء کی لڑکی تھی۔ عجیب صاحب فہم و فراست اور کارشناس خاتون تھیں۔ زیادہ تر ملکی اور مالی معاملات میں (اپنے شوہر کی) شریک و سہیم رہتی تھی، اور اپنی نیک اندیشی اور معاملہ فہمی سے عمدہ کارنامے انجام دیتی تھی۔ کہتے ہیں کہ ایک رات کو کابل کے واقعات سے امیر خاں کے انتقال کی خبر عالم گیر بادشاہ کو معلوم ہوئی۔ اسی وقت ارشد خاں کو جو مدّت تک کابل کا دیوان رہا تھا، اور اس زمانہ میں خالصہ کی دیوانی پر مقرر تھا بلا کر پریشانی کے ساتھ کہا "بڑی مصیبت آگئی کہ امیر خاں مرگیا اور وہ ملک (حاکم سے) خالی ہو گیا جو ہزارہا مصیبتوں اور فتنہ انگیزیوں سے بھرا پڑا ہے۔ دوسرے سردار کے پہنچنے تک ممکن ہے کوئی فساد اٹھ کھڑا ہو" ارشد خاں نے جرأت سے عرض کیا کہ امیر خاں زندہ ہے۔ کون کہتا ہے کہ مرگیا۔ بادشاہ نے "سوانح" کا حوالہ دیا۔ اس نے کہا یہ تسلیم ہے لیکن اس ملک کا انتظام و انصرام اور ضبط و ربط 'صاحب جی' سے وابستہ ہے، جب تک وہ زندہ ہے اس وقت تک خلل اندازی کا کوئی احتمال نہیں ہے۔ عالم گیر بادشاہ نے اسی وقت واقف کار مدبرہ (صاحب جی) کو لکھا کہ شہزادہ شاہ عالم بہادر کے پہنچنے تک (ملک کی)

حفاظت رکھے۔

کہتے ہیں کہ جب اس پر شور وشر کوہستان سے صوبہ داروں کی آمد ورفت خطرہ سے خالی نہیں ہوتی ہے تو مرے ہوئے سردار کا لشکر کس طرح سلامت آسکتا ہے جب "صاحب جی" نے امیر خاں کے مرنے کو اس طرح چھپایا کہ کوئی آواز اور صدا سنائی نہ دی۔ اور ایک شخص امیر خاں کی طرح بنا کر اور آئینہ دار پالکی میں بٹھا کر سفر طے کیا۔ جو سپاہ کا ہر روز معائنہ کرتا تھا اور سلامی لیتا تھا جب کوہستان سے نکل آئے تو وہ تعزیت میں مشغول ہوئی۔

کہتے ہیں کہ بہادر شاہ کے پہنچنے تک کہ اس نے کافی مدت لی، صاحب جی نے اس صوبہ کا خوب بندوبست کیا۔ جب اکثر قبائل کے افغان سردار امیر خاں کی تعزیت کے لئے آئے سب سرداروں کو بہت عزت سے اپنے پاس طلب کر کے افغانوں کو پیغام دیا کہ جو کچھ تمہارا معمول ہے وہ لو، اور فتنہ انگیزی اور ہزنی کو موقوف کرو اور اپنی حد سے آگے مت بڑھو نہیں تو میں مقابلہ کے لئے تیار ہوں۔ اگر میں غالب آئی تو قیامت تک میرا نام صفحہ روزگار پر باقی رہے گا، انھوں نے انصاف سے کام لے کر از سرِ نو عہد و پیمان کی تجدید کی اور اس کی اطاعت سے باہر نہ ہوتے۔

چند ثقہ حضرات سے سنا گیا ہے کہ یہ عصمت مآب خاتون اپنی جوانی کے زمانہ میں ایک دن چوڈول میں سوار ہو کر گلی سے گزر رہی تھی، بادشاہی خاصہ کا ہاتھی جو سب ہاتھیوں میں ممتاز تھا مست انداز میں سامنے سے آتا ہوا معلوم پڑا۔ ہر چند منتظمین نے چاہا کہ اسے واپس کریں فیل بان نے ہرگز منع نہ کیا کیونکہ یہ قوم شرارت سے خالی نہیں ہوتی ہے اور یہ لوگ بادشاہ کے خاصے کے ملازم ہونے کی وجہ سے مغرور ہوتے ہیں۔ اس نے بلا جھجک ہاتھی آگے بڑھا دیا۔ ہر جز اس طرف کے آدمیوں نے اپنا ہاتھ ترکش کے تیروں پر ڈالا۔ ہاتھی نے اپنی سونڈ کو چوڈول پر ڈال کر چاہا کہ پیچ دے کر گرا ڈالے، کہار چوڈول کو زمین پر رکھ کر

بھاگ گئے۔ وہ شیردل عورت اس صراف کی دوکان میں، جو اس کے چوڈول کے بالکل مقابل تھی، دوڑ کر پہنچی۔ اس کی کوٹھری میں جا کر دروازہ بند کر لیا۔ امیر خاں چونکہ ہندوستان میں پیدا ہوا تھا اس نے شرم کی وجہ سے اس سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اور اس سے ناخوش ہوا۔ شاہجہاں بادشاہ نے اپنی موجودگی میں اس سے فرمایا کہ اس (صاحب جی) نے تو ایک بہادری کا کام کیا، اپنی عزت اور تمہارے ناموس کی حفاظت کی۔ اگر ہاتھی اپنی سونڈ میں لے کر تمام دنیا کو دکھاتا تو کیا عزت رہ جاتی۔

صاحب جی (بیگم) کے بطن سے امیر خاں کے کوئی لڑکا نہ تھا، چونکہ وہ امیر خاں پر بہت غالب تھی لہذا پوشیدہ طور پر اس نے عورتیں رکھیں اور اُن سے بہت اولاد ہوئی۔ آخر میں یہ بات صاحب جی پر ظاہر ہو گئی تو اس اولاد پر صاحب جی نے مہربانی کی نظر کی اور ان کی تربیت کی۔

امیر خاں کے مرنے کے بعد دو سال تک کابل کے بندوبست میں مصروف رہی اور پھر برہان پور پہنچی۔ چونکہ اس نے بادشاہ کے حضور سے بیت اللہ جانے کی اجازت حاصل کر لی تھی۔ اس لئے (امیر خاں) کے لڑکوں کو بادشاہ کے حضور میں بھیجکر خود بندر سورت کو روانہ ہو گئی۔ اس کے بعد امیر خاں کے مال کی تفتیش کے سلسلے میں حکم ہوا کہ صاحب جی بھی حضور میں حاضر ہو۔ جب یہ فرمان دسورت پہنچا، تو اس کا جہاز روانہ ہو چکا تھا۔ چونکہ ان مقامات (مکہ و مدینہ منورہ وغیرہ) پر اس نے بہت روپیہ خرچ کیا تھا اس لئے شریف مکہ وغیرہ بہت اعزاز و تکریم سے پیش آئے"

آج کل کی خواتین خصوصاً نوجوان لڑکیاں صاحب جی (بیگم) کے سیاسی شعور، تدبر، جرأت اور حسن سلوک سے سبق حاصل کریں تو معاشرہ کی اصلاح اور ملک کی نمایاں خدمات انجام دینے اور مردوں کے دوش بدوش کام کر کے ان کا ہاتھ بٹانے میں ممد و معاون ثابت ہو سکتی ہیں۔

خلیل اللہ خاں یزدی ثانیؒ

(متوفی ۲؍رجب ۱۰۷۲ھ ۔ ۱۶۶۲ء)

(شوہر حمیدہ بانو بیگم)

آپ (خلیل اللہ خاں یزدی ثانی) میر میراں یزدی کے صاحبزادے تھے۔ آپؒ کے بھائی اصالت خاں اور سوتیلے بھائی نوازش خاں مرزا عبدالکافی تھے۔

جلوس عالمگیری کے پہلے سال ۱۰۶۹ھ ۔ ۱۶۵۸ء سے قبل بادشاہ نے ایک فوج آپ (خلیل اللہ خاں) کی ماتحتی میں نامزد کی اور حکم دیا کہ آپ بہادر خاں کے گروہ کے ساتھ مل کر دریائے ستلج کے کنارے پہنچیں اور یہ گروہ دریا عبور کرے کیونکہ اسی زمانہ میں سلیمان شکوہ دریائے گنگا عبور کر کے ہردوار کی جانب روانہ ہوا تھا

اسی سال خلیل اللہ خاں نے دوسرے امراء کے ساتھ دارا شکوہ کی سرکشی کا مقابلہ کیا۔ آخر کار دارا شکوہ کا خاتمہ ہوا۔

آپ نے شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے زمانہ میں نہایت وفاداری کے ساتھ خدمت انجام دیں۔ چنانچہ آپ کی وفات کا تذکرہ ماثر عالمگیری (اردو) کراچی کے صفحہ ۴۳ پر اس طرح کیا گیا ہے :۔

خلیل اللہ خاں صوبہ دار لاہور کی وفات دوسری رجب کو معلوم ہوا کہ خلیل اللہ خاں صوبہ دار لاہور نے جو بیمار ہو کر تخت گاہ میں حاضر ہوا تھا وفات پائی۔ مرحوم کی وفات دوسرے دن بادشاہ خود اُن کے مکان پر تشریف لے گئے، میر خاں روح اللہ

۱؎ ماثرالامراء جلد ۳ صفحہ ۶۸۱ (اُردو ترجمہ) ۲؎ ماثر عالمگیری (اُردو) صفحہ ۴۲ ۳؎ بجائے حمیدہ بانو بیگم کے سہو کتابت سے مجیدہ بانو بیگم چھپ گیا ہے۔

خاں اور عزیز اللہ خاں مرحوم خلیل اللہ خاں کے ہر سہ فرزندوں کو خلعت مرحمت ہوا اور شاہانہ نوازشات سے سرفراز فرمائے گئے خلیل اللہ خاں کی زوجہ محبیدہ بانو کو جو مہد علیا حضرت ممتاز الزمانی کی ہمشیرہ ملکہ بانو کی دختر تھی پچاس ہزار روپیہ سالانہ کا وظیفہ مرحمت ہوا۔"

نوازش خاں مرزا عبدالکافی

آپ میر میراں یزدی کے صاحبزادے اور اصالت خاں و خلیل اللہ خاں میر بخشی کے سوتیلے بھائی ہیں جب میر میراں بوجہ ناساز گار حالات پریشانی کی حالت میں ہندوستان آئے تو شہنشاہ جہانگیر نے آپ کو پناہ دی اور آپ کے دونوں صاحبزادوں (اصالت خاں اور خلیل اللہ خاں) کو جو بوجہ کم عمری ایران میں رہ گئے تھے ہندوستان بلوالیا۔

بوجہ شرافت خاندانی میر میراں کی شادی آصف خاں کی بڑی لڑکی صالحہ بیگم (جو شاہ جہاں بادشاہ کی بیوی ممتاز محل کی بڑی بہن تھیں) کے ساتھ کرادی گئی۔ صالحہ بیگم کے بطن سے مرزا عبدالکافی اور شہزادہ بیگم پیدا ہوئے شہزادہ بیگم کی شادی صف شکن خاں بن مرزا احسن صفوی کے ساتھ ہوئی۔ مرزا عبدالکافی نے شاہجہاں کی سرپرستی میں پرورش پائی۔ بادشاہ نے ان کو نوازش خاں کا خطاب دیا۔ پھر رفتہ رفتہ ان کو دو ہزار اور ۵ سو کے منصب پر ترقی دی گئی اور قور بیگی کا عہدہ دیا گیا۔ آٹھویں سال جلوس عالمگیری میں صوبہ مالوہ کے قلعہ ماندو کی فوجداری دی گئی۔ اور وہ وہیں ۱۰۷۵ھ م ۱۶۶۵ء میں فوت ہوئے۔

لہ ماثر الامراء (اردو) جلد ۳ ص: ۶۸۱ و ۶۸۲

میر شاہ کمال الدین عطیۃ اللہ حسینیؒ

آپ شاہ محب اللہ بن شاہ خلیل اللہ بت شکنؒ کے صاجزادے ہیں۔ شاہ محب اللہ نے اپنی زندگی ہی میں آپ کو اپنا جانشین قطب[۱] نامزد فرما دیا تھا۔ سلسلہ نعمت اللہی کے آپ چوتھے قطب تھے۔ آپ کے بعد پانچویں قطب میر شاہ خلیل اللہ[۲] ثانی بن شاہ تقی الدین بن شاہ شمس الدین محمدؒ بن شاہ خلیل اللہ بت شکنؒ مقرر ہوئے۔ آپ کے بعد آپ کے صاجزادے شمس الدین محمدؒ (ماہان) چھٹے قطب مقرر ہوئے۔ اسلامی کلچر بابتہ جنوری ۱۹۷۴ء مجریہ حیدرآباد دکن کے صفحہ ۵۲ پر بحوالہ کتبہ خانقاہ نعمت اللہی (طہران) اقطاب کے حسب ذیل چار نام درج ہیں۔

۱۔ میر شاہ حبیب الدین محب اللہ ثانی

۲۔ میر شاہ شمس الدین محمدؒ ثانی

۳۔ میر شاہ کمال الدین عطیۃ اللہ ثانی

۴۔ میر شاہ شمس الدین محمدؒ ثالث

یہی نام شجرہ (مطبوعہ) مرتبہ سیّد شاہ کلیم اللہ حسینی مرحوم میں موجود ہیں اس شجرہ کے دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاہ کمال الدین عطیۃ اللہ حسینی شاہ خلیل اللہ ثانی اور شمس الدین محمدؒ کے بعد جو چار اقطاب مقرر ہوئے

۱۔ رسالہ اسلامک کلچر شمارہ (۱) بابتہ جنوری ۱۹۷۴ء (حیدرآباد دکن) صفحہ ۵۲ ۲۔ شجرہ خاندان مرتبہ سیّد شاہ کلیم الدین حسینی مرحوم (مطبوعہ) میں شاہ کمال الدین عطیۃ اللہ حسینی کے صاجزادے کو شاہ خلیل اللہ ثانی بتایا گیا ہے یہ خاندانی شجرہ سیّد شاہ کلیم اللہ حسینی مرحوم کی صاجزادی (اہلیہ قدرت اللہ حسینی) نے مجھے مرحمت کیا ہے۔

تھے یہہ وہی تھے جن کے اسماء گرامی بحوالہ رسالہ اسلامک کلچر اُوپر بیان کیے گئے ہیں۔ بہ الفاظ دیگر یہ کہ شاہ کمال الدین عطیۃ اللہ حسینی کے خاندان میں بشمول ان کے پانچ اقطاب گزرے ہیں منجملہ دس کے جو نعمت اللہی خاندان میں تھے۔ اس سے شاہ کمال الدین عطیۃ اللہ حسینی کی بزرگی اور عظمت کا پتہ چلتا ہے افسوس ہے کہ آپ کے مزید حالات ہمیں دستیاب نہ ہوسکے بجز اس شجرہ کے جو آپ کے خاندان کے ایک عالم و فاضل بزرگ سید شاہ کلیم اللہ حسینی مرحوم کی صاحبزادی سے مجھے ملا ہے۔ البتہ اس خاندان کے ایک بزرگ سید شاہ شمس الدین محمدؒ حسینی ثالث کے کچھ حالات معلوم ہوتے ہیں۔ یہہ بزرگ سلسلہ نعمت اللہی کے دسویں اور آخری قطب اور حضرت سید محمود صاحب قبلہؒ (شیخ محمود دکنی) کے مرشد تھے۔ ذیل میں سید محمود صاحب قبلہؒ کے مختصر حالات ضمناً درج کیے جاتے ہیں جن سے شاہ شمس الدین محمد حسینی (شمس مولا) کے حالات سے بھی آگاہی ہوسکے گی۔ آپ (شمس مولا) کے بعد اقطاب کا سلسلہ نعمت اللہی خاندان سے منتقل ہوگیا اور سید محمود صاحب قبلہؒ گیارہویں قطب مقرر ہوتے (اقطاب کی فہرست علیحدہ شائع کی گئی ہے)

سید شاہ محمود اولیاء حیدرآبادی کے تفصیلی حالات تاریخ خورشید جاہی میں صفحہ ۲۲۸ پر مذکور ہیں۔ ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:۔

آپ سادات صحیح النسب ہیں۔ جب آپ دکن تشریف لاتے تو آپ کے ساتھ پچاس فقراء تھے۔ آپ بیدر پہنچے اور مولانا شمس الدین حسینی عرف

ملا رسالہ اسلامک کلچر بابتہ جنوری ۱۹۲۷ء (حیدرآباد دکن) صفحہ ۵۲

نوٹ:۔ مقالہ نصر اللہ پرجا دیدی رسالہ اسلامک کلچر ص۵۲ کے لحاظ سے شاہ کمال الدین عطیۃ اللہ کے بعد ان کے چچا شمس الدین محمدؒ کے خاندان کے دو بزرگ (شاہ خلیل اللہ ثانی اور شمس الدین محمدؒ) قطب مقرر ہوتے لیکن شجرہ مرتبہ سید شاہ کلیم اللہ حسینی میں یہ دونوں نام شاہ کمال الدین کی اولاد کے سلسلہ میں درج ہیں۔

شمس مولا سجادہ نشین اور اولاد شاہ خلیل اللہ بُت شکنؒ بن شاہ رحمت اللہ ولی کرمانی کی خدمت میں عرصہ تین سال تک رہے۔ آپ کے مُرید ہوتے، کسب کمال کیا، صاحب کشف و کرامات ہوتے، مرشد کی اجازت سے حیدر آباد آکر شہر کے مغربی جانب ایک پہاڑی پر رہے جہاں اب آپ کا مرقد ہے۔ آپ دست غیب رکھتے تھے۔ گنبد وغیرہ تعمیر کرایا، آپ بہت بلند مرتبہ بزرگ اور درویش تھے۔ آپ کی درگاہ مرجع خاص و عام ہے۔

آپ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے شمس الدین (شمس مولا) آپ کے جانشین قطب مقرر ہوئے۔ اس کے بعد آپ (شمس مولا) کے صاحبزادے سیّد علی رضا حسین قطب بنے۔

تاریخ گلزار آصفیہ میں مذکور ہے:۔

"حضرت شاہ میر محمود اولیاء قدس اللہ سرہٗ العزیز ایں مقتدر ے روزگار و عارف پروردگار سیّد عالی درجات ساکن نجف اشرف بودند بسبب حوادث زمانہ برآمدہ در عہد سلطان عبد اللہ قطب شاہ بہ حیدر آباد تشریف آوردند بر کوہے کہ حالا مرقد شریف است پسند کردہ برگزیدند و بعد چند روز طرح عمارت آراستند کہ بنام آنحضرت از گروہ نعمت اللہی اند۔ در قلعہ بیدر مدت سہ سال بخدمت سیّد شاہ شمس مولا کہ اولاد سجادہ نشین سیّد شاہ خلیل اللہ بت شکن فرزند حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی مرشد سلطان احمد شاہ ولی بہمنی دکن بودند ماندہ مرید گردیدند و نعمت خلافت یافتہ بحیدر آباد آمدند چنانکہ گذشت گویند حضرت شاہ میر محمود اولیاء را دست غیب بود و بعضے بکیمیا نسبت میکنند این جملہ عمارات و چاہ محمود و درستی پایہ کوہ و گنبد و عرس محل وغیرہ از فتوح غیب ترتیب یافت۔ مزدوراں را زیادہ از دیگراں مزدوری میدادند و حاملہ را

۱؎ تاریخ گلزار آصفیہ مولفہ رستم علی سیّد مطبوعہ چہارم جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ ص ۳۴۰ تا ۳۲۵)

مزدوری اوو طفل کہ در شکم او بود ہ عنایت میفرمودند" ....

"حضرت شاہ علی رضا حسینی، مجاور درگاہ معلی دست بستہ روبروی استادند وخدمتے می نمودند وحکم عالی آنجناب بجا آوردند. نسبت بیعت سلسلہ بسلسلہ چون بجناب حضرت شاہ نعمت اللہ قدس سرہ است تاج دوازدہ ترکی معمول اینجانان است. و پس روزیکہ بمقابلہ جنگ حضرت غفرالمآب بایدقلعہ کرمہ بہ راؤ پنڈت پردہان والی پونا بوقوع آمد آنجناب از صبح تا سہ پہر شب بیقرار گشتہ طعام ہردو وقت باستعمال نہ آوردند. درایں حین کہ خادم مقرب الخدمت بود عرض کردکہ یامولا امروز حالتے می بینیم ....."

سلسلۂ اقطاب

۱- شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ
۲- شاہ خلیل اللہ بت شکنؒ
۳- شاہ محب اللہؒ
۴- شاہ کمال الدین عطیۃ اللہ حسینیؒ
۵- شاہ خلیل اللہ ثانیؒ
۶- میر شمس الدین محمدؒ
۷- میر شاہ محب اللہ ثانیؒ
۸- میر شاہ شمس الدین محمدؒ ثانیؒ
۹- میر شاہ کمال الدین عطیۃ اللہ حسینی ثانی
۱۰- میر شاہ شمس الدین محمدؒ ثالثؒ موسوم بہ شمس مولا

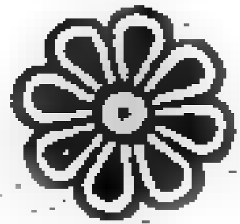
اس کے بعد خاندان نعمت اللہی سے اقطاب کا سلسلہ منتقل ہوا

تاریخ گلزار آصفیہ صفحہ ۳۴۳

دوسرے خاندان پر جو اس طرح ہے:-

۱۱- میر محمود صاحب قبلہ (دکنی) (مرید میر شاہ شمس الدین محمد ثالث (شمس مولا)
۱۲- شیخ شمس الدین (دکنی) صاحبزادہ حضرت میر محمود صاحب قبلہ
۱۳- شاہ رضا علی شاہ (سید علی رضا) (صاحبزادہ)
۱۴- حسین علی شاہ اصفہانی
۱۵- مجذوب علی شاہ ہمدانی
۱۶- مست علی شاہ شیروانی (زین العابدین)
۱۷- رحمت علی شاہ شیرازی (زین العابدین)
۱۸- سعادت علی شاہ اصفہانی
۱۹- سلطان علی شاہ گنا ربادی (گنا رباد نزد خراسان)
۲۰- نور علی شاہ اصفہانی گنا ربادی
۲۱- صالح علی شاہ گنا ربادی
۲۲- رضا علی شاہ گنا ربادی

نوٹ:- ۱- ۱ تا ۱۳ بموجب رسالہ اسلامک کلچر حیدرآباد دکن جنوری ۷۴ء ۱۹ و شجرہ سید کلیم اللہ حسینی
۲- ۱۴ تا ۲۲ بموجب بیان سید اکبر علی ہمتی (ایرانی) ساکن حیدرآباد دکن معظم جاہی مارکیٹ



شجرۂ نسب خانوادۂ سید شاہ کمال الدین عطیۃ اللہ حسینی بن سید شاہ محب اللہ حسینیؒ۔

سید شاہ محب اللہ حسینی ابن شاہ خلیل اللہ بت شکنؒ

سید شاہ کمال الدین عطیۃ اللہ حسینیؒ

سید شاہ برہان الدین خلیل اللہ حسینیؒ

سید شاہ شمس الدین محمد حسینیؒ

سید شاہ حبیب الدین محب اللہ حسینی

سید شاہ شمس الدین محمد حسینی

سید شاہ کمال الدین عطیۃ اللہ حسینی

سید شاہ شمس الدین محمد حسینی

سید شاہ کمال الدین عطیۃ اللہ حسینی

سید شاہ برہان الدین خلیل اللہ حسینی

سید شاہ کمال الدین عطیۃ اللہ حسینی

سید شاہ محمد حسینی

سید شاہ امیر الدین رضا حسینی

سید شاہ کمال الدین عطیۃ اللہ حسینی

سید شاہ احمد اللہ حسینی رح

سید شاہ حمید اللہ حسینی

سید شاہ کلیم اللہ حسینی مرحوم

سید عزیز اللہ حسینی | سید فضل اللہ حسینی | سید نعمت اللہ حسینی

نوٹ :۔ سید شاہ کلیم اللہ حسینی مرحوم کی صاحبزادی فردوس بیگم صاحبہ زوجہ سید قدرت اللہ حسینی صاحب کی عنایت سے مجھے مطبوعہ شجرہ دستیاب ہوا ہے۔

****

ملتفت خاں میر ابراہیم حسینؒ

آپ میر عبدالہادی (اصالت خاں میر بخشی) بن میر خلیل اللہ یزدی اوّل کے دوسرے فرزند ہیں۔ شاہجہاں کے چھبیسویں سال جلوس کے آخر میں آپ کو احدیوں کی بخشی گری دی گئی۔ آپ کو اپنے ساتھیوں میں امتیاز حاصل تھا کیونکہ بادشاہ آپ کی قدر و منزلت کرتا تھا۔

جب شہنشاہ عالمگیر (اورنگ زیب) تخت نشین ہوئے تو میر ابراہیم حسین کے بڑے بھائی میر سلطان حسین افتخار خاں کو امارت کا مرتبہ حاصل ہوا جس کے بعد میر ابراہیم حسین کے منصب میں اضافہ کر کے ان کو "ملتفت خاں" کا خطاب دیا گیا ان کے مناصب میں اضافہ ہوتا گیا اور وہ "گرز برداران" اور "ملازمین جلو" کے داروغہ مقرر ہوئے۔ یہ عہدہ قابل اعتماد افراد کے لئے مخصوص تھا پھر اس کے ساتھ میر تزک کا عہدہ بھی دیا گیا۔ اس کے بعد دارالخلافہ دہلی کے قلعہ کی حفاظت کی اہم خدمت کے انتظام پر امور ہوتے مکرر "ملازمین جلو" کی داروغہ گری آپ کو تفویض کی گئی۔ اس کے بعد پشاور کے قریب لنگر کوٹ کی فوجداری پر امور ہوئے اٹھارہویں سال جلوس عالمگیری (۱۰۸۵ھ م ۱۶۷۵ء) میں آپ توپ خانہ کے داروغہ مقرر ہوئے۔

بائیسویں سال جلوس عالمگیری میں آپ کو ایک ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب عطا کر کے غازی پور زمانیہ کی فوجداری پر امور کیا گیا۔ پھر اکبر آباد کے نواح کی فوجداری پر متعین ہوئے۔ ۱۹ جمادی الآخر ۱۰۹۲ھ م ۲۶ جون ۱۶۸۱ء کو آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کسی گاؤں پر حملہ کرنے کے دوران زخمی ہو گئے تھے۔

روح اللہ خاں یزدیؒ

آپؒ خلیل اللہ خاں یزدی کے دوسرے صاحبزادے ہیں۔ آپ کا عقد امیر الامراء شائستہ خاں کی لڑکی کے ساتھ ہوا تھا۔ دوسرے سال جلوس عالمگیری ۱۰۶۹ھ تا ۱۶۵۹ء کے آخر میں آپ کو ایک ہزار پانچ سو کا منصب اور "خان" کا خطاب عطا کیا گیا اور احدیوں کی خدمت دی گئی۔ دسویں سال جلوس عالمگیری میں دو ہزاری منصب اور میر بخشی اور آختہ بیگی کی خدمت دی گئی۔ اس کے بعد "دہاموتی" اور "سہارنپور" کی فوجداری پر مامور ہوئے۔ پھر بادشاہ عالمگیر کی قدر شناسی کی بدولت آپ کو مختلف عہدوں سے سرفراز کیا گیا۔ شہنشاہ عالمگیر کے دکن پہنچنے سے قبل مفسدوں کی سرکوبی کے لئے بوجہ حسن کارگزاری آپ (روح اللہ خاں) کو مامور کیا گیا۔ جب آپ کی والدہ حمیدہ بانو بیگم (جو عالمگیر کی خالہ ہوتی تھیں) کا انتقال ہوا تو شہنشاہ نے اپنی صاحبزادی زیب النساء کو ماتم پرسی کے لئے آپ کے مکان پر بھیجا۔ شہزادی کے ہمراہ شہزادہ محمد کام بخش اور اشرف خاں میر بخشی کو بھی بھیجا گیا۔ آپ کو شہنشاہ کے حضور میں لایا گیا اور آپ پر شہنشاہ نے مختلف نوازشیں فرمائیں۔

اٹھائیسویں جلوس عالمگیری میں آپ کو نقارہ عطا کیا گیا پھر بیجاپور اور شولاپور کے مفسدوں کی تنبیہہ کے لئے روانہ کیا گیا۔ فتح بیجاپور کے بعد آپ کو میر بخشی گری کی خدمت سے سرفراز کیا گیا۔

جب عالمگیر بادشاہ حیدرآباد (دکن) کے فتح کرنے کے لئے روانہ ہوئے تو

ا۔ ماثر الامراء (اردو) جلد دوم صفحہ ۳۱۳ تا ۳۱۸

آپ کو بیجا پور کا انتظام سنبھالنے کے لئے چھوڑا گیا جب قلعہ گولکنڈہ کو فتح کرنے میں تاخیر ہوئی اور دشواری پیش آئی تو بادشاہ نے آپ کو طلب کیا اور اس مضبوط قلعہ کو فتح کرنے پر آپ مامور فرما دیئے گئے۔ آپ کی حسن تدبیر سے ابوالحسن شاہ (حاکم گولکنڈہ) کو قید کر دیا گیا۔ اکتیسویں سال جلوس عالمگیری ۱۰۹۸ھ م ۱۶۸۷ء میں قلعہ گولکنڈہ فتح ہوا۔ میر عبدالکریم نے فتح قلعہ کی تاریخ "فتح قلعہ گولکنڈہ مبارکباد" سے نکالی ہے۔ مولف ماثر الامرار نے لکھا ہے کہ جب ابوالحسن کو پکڑنے کی خبر مشہور ہوئی تو محل کے رہنے والوں میں رونا پیٹنا شروع ہوا لیکن ابوالحسن مطلق نہ گھبرایا لوگوں سے معافی مانگی۔ اور رخصت ہوکر اپنی جگہ بیٹھ گیا۔ باورچی خانہ کے دار وغہ کی اطلاع پر لوگوں کو کھانا کھانے کے لئے کہا۔ جب روح اللہ خاں نے دریافت کیا کہ اس پریشانی کے عالم میں کھانا کھانے کا کونسا موقع ہے۔ تو ابوالحسن نے جواب دیا[۲]۔

"تم صحیح کہتے ہو لیکن میرا اعتقاد یہہ ہے کہ خدا اپنے بندہ سے کسی وقت بھی کرم کی نظر نہیں پھیرتا۔ مدتوں میں نے فقیری اور مفلسی میں زندگی گزاری ہے۔ ایک مرتبہ بادشاہی مل گئی جس کا وہم وگمان بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ اب کہ کچھ اعمال کی پاداش کا وقت ہے۔ میرے اختیارات کو عالمگیر بادشاہ کے سپرد کیا جا رہا ہے تو یہہ شکر کا موقع ہے نہ کہ شکایت کا"[۳]

مولف[۴] ماثر الامرار نے روح اللہ خاں کے بارہ میں یہہ لکھا ہے کہ:۔

"بادشاہ نے بیجا پور کی وسیع مملکت کے انتظام کا قصد کیا اور حیدر آباد جو دارالجہاد مشہور ہو گیا تھا روح اللہ خاں کے سپرد کیا۔ اس کے بعد وہ بادشاہ کے دربار میں پہنچا۔ اور تینتیسویں سال جلوس عالمگیری کے شروع میں قلعہ رائچور کو بد بخت

۱؎ ماثر عالمگیری صفحہ ۳۰۰ ۲؎ ماثر الامراء (اردو) جلد دوم ص ۳۱۶ ۳؎ ملاحظہ ہو خافی خاں جلد دوم ص ۳۶۳-۳۶۸ و سیر المتاخرین (کلکتہ ایڈیشن) جلد چہارم ص ۲۲۱ (ب)
۴؎ ماثر الامراء (اردو) جلد دوم ص ۳۱۷

کافروں کے قبضہ سے نکالنے پر تعینات ہوا. خان مذکور نے نہایت کوشش سے اس مستحکم قلعہ کو خالی کرالیا. اس پر اس کی بہت تعریف ہوئی. اس قلعہ کا نام فیروزنگر رکھ دیا گیا. ۳۵ ویں سال جلوس عالمگیری میں سکرا ور واکنکرہ کے زمینداروں کی تنبیہہ کے لئے روانہ ہوا۔

۳۶ ویں سال جلوس عالمگیری ۱۱۰۳ھ کے اوائل میں روح اللہ خاں نے اپنی صاحبزادی عائشہ بیگم کا عقد بادشاہزادہ شاہ عالم بہادر کے دوسرے فرزند شاہزادہ محمد عظیم کے ساتھ کر دیا. اسی سال ۱۱۰۳ھ م ۹۲-۱۶۹۱ء میں روح اللہ خاں کا انتقال "قطب آباد گلگا" میں ہوا:

"روح در تن ملک نماند" سے تاریخ وفات نکلتی ہے. جب آپ کی نزع کے وقت عالمگیر بادشاہ عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو اس مخلص و فرمانبردار (روح اللہ خاں) نے یہہ شعر پڑھا۔

چہ نیاز رفتہ باشد زجہاں نیاز مندی
کہ بوقت جاں سپردن بسرش رسیدہ باشی

مولفؒ ماثر الامراء نے روح اللہ خاں کے شعور و دانشمندی و دیگر صفات کو اس طرح سراہا ہے۔

خان مذکور نہایت باشعور اور دانشمند تھا. وہ نہایت نیک اطوار اور پسندیدہ خصلت کا مالک تھا. خوش تقریر اور آداب گفتگو سے واقف تھا۔ اس کی اکثر درخواستیں بادشاہ کے حضور میں مقبول اور منظور ہوتی تھیں۔ عجیب بات یہہ تھی کہ عالمگیر بادشاہ کا مزاج دینداری کی طرف بہت مائل اور یہاں مہم سازی اور معرکہ آرائی کی گرم بازاری اور داد و ستد سے واسطہ تھا لیکن اس کا اعتبار اس درجہ ہو گیا تھا کہ باوجودیکہ مزاج بادشاہ سے آگاہ تھا، کہ اس کے ارادے کے خلاف کچھ کہنے کا موقع ہی نہ تھا. (پھر بھی) اس طرح سے بات کو

۱؎ ماثر الامراء جلد دوم ص ۳۱۷

سنبھال بنا کر عرض کیا کرتا تھا کہ بادشاہ چار و ناچار اس کو منظور ہی کر لیتا تھا"

مؤلف مذکور نے اس کے بعد لکھا ہے کہ ایک حاجتمند راجہ کو روح اللہ خاں کی سفارش سے خزانۂ شاہی سے غیر معمولی طور پر قرض دیئے جانے اور روح اللہ خاں کی دیانت داری کا واقعہ بیان کیا ہے پھر خان مذکور کے بارے میں اس طرح لکھا ہے "مختصر یہ[1] کہ وہ سردار پسندیدہ منش تھا۔ دوسروں کو فیض پہنچانے اور مخلوق کی حاجت روائی میں کوشش کرتا تھا۔ وہ نزدیک اور دور رہنے والوں کے کاموں کے پورا کرنے میں سعی کرتا تھا اور عالمگیری امراء میں وہ سخاوت اور خوش مزاجی میں بے مثل تھا۔

اس کا بڑا لڑکا سیف اللہ خاں باپ کے فوت ہونے کے چھ ماہ بعد مر گیا اس کا دوسرا لڑکا خانہ زاد خاں تھا کہ اس کو باپ کا خطاب ملا ہوا تھا۔ اس کا حال علیحدہ لکھا گیا ہے اس کا تیسرا لڑکا بیرام خاں محمد باقر تھا۔ محمد شاہ بادشاہ کے زمانہ میں بھی زندہ اور جاگیر پر قابض تھا" (مآثر الامرا ر اردو جلد دوم ص ۳۱۳ تا ۳۱۹)

مصنف مآثر[2] عالمگیری نے روح اللہ خاں کی وفات کے سلسلہ میں اس طرح لکھا ہے کہ:-

"ممالک مدار روح اللہ خاں فوت ہوا۔ جس کی مثال اس قطرہ کی سی ہے جو دریا سے مل گیا ہو۔ یہ امیر نسب میں آفتاب اور حسب میں لاجواب تھا۔ اس کے علاوہ خلیق و نیک و مہذب و فیض رساں بھی تھا۔ اور چونکہ یہ امیر حضرت[3] کا فرزند خانہ زاد اور صابت رائے و تیز فہم و حسن اخلاق سے متصف تھا۔ اسکی مفارقت سے حضرت کو بیحد رنج ہوا منجملہ دیگر علامات کے ایک علامت صریحی اسکی مغفرت کی یہ بھی ہے کہ قبلہ عالم اس کی عیادت کے لئے رونق افروز ہوئے اور اس مسافر ملک عدم کے حق میں مغفرت کی دعا فرمائی۔ جہاں پناہ نے روح اللہ خاں کے فرزند خانہ زاد خاں کو مخلص خاں کے تغیر سے قوربیگی کی خدمت پر بھی نامزد فرمایا اور اس کے حال پر بیحد مہربانی فرمائی"۔

---

[1] مآثر الامرا جلد دوم ص ۳۱۹ [2] مآثر عالمگیری (اردو ترجمہ) ص ۲۸۴۔ ترجمہ محمد فدا علی طالب [3] حضرت یعنی: شاہ عالمگیر کا فرزند خانہ زاد اس لئے لکھا ہے کہ بادشاہ سے روح اللہ خاں کی عزیز داری تھی۔ ملاحظہ ہو نسب نامہ پدری نور جہاں (تزک جہانگیری)

عزیز اللہ خاں

آپ[1] خلیل اللہ یزدی کے تیسرے صاحبزادے ہیں۔ والد کے انتقال کے بعد خان کے خطاب اور منصب سے سرفراز کیئے گئے۔ اس کے بعد میر توزک کا عہدہ دیا گیا۔ ۳۰ ویں سال جلوس عالمگیری میں صوبہ بیجاپور کی قلعہ داری دی گئی جبکہ آپ کے بھائی روح اللہ خاں اس صوبہ کی نظامت پر مامور تھے۔ پھر منصب میں اضافہ کے بعد اسلحہ خانہ کے داروغہ اور اس کے بعد قندہار کے قلعہ دار مقرر ہوتے اس کے بعد ایک ہزار پانچ سو ذات اور ایک ہزار کا منصب عطا کیا گیا۔

امیر خاں میر اسحاق (عمدۃ الملک)

آپ[2] امیر خاں میر میراں کے فرزند ہیں۔ آپ کو پہلے 'عزیز اللہ خاں' کا خطاب دیا گیا تھا۔ آپ نے محمد فرخ سیر کے ہمراہ جہاندار شاہ کی لڑائی میں نمایاں خدمات انجام دی تھیں اور سلاح خانہ کے مہتمم مقرر کیئے گئے تھے۔

دوسرے سال جلوس محمد شاہی میں جب محمد شاہ بادشاہ دکن روانہ ہوئے تو آپ (امیر خاں میر اسحاق) قطب الملک عبد اللہ خاں کے ہمراہ شاہجہان آباد آتے، جب آپ نے سُنا کہ سلطان حسین ابراہیم تباہی و پریشانی کے عالم میں پھر رہا ہے تو آپ (امیر خاں میر اسحاق) اس کو اپنے ہمراہ لے کر بادشاہ (محمد شاہ) کے حضور میں آتے جس کے نتیجہ میں اس پر شاہی عنایات ہوتیں۔

محمد شاہ آرام طلب و عیش پسند بادشاہ تھا وہ سلطنت کے کاموں کی طرف توجہ نہیں کرتا تھا۔ آپ (امیر خاں میر اسحاق) کا بادشاہ کے دربار میں بہت رسوخ بڑھ گیا تھا۔ چنانچہ آپ کو "عمدۃ الملک" کا خطاب بھی عطا کیا گیا۔ جب

---

[1] ماثر الامرار (اردو) جلد دوم ص ۸۷۰ [2] ماثر الامرار جلد دوم ص ۸۳۱

آپ کا ستارہ بام عروج پر پہنچنے لگا تو دوسرے امراء کے دل میں حسد کی آگ بھڑکنے لگی، اور یہ لوگ آپ کو بادشاہ کی نظروں سے گرا کر اس کے حضور سے آپ کو علیحدہ کرنے کی کوشش میں لگے رہے۔ پس امیر خاں میر اسحاق کو دربار سے ہٹا کر الہ آباد کی نظامت پر مامور کیا گیا۔ آپ ۱۱۵۱ھ م ۳۹-۱۷۴۰ء میں صوبہ الہ آباد کو روانہ ہوئے اور وہاں اپنا عہدہ سنبھالا۔

بادشاہ کو امیر خاں میر اسحاق کا خیال آیا۔ ۱۱۵۶ھ م ۴۴-۱۷۴۳ء میں آپ بادشاہ کے طلب کرنے پر حضور میں پہنچے اور شاہی عنایات سے سرفراز فرمائے گئے۔ آپ نے سفارش فرما کر اپنے ایک مخلص دوست صفدر جنگ ناظم اودھ کو بادشاہ کے حضور میں طلب کیا جس کو بادشاہ نے توپ خانہ کے داروغہ کی خدمت پر مامور فرمایا۔ اس کے بعد ان دونوں کے اتحاد و اتفاق سے بادشاہ (محمد شاہ) نے علی محمد خاں پر چڑھائی کی جو اعتماد الدولہ قمرالدین خاں کے اتفاق و اتحاد کے سبب سے ناکام ہوئی لیکن ہر شخص کی زبان پر یہی تھا کہ امیر خاں میر اسحاق وزیر مقرر کئے جائیں گے۔

قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ بتاریخ ۲۳ ذی الحجہ ۱۱۵۹ھ م ۲۶ دسمبر ۱۷۴۶ء بادشاہ (محمد شاہ) کے طلب کرنے پر امیر خاں میر اسحاق دربار میں جانے کے لئے دیوان خاص کے دروازہ تک پہنچے ہی تھے کہ نئے ملازمین میں سے ایک ملازم نے جمدھر[1] مار کر ان کو ختم کر دیا۔ یہ شہید ہو گئے۔ تاریخ میں ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں کہ وفاداری اور جاں نثاری کا صلہ خون ناحق کی شکل میں ملتا ہے لیکن انسان کی خوبیاں اور اس کے کارنامے آئندہ نسلوں کے دلوں میں تازہ رہتے ہیں۔

بادشاہ کے عنایات اور اس کی مصاحبت کی وجہ سے آپ کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ حاضر جوابی لطیفہ گوئی اور بہت سے فنون میں آپ کو مہارت حاصل تھی۔ شاعر بھی تھے "انجام" تخلص تھا آپ کے حالات اردو شاعری کی ان کتابوں میں درج ہیں
۱۔ یادگار شعراء ص ۳۳-۳۴ (۲)۔ مخزن نکات ص ۳۱-۳۲ (۳) تذکرہ ریختاں گویاں رگردیزی) ص ۲۰ (۴) گلشن ہند، ص ۱۴-۱۵ مجموعہ نغز ص ۸۰۔ یہ شعر آپ ہی کا ہے:۔

من از جمعیت آسودگانِ خاکِ می ترسم ، کہ غیر از خشت بہرِ خوابِ راحت نیست بالینے

---

[1] جمدھر ایک قدیم ہتھیار کا نام ہے۔

روح اللہ خاں خانہ زاد خاں

آپؒ روح اللہ خاں اوّل کے فرزند ہیں۔ انیسویں سال جلوس عالمگیری سنہ ۱۰۸۶ھ م ۱۶۷۶ء میں آپ نوازشات شاہانہ ومناصب سے سرفراز فرمائے گئے "خانہ زاد خاں" کا آپ کو خطاب دیا گیا۔ آپ کے والد کے انتقال کے بعد آپ کو قوربیگی کی خدمت دی گئی پھر شہنشاہ (عالمگیر اورنگ زیب) کے ملازمین خاص[1] کے داروغہ اور اس کے بعد میر آتش مقرر ہوئے۔ اس کے بعد صوبہ بیدر کے انتظامات آپ کو تفویض کیے گئے۔ دیوان خاص کی داروغہ گیری بھی دی گئی۔ اس کے بعد شہنشاہ عالمگیر کی ذات[2] خاص کے ملازمین کی داروغگی کی خدمت عنایت ہوئی۔ قلعہ ستارہ اور قلعہ پرلی کو فتح کرنے میں آپ نے کارہائے نمایاں انجام دیئے پھر بخشی گری دوم کی خدمت ملی اور قلعہ سنجر لنا کی فتح کے بعد دوسو سوار کا اضافہ کیا گیا۔ اڑتالیسویں سال جلوس عالمگیری سنہ ۱۱۱۵ھ م ۱۷۰۳-۴ء میں جوانی کے عالم میں آپ فوت ہوئے آپ کے دو فرزند خلیل اللہ خاں اور اعتقاد خاں کو بادشاہ سے ماتمی لباس ملے اور آپ کی لڑکی کو جواہرات قیمتی پانچ ہزار روپیہ عنایت ہوئے۔ اور تسلی دی گئی۔ اعتقاد خاں، روح اللہ خاں کا خطاب بھی ملا تھا۔

۱؎ روح اللہ خاں خانہ زاد خاں کے حالات ماثر الامرا جلد دوم ص ۳۰۹ پر درج ہیں جن کا یہ اقتباس ہے ۲؎ شہنشاہ کے ملازمین خاص کی داروغگی ونگرانی کی خدمت بڑی اہم ہوتی تھی اور نہایت باصلاحیت وقابل اعتماد اصحاب کو یہ عہدہ دیا جاتا تھا ۳؎ قدیم زمانہ میں خاص عہدہ داروں وابستگان اور افراد خاندان شاہی کو بادشاہوں کی جانب سے ماتمی لباس ملتا تھا۔ ماتمی لباس تبدیل کرنے کے لئے دوسری خلعت بھی ہوتی تھی مستورات کو جواہرات عطا ہوتے اور تسلی دی جاتی تھی۔

چند یادیں

حضرت شاہ نعمت اللہ ولیؒ کے بعض افراد خاندان سے متعلق چند چشم دید حالات و واقعات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ سید شاہ اولیاء محمد الحسینیؒ سجادہ نشین ساکن سیڑم کو میں نے اپنے بچپن میں صرف ایک مرتبہ دیکھا ہے جبکہ آپ سلطان احمد شاہ ولی بہمنی کے عرس کے موقع پر صندل مالی (صندل چڑھانے) کے لئے سیڑم سے بیدر تشریف لاکر میرے نانا سید شاہ محب اللہ حسینیؒ کے گھر میں تشریف فرما تھے۔ خاندانی تقدس کے اعتبار سے صندل مالی کی رسم سجادہ صاحب کے خاندان سے متعلق تھی۔ آپ کا چہرہ نورانی تھا۔ آپ سفید جبہ پہنے ہوتے و سفید عمامہ باندھے ہوئے صندل مالی کے لئے تشریف لے جارہے تھے، وہ منظر مجھے خوب یاد ہے میں نے آپ کے اوصاف حمیدہ و اخلاق کریمانہ کی بہت تعریف اپنے ماموں صاحب سے سنی تھی۔ آپ کے دو خاص مریدین و فقراء نثار علی شاہ و تصدق علی شاہ میرے ماموں صاحب کے گھر مہمان رہا کرتے تھے۔ ان دونوں میں نعمت اللہی رنگ اور عجیب فقیرانہ کیفیت تھی، توکل، وضعداری، رندی، سرمستی اور ذکر و اشغال اور انکساری میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔

۲۔ سید شاہ خلیل اللہ حسینی صاحب مرحوم (سجادہ نشین) بن سید شاہ اولیاء محمد الحسینیؒ سے مجھے بارہا نیازمندی حاصل کرنے کا اتفاق اس طرح ہوا کہ آپ غالباً اپنی اولاد کی اعلیٰ تعلیم کی خاطر سیڑم سے منتقل ہوکر حیدرآباد میں مقیم اور میرے ہم محلہ ہوتے مجھ سے بہت خلوص رکھتے تھے۔ آپ نہایت سنجیدہ، وضعدار مخلص اور خلیق تھے۔ آپ کے دو صاحبزادوں سے بھی مجھے ملنے کا موقع ملا۔ جن کو میں نے بہت خوش اخلاق پایا۔

۳۔ مجھے اپنے نانا سید محب اللہ حسینی صاحبؒ کے بارہ میں صرف اس حد تک یاد ہے کہ آپ کا چہرہ نورانی تھا، سفید بڑی داڑھی تھی، سفید عمامہ باندھنے اور قدیم وضع کا سفید جبّہ زیب تن فرماتے تھے۔ سُنا گیا کہ آپ تعویذ، عملیات اور دعاؤں سے لوگوں کی خدمت فرماتے تھے۔

۴۔ میرے ماموں سید شاہ خلیل اللہ حسینی صاحب مرحوم میرے محسن و مربی تھے آپ نہایت خوش خلق، ہمدرد، ملنسار، وضعدار، متوکل اور مخلص تھے۔ آپ کو میرے خالو مولوی سید امجد حسین صاحب سے بہت اُنس تھا۔ بیدر کے مشائخین عوام اور حکام وقت آپ کی بڑی عزت و توقیر کرتے تھے، آپ عملیات تعویذ اور دعاؤں سے لوگوں کی خدمت فرماتے تھے۔ شوقیہ طور پر ستار بجانے میں ید طولیٰ رکھتے تھے خصوصاً حضرتِ امیر خسروؒ کا عارفانہ کلام، آپ کے ایجاد کردہ راگ راگنیاں ستار پر بجا کر محظوظ و لُطف اندوز ہوا کرتے تھے۔ چند انعامی اراضیات اور بطور جاگیر عطا کردہ زمینات پر قابض و متصرف تھے معلوم ہوا کہ انقلاب زمانہ کے سبب سے اکثر اراضیات آپ کی اولاد کے قبضہ میں نہیں رہیں۔

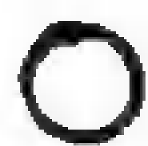
خانوادۂ حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ کے جس قدر حالات کمترین کو دستیاب ہو سکے وہ درج کر دیئے گئے ہیں۔ اگر ناظرین کے تعاون و عنایت سے مزید معلومات حاصل ہو سکیں تو انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ ان کو پیش خدمت کرنے کی سعادت حاصل کی جائے گی۔

ناچیز
مرزا ضیاء الدین بیگ

رجب المرجب ۱۳۹۵ھ
اکتوبر ۱۹۷۵ء

اَلَآ اِنَّ اَولِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوفٌ عَلَیہِم وَلَا ہُم یَحزَنُون

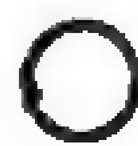
احوال و آثار



حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ

تالیف

الحاج مرزا ضیاء الدین بیگ



بی۔اے (عثمانیہ) بی۔ٹی (علیگ)

سابق مددگار ناظم تعلیمات حیدرآباد دکن

۶۷ فاران سوسائٹی۔ حیدر علی روڈ کراچی ۱۸

